أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

قول

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالٌ

لِأَنَّ الْمَالَ فَانٍ عَنْ قَرِيبٍ وَإِنَّ الْعِلْمَ بَاقٍ لَا يَزَالُ

قابل حفظ ہے یہ مبارک کتاب

جس کے دیکھنے سے حقیقی سچا ایمان نظر آتا ہے
مسلمان کا روح تازگی نور و قوۃ پاتا ہے

معروف

دستگیر صادقین

۱۳۷۱ھ

جو کہ

عالم باعمل حامی شریعت بدر طریقت دستگیر وقت تاج الاولیاء حضرت پیر
سید شیر شاہ صاحب حسنی نقشبندی مجددی کے خلیفہ اعظم
سید علی حسینی کی تصنیف منیف ہے۔

ربیع الاول ۱۳۷۶ھ میں میاں محمد اسلام صاحب و عبد الغفور صاحب نے اپنے اہتمام سے چھپوایا

باراوّل ۵۰۰

مطبوعہ لاہور آرٹ پریس ۱۰۔ انار کلی

لاہور

فہرست مضامین دستگیر صادقین

مضمون	فصل	نمبر صفحہ
حمد		۱
سبب تصنیف کتاب ہذا		۲

باب اوّل ولایت کے بیان میں

مضمون	فصل	نمبر صفحہ
ولایت کے بیان میں	۱	۵
ولایت کی علامتوں میں	۲	۹
اولیاء کرام کی عبادت میں	۳	۱۳
محبت کا بیان	۳	۱۴
خوارق عادت کے بیان میں	۴	۱۸
کثرت خوارق کے بیان میں	۵	۲۷
کشف اور الہام پر عمل کے بیان میں	۶	۳۴
ولایت کے متعلق عقائد	۷	۳۹
حیات اولیاء اللہ کے بیان میں	۸	۴۱
اولیاء اللہ سے امداد کے بیان میں	۹	۴۴
اولیاء اللہ کے مزاروں پر جانے کے بیان میں	۱۰	۵۲
گیارھویں شریف کے بیان میں	۱۱	۵۸

باب دوم۔ بیعت کے بیان میں

مضمون	فصل	نمبر صفحہ
ولایت کے اثبات میں	۱	۶۵
بیعت کے اغراض و مقاصد	۲	۶۹
مردوں اور بچوں کی بیعت	۳	۷۳
عورتوں کی بیعت میں	۴	۷۵
شیخ کی تلاش کے بیان میں	۵	۷۸
خلیفہ کا حکم	۵	۸۵
بیعت ہونے کے بیان میں	۶	۹۰
توبہ کے بیان میں	۷	۹۲
ذکر اللہ کے بیان میں	۸	۹۵
ذکر بالجہر کے اثبات میں	۹	۱۰۲
تصور شیخ کے بیان میں	۱۰	۱۰۸
چہار سلسلہ کے بیان میں	۱۱	۱۱۴

باب سوم۔ آداب شیخ کے بیان میں

مضمون	فصل	نمبر صفحہ
بیعت کے عہد میں	۱	۱۲۱
پیر کی تعظیم کے بیان میں	۲	۱۲۶
دست بوسی کے بیان میں	۳	۱۳۰
مرشد کا حکم ماننے کے بیان میں	۴	۱۳۵
حُسن عقیدت کے بیان میں	۵	۱۳۸
بزرگوں کی خدمت کے بیان میں	۶	۱۴۲
مرید کے آداب ملاقات	۷	۱۴۴

مضمون	فصل	صفحہ نمبر	مضمون	فصل	نمبر صفحہ
مرشدوں کے آداب	۸	۱۵۱	دوستانِ حق کے انکار کے بیان میں	۱۰	۱۶۸
بزرگوں کی صحبت	۹	۱۵۹	مرشد کامل و ناقص مرید صادق و کاذب	۱۱	۱۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي فتح لأوليائه طرق الهدى على أيديهم أنواع الخيرات ونجاهم من الردى فمن اقتدى بهم انتصر واهتدى ومن عرج عن طريقهم انتكس وتردى ومن أم حماهم أفلح وسلك ومن أعرض عنهم بالإنكار انقطع وهلك أحمده حمد من علم أن لا ملجأ منه إلا إليه وأشكره شكر من اعتقد أن النعم والنقم بيديه صلى وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه وأزواجه الطيبين الطاهرين عليهم أجمعين عدد إنعام الله وأفضاله۔

ترجمہ:- اللہ تعالےٰ کے لئے تمام تعریفیں وہ جس ذات پاک نے ہدایت کے طریقے اپنے اولیاء پر واضح ومنکشف کرکے ہر قسم کی خیر و برکت ان کے ہاتھوں پر رکھدی اور ضلالت وگمراہی کی ہلاکت سے انہیں مامون ومحفوظ رکھا۔ جو کوئی ان کے زمرے میں داخل ہوتا ہے وہ نفس اور شیطان پر غالب ہوکر نیک راہ کی ہدایت پاتا ہے اور منزل مقصود پر پہنچکر فائق المرام ہوتا ہے۔ جو کوئی ان کی پیروی سے گریز کرتا ہے۔ وہ ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرتا ہے۔ اور گمراہ ہوکر رہ جاتا ہے۔ انہیں جو اجان کر ان سے بھاگنے والا راہ راست سے دور ہوکر بری طرح ہلاک ہوتا ہے۔ میں اس ذات پاک کی حمد وثنا کرتا ہوں۔ نعمتیں دینا اور ان کا چھین لینا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ میں اس کا شکر گذار ہوں اور میرا یقین ہے کہ اس کے سوا اور میرا کہیں ٹھکانا نہیں۔

جناب رسول کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور اصحاب اور آپ کی شریف بیبیوں۔ ان تمام پاکیزہ روح لوگوں پر اللہ تعالےٰ کے کل انعام اور احسانات

کے برابر درود اور سلام۔

امّا بعد سید علی حسنی بیان کرتا ہے کہ

سببِ تصنیفِ کتاب

ہذا کا یہ ہُوا۔ کہ میرے پیر و مرشد صاحب کمال۔ دوسروں کو کامل کرنے والے کمال ولایت کے اوپر کے درجوں تک لے جانے والے۔ ایسے راستے کی طرف ہدایت کرنے والے جو کہ نزدیک ہموار۔ اور بے خطر ہے۔ یعنی فناہ فی الرسول۔ دودمان اہلبیت۔ عالم ربّانی۔ واقف رازِ نہانی شمع بزم عرفانی۔ دستگیر وقت۔ تاج الاولیاء حضرت پیر سیّد شبیر شاہ صاحب حسنی قدس سرہٗ نقشبندی۔ قادری۔ مجددی نے جب مجھے نقشبندی اور قادری سلسلہ کی اجازت و خلافت سے فیضیاب فرمایا اور مجھے ارشاد کیا کہ شاہ صاحب اب دوسرے لوگوں کو طریقہ سکھایا کرنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر والے کام کو خوب بہادری سے نبھانا ہوگا۔

تو ان کے بعد ولی باکمال۔ عالم باعمل۔ فاضل اجل۔ عارف اکمل۔ حضرت مولانا مولوی محمد حسین صاحب قدس سرہٗ نے بھی اپنی طرف سے مذکورہ بالا دونوں سلسلوں کی اجازت دے دی اور ان کے علاوہ سہروردی اور چشتی طریقہ کی اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی تھی۔

لیکن میں کچھ عرصہ تک بیعت لینے سے شرماتا رہا۔ جو کوئی بیعت ہونے کے لئے آتا تھا میں اُسے ٹال مٹول کرتا۔ اور وہ اس خیال سے کہ جب تک میرا شیخ قائم ہے اس کی موجودگی میں کیا! میں بھی پیر بن بیٹھوں حتیٰ کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ کو چار مرتبہ پہلے کہا گیا ہے اور اب پانچویں مرتبہ کہہ رہا ہوں کہ بیعت کا سلسلہ جاری کرو۔ جب کہ بیعت ہونے کے لئے آدمی آتے ہیں تو کیوں ٹالا دیتے ہو۔ یہ خیال مت کرو کہ میں بیعت لیتا ہوں اور آپ کیوں بیعت لو۔ بلکہ روزِ ازل سے جن کا میرے ہاتھ پر بیعت ہونا لکھا ہُوا ہے۔ انہوں نے میرے ہاتھ پہ بیعت ہونا ہے۔ اور جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونا ہے وہ آپ ہی سے بیعت ہوں گے۔ وہ کسی اور کے پاس نہیں جا سکتے۔ لہٰذا اب یہ تاکیدی حکم ہے۔ کہ جلدی سلسلہ جاری کر دو۔ مجھے پھر کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔

اُس وقت میرے دو پیر بھائی صاحبان کو حکم ہوا کہ تم دوسرے لوگوں کو اپنے دوست کی خلافت سے آگاہ کرو اور اُس کے ہاتھ پر بیعت ہونے کی دعوت دو اور یہ خیال مت کرو کہ ہمارا کہا شاید کوئی مانے یا نہ مانے بلکہ تم جس کو کہہ دو گے وہ ضرور مانے گا۔ بیشک ایسا ہی ہوتا رہا۔ کہ انہوں نے جس جس کو کہا وہی بیعت ہوا۔ لوگوں کو بیعت ہونے کی طرف لانے کے لئے میرے پیر توفیق یافتہ کی طرف سے جو توجہ آتی تھی اس توجہ کا رنگ یہاں تک دیکھا کہ لوگوں کے چھوٹے چھوٹے بچے جب نیند سے اٹھتے تو اپنے ماں باپ کو کہتے تھے۔ کہ ہم نے بیعت ہونا ہے۔ شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہونا ہے۔

پھر بعدازاں شہر لاہور اور اس کے گرد و نواح کی تمام آبادیوں سے بہت مرد اور عورتیں آکر کے بیعت ہونے لگے۔ تو اب شیطان رجیم کی شرارتوں کا سیلاب بھی شروع ہوا اور حسد کا بازار گرم ہوا حاسدوں کے دلوں میں آگ بھڑ گئی۔ بہت لوگوں کے نصیب میں ہماری چغلیاں۔ اور ہماری حالتِ کراللہ کی نقالی کرنا ہوا۔ بلکہ بعض نے تو یہ کام اختیار کیا۔ کہ جب ہم ذکرِ حق میں مشغول ہوتے۔ تو وہ ہم پر آگ پھینکتے۔ حتیٰ کہ میرے پیر بھائیوں میں سے ہی بہت لوگ ہمیں ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اِدھر اُدھر کے دوسرے بھٹکے ہوئے لوگوں کی تو بات ہی کیا تھی۔

اب جگہ بجگہ میرے دوستوں سے مندرجہ ذیل اعتراض ہونے لگے :۔

(۱) یہ پیری مریدی کہاں سے بنالی ہے۔ کیا کہیں اسکا قرآن میں حکم ہے۔

(۲) کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ کہ کہیں پیغمبر علیہ السلام نے کسی کو بیعت کیا ہے؟

(۳) کیا کوئی عورتوں کا بیعت ہونا ثابت کر سکتا ہے۔ بلکہ اگر عورت بیعت ہو گی تو اسکا نکاح ٹوٹ جائے گا۔

(۴) عورت کے لئے اُس کا شوہر ہی پیر ہے۔

(۵) یہ چار سلسلہ والی بات نئی ہے چار سلسلے کیسے ہو سکتے ہیں؟

(۶) ذکرِ جہر بے فائدہ ہے۔ اسکی ضرورت ہی کیا ہے۔ بلکہ ذکرِ جہر گناہ ہے۔

(۷) یہ جو توجہ ہوتی ہے یہ بالکل مکر ہے۔ اگر ہم کو توجہ ہو تو ہم جانیں۔

(۸) اولیاء اللہ کے مزاروں پر جاکر اللہ اللہ کرنا بے فائدہ ہے۔ گھر میں ہی سب کچھ

ہو سکتا ہے۔

(۹) اولیاء اللہ کے مزاروں پر جانا گناہ ہے۔

(۱۰) پیروں کے پیچھے پھرنے سے کیا حاصل ہے یہ تو کوئی فضول جیسی بات ہے۔

(۱۱) یہ نذریں۔ نیازیں اور گیارھویں شریف کیا چیز ہے۔ حرام ہے۔ اسکو کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ یہ جائز ہے۔

میرے دوست آ کر مجھ سے ایسی باتوں کے جواب پوچھتے۔ میں انکو اپنی سمجھ کے مطابق جواب بتا دیتا تھا۔ ایک روز دوستوں نے آپس میں مشورہ کر کے مجھ سے فرمائش کی۔ کہ اس پُرفتن زمانے کے گمراہ لوگوں کی ان یاوہ گوئیوں کے مختصر سے جوابات۔ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ اور بزرگوں کے اقوال سے لکھے جائیں۔ اور بعد اس کے کچھ ضروری باتیں طریقت کی لکھدی جاویں جو کہ ہمارے لئے مفید ہوں۔

اور اس کتاب میں مشکل الفاظ نہ آویں۔ ہر بات آسان اور عام فہم ہو۔ اور کسی مسئلہ کی لمبی تشریح نہ کی جائے بلکہ موٹی موٹی باتوں کو بیان کر دیا جائے۔ کہ اس طریقہ سے یاد بھی ہو سکے گا اور نہ ہی طبیعت اکتاوے گی۔ اور نہ ہی کتاب بڑی ہو گی۔

پس میں نے دوستوں کی سفارش کو منظور کر کے توکلاً علی اللہ اس کتاب کو لکھنا شروع کر دیا۔ اور نام اس کا **دستگیر صادقین** رکھا۔ اس کتاب کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالے سے توفیق اور مدد چاہتا ہوں۔ اپنی طاقت و قوت کو بالائے طاق رکھ کر ہر قول و فعل میں ذات رب العزت پر ہی بھروسہ کرتا ہوں۔ وہی موفق و معین ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلِ۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ

باب اوّل ولایت کے بیان میں

فصل اوّل

ولایت کے اثبات میں

جاننا چاہیئے کہ تصوف اور معرفت کا اصول اور بنا۔ ولایت کے ثابت کرنے پر ہے۔ سب مشائخ رضی اللہ عنہم اس کے ثابت کرنے کے حکم میں متفق ہیں ہر ایک نے اپنی اپنی عبارت میں اس کا بیان کیا ہے اُسی معمول پر میں بھی یہ مختصر سا ایک فصل لایا ہوں۔

جس طرح انسان میں کمالات ظاہری ہیں۔ اسی طرح باطنی کمالات بھی ہیں۔ اُن باطنی کمالات سے ولایت ہے جس کو میں نے ثابت کرنا ہے۔ ولایت کے معنیٰ ہیں اللہ کی دوستی۔ نزدیکی۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ط خبردار تحقیق اولیاء اللہ پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ کبھی غمناک ہوں گے۔ ان اولیاء اللہ میں سے تین سَو وہ ہوتے ہیں۔ جن کو اخیار کہتے ہیں اور چالیس وہ ہوتے ہیں جن کو ابدال۔ اور سات وہ ہوتے ہیں جن کو ابرار۔ پانچ وہ ہوتے ہیں جن کو اوتاد۔ تین وہ جن کو نقبا۔ اور ایک کو قطب و غوث کہتے ہیں۔ غوث و قطب اپنے وقت کے اولیا کا بادشاہ ہوتا ہے۔ یہ تین سَو چھپن اولیا۔ سب آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ یہ کاروبار عالم پر معین فرمائے گئے ہیں۔ یہ بعض حاکم اور بعض محکوم ہیں۔ ایک دوسرے سے اجازت لیتے اور سب کام کرتے ہیں۔ اور چار ہزار مرد وہ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے۔ وَاللّٰہُ تعالےٰ اَعْلَمُ عَلٰی حَقِیْقَتِہٖ۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ تعالےٰ عِبَادًا خَلَقَھُمْ بِحَوَائِجِ النَّاسِ یَفْزَعُ النَّاسُ اِلَیْھِمْ حَوَائِجَھُمْ اُولٰئِکَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ

ارشاد۔ اللہ تعالےٰ کے کچھ بندے ہیں جن کو اُس نے اپنی مخلوق کی حاجت روائی کے لئے خاص کیا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں اُن کے پاس لاتے ہیں۔ اور وہ بندے عذاب الٰہی سے مامون ہیں۔ (طبرانی)

اور فرمایا بِهِمْ تُمْطَرُونَ وَبِهِمْ تُرْزَقُونَ وَبِهِمْ تُنْصَرُونَ۔ یعنی انہیں اولیاء اللہ کی وجہ سے مینہ برستا ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔ اور انہیں کے سبب کفار پر فتح نصیب ہوتی ہے (رواہ الطبرانی وابو نعیم) اللہ عزوجل نے فرمایا هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ۔ ولایت خاص اللہ تعالےٰ کے واسطے حق ہے یعنی دوستی کے لائق صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور جو کفار اپنے بتوں وغیرہ معبودوں سے دوستی کرتے ہیں وہ سب ناحق ہوا۔

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ۔ وہ نیکو کاروں کا دوست ہے

اللہ تعالےٰ نے اپنے دوستوں کے مددگار ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ۔ خبردار تحقیق اللہ تعالےٰ کی مدد قریب ہے۔

اور فرمایا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ۔ جو لوگ کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔ تو ضروری ہے کہ مومنوں کا مددگار ہو تاکہ اپنے دوستوں کی۔ دشمنوں پر مدد فرمائے۔ اور ان کی عقلوں کی مدد کرے تاکہ آیتوں پر دلیل لاویں۔ اور ان کے دلوں پر بیان معانی کے واسطے اسرار کھل جاویں۔ اور مخالفت نفس پر امادہ کرے۔ اور اپنے امروں کے موافق ہونے پر مدد کرے اور اپنی دوستی میں خاص کرے۔ جیساکہ فرمایا ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ وہ اسکو دوست رکھیں۔

اور فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا۔ اللہ دوست ہے ایمان والوں کا۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ سدھر جائے تو تمام بدن سدھر جاتا ہے۔ اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ وہ ٹکڑا انسان کا دل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دل کی اصلاح تمام بدن کی اصلاح کا موجب ہے۔ اِس اصلاح کو صوفیائے کرام فنائِ قلب

کہتے ہیں۔

جب قلب محبتِ الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ تو نفس اِسکی صحبت سے متاثر ہو کر سرکشی سے باز آ جاتا ہے۔ تو بلاشبہ تمام بدن ظاہر بھی شریعت کا مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ دل کا محبتِ حق میں فنا ہو جانا ولایت کو پہنچنا ہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَعِبَادًا یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ۔ اللہ کے بندوں سے بعض ایسے بندے ہیں کہ نبی اور شہید اُن پر رشک کرتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صِفْھُمْ لَنَا لَعَلَّنَا نُحِبُّھُمْ۔ یا رسول اللہ وہ کون ہیں ہم کو اُن کی صفت بتایئے تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔ قَالَ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ اَمْوَالٍ وَاَکْسَابٍ وُجُوْھُھُمْ نُوْرٌ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ۔ فرمایا وہ قوم ہے۔ جو روحِ اللہ سے محبت کرتے ہیں سوائے مال اور کسب کے۔ ان کے چہرے نورانی ہیں۔ نور کے ممبروں پر چڑھیں گے۔ جب لوگ ڈریں گے وہ نہ ڈریں گے اور جب لوگ غمناک ہوں گے وہ نہ غم کریں گے۔ پھر حضور نے یہ آیت پڑھی۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

اور یہ بھی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَنْ اٰذٰی وَلِیًّا فَقَدِ اسْتَحَلَّ مُحَارَبَتِیْ۔ جس نے میرے ولی کو ایذا دی۔ اُس نے مجھ سے لڑائی لی۔

ولی اللہ وہ ہیں جن کو اُس نے دوستی اور ولایت کے لئے خاص کیا ہے۔ اور جو اس کے مُلک کے والی ہیں اور ان کو برگزیدہ کیا ہے۔ اور اظہارِ فعل کا نشانہ کر دیا ہے۔ اور اقسام کرامات سے خاص کیا ہے۔ اور طبعی آفتوں کو ان سے دُور کیا ہے ان کو نفس اور ہوا کی تابعداری سے رہائی دی ہے۔ تاکہ ان کی ہمت اس کے سوا کسی اور کی طرف نہ ہو اور اس کے سوا انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحْبِبْتُہٗ - یعنی بندہ ہمیشہ نفلی عبادت کرنے کے باعث میرے نزدیک ہو جاتا ہے - یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔

حدیث قدسی ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے - جو شخص ایک بالشت مجھ سے قریب ہونا چاہتا ہے تو میں ایک ہاتھ بھر اُس کے قریب آنا چاہتا ہوں - اور اگر وہ ایک ہاتھ بھر میرے قریب آنا چاہتا ہے تو میں ایک باع بھر (دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ جتنا) قریب آنا چاہتا ہوں اور فرماتا ہے جو بندہ ہمیشہ نفلی عبادت سے میری نزدیکی چاہتا ہے - تاکہ میں اسکو اپنا دوست جانوں - پھر جب میں اسکو دوست بنا لیتا ہوں - تو میں اسکی آنکھیں ہو جاتا ہوں اور کان ہو جاتا ہوں اور ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں - پھر اس کا دیکھنا میرا دیکھنا اور اس کا سُننا میرا سُننا اور اس کا چلنا میرا چلنا - اس کا پکڑنا میرا پکڑنا ہو جاتا ہے -

ہم سے پہلے زمانہ گذشتہ میں جیسا کہ اولیاء اللہ ہوئے ہیں - اسی طرح اب بھی موجود ہیں - اور قیامت تک رہیں گے - ان کی اکثریت کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب امتوں پر شرف دیا ہے - برہان نبوی کو اس نے قائم اور باقی فرمایا ہے - اور اولیاء کو اس کے اظہار کے لئے مقرر کیا ہے - اور اپنے ذمہ لیا ہے کہ میں شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ بحال رکھوں گا - جس کی زندگی کا باعث اولیا ہی ہیں -

جن لوگوں نے اولیاء کی تلاش ہی چھوڑ دی ہے - اور وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ہی اولیاء اللہ ہوتے تھے - اب کوئی نہیں ہے یہ لوگ کل اس اپنی نادانی پر پچھتاویں گے - اولیاء کے ساتھ ہی شریعت مصطفےٰ زندہ ہے انہی کی ہمت کی برکت سے جہان کی آبادی ہے - جیسا کہ خبری دلائل اور عقلی حجتیں آج کے روز ظاہر کے عالموں میں موجود ہیں - اسی طرح دلائل عینی بھی اولیا اور خاصان خدا کے درمیان موجود ہیں اور رہیں گے - اگر ہمیشہ اُمت میں یہ دولت پائی گئی ہے تو کامل پیروں کی صحبت

سے پائی گئی ہے۔ کہ ان کے باطن جناب رسول کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ روشن ہوتے ہیں ؎

علیٰ ان اولیاء اللہ کی ہمت اور برکت سے
جہاں آباد ہے ورنہ یہ قائم رہ نہیں سکتا

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ✦ صحابہ کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل دوم

ولایت کی علامتوں کے بیان میں

سب سے اوّل اور ظاہر نشان یہ ہے کہ ولی ہمیشہ شرع شریف کا پابند ہوگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنْ اَولِیَاءُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ط یعنی متقی لوگ ہی اللہ تعالےٰ کے دوست ہیں۔

جو کوئی شریعت کا منکر ہو وہ ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِذَا رَاَیْتُمْ رَجُلًا یَطِیْرُ فِی الْھَوَاءِ وَ یَاْکُلُ النَّارَ وَ یَمْشِیْ عَلَی الْمَاءِ وَ تَرَکَ سُنَّۃً مِّنْ سُنَّتِیْ فَاضْرِبُوْہُ بِالنَّعْلَیْنِ ط جب تم دیکھو کسی ایک شخص کو۔ کہ ہوا میں وہ اڑتا ہے اور آگ کھاتا ہو۔ اور دریا میں پانی کے اوپر چلتا ہو۔ باوجود ان کمال کے۔ اگر اُس نے میری سنت کو ترک کر دیا ہو۔ تو تم اسے جوتیوں سے مارو۔ دوسرا نشان یہ ہے کہ ولی کا باطن اسی قسم کا ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی اسکی صحبت میں بیٹھے تو اس کا دل خدا کی یاد کی طرف مائل ہو۔ یعنی ولی کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ اولیاء اللہ کی نشانی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی زیارت سے

سے خدا یاد آتا ہے۔ علامہ بغوی نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک میرے بندے (یعنی ولی) وہ لوگ ہیں جو میری یاد کرنے سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے یاد کرنے سے میں یاد کیا جاتا ہوں۔

ولی میں تاثیر کا ہونا ضروری ہے۔ مگر اس بات کو دریافت کرنے کے لئے مناسبت کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ اگر کسی کے دل میں بدگمانی نے گھر بنا لیا ہو۔ تو اسکو تاثیر معلوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ بہرے کو آواز نہیں سنائی دے سکتی۔ تو یہ بہرے کا اپنے میں نقص ہے۔ آواز دینے والے کا نقص نہیں۔ اسی طرح باوجودیکہ ان مندرجہ ذیل کے دو قسم کے لوگوں کے فیضیاب ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ مگر بدگمانی کی وجہ سے یہی دونو عموماً محروم و نامراد رہتے ہیں۔

(۱) اُس مردِ الٰہی کے عام رشتہ دار۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ معاملات میں جھگڑتا بھی ہے۔ اور تمام باتیں بڑی ہوش کی کرتا ہے۔ اس میں درویشی کہاں سے پیدا ہو گئی۔

(۲) جہاں فقیر رہتا ہے اُس گاؤں یا محلہ کے رہنے والے لوگ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو یہیں پھرتا تھا۔ آج کیا بن گیا ہے۔ کھانا بھی کھاتا ہے۔ پانی بھی پیتا ہے۔ چلتا پھرتا بھی اسی طور ہے جیسا کہ ہم چلتے پھرتے ہیں۔ اس میں کوئی تاثیر کہاں سے آ گئی۔ ہم تو اس بات کو نہیں مانتے کہ اس میں کچھ ہے۔ اور جو لوگ اس کے پیچھے لگ گئے ہیں یہ تو کوئی بھیڈ چال ہے۔ یہی بات مکّے کے کافروں نے کہی تھی۔ کہ یہ کھاتا پیتا ہے۔ اسکے بیوی بچے ہیں۔ یہ چلتا پھرتا بھی ہے۔ پس وہ اپنے اس قول کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے محروم و نامراد رہ گئے۔ اور ادھر مدینہ شریف والے اتنی دور سے آ کر نصیبہ ور ہو گئے۔ درحقیقت کچھ نظر تو اس کو آوے جو دیکھنے والا ہو۔ کیونکہ دیکھنے دیکھنے میں بھی بڑا فرق ہوتا ہے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اور کہا۔ سبحان اللہ میرے حضور کیسے خوب ہیں۔ ایسا اور کوئی

بھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ یہ ان میں کیسی تاثیر ہے۔ کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور جب حضور کو ابوجہل خبیث نے دیکھا تو اس نے حسد کی نگاہ سے دیکھا اور دیکھ کر جل گیا۔ اُس لعنتی نے حضور کو برا کہا۔ حضور تو نورانی آئینہ تھے۔ دراصل اُس جہنمی نے اس روشن شیشہ میں اپنی ہی صورتِ بد کو دیکھا اور برا کہا۔ عناد کی وجہ سے تاثیر سے محروم رہ گیا۔

اس موجودہ زمانے کے عوام کے نزدیک ولایت کی نشانیاں یہ بن گئی ہیں۔ کہ جو فقیر لوگوں کو گندی گالیاں دیتے دیکھا۔ اُسی کو سمجھ بیٹھے۔ کہ یہ کوئی ولی اللہ ہے اور اگر کوئی فقیر دیکھا کہ وہ ٹٹی کر کے اُس کے اوپر ہی بیٹھ گیا۔ تو سمجھ لیا کہ یہ تو کوئی اچھے مرتبہ کا ولی ہے۔

اور آگے چل کر کسی اور کو دیکھا کہ وہ ٹٹی پیشاب سے تمام بدن اور کپڑے خراب کئے بیٹھا ہے تو اس کے متعلق گمان کر لیا۔ کہ اس زمانے کا قطب شاید یہی ہو۔ کیونکہ اس نے نجاست سے اپنے آپ کو چھپایا ہوا ہے۔ اور نفرت کو دور کر دیا ہے۔

غرضیکہ جس قدر زیادہ گندا اور غافل اسی قدر اس کے متعلق اچھا گمان کیا جاتا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم ۝ حالانکہ اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ بے شک اللہ تعالے استغفار کرنے والوں اور ستھرے رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ثابت ہوا کہ گندے اور جہل کا ولایت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

روایت ہے کہ حضرت بی بی رابعہ بصری سے علماء کرام نے جو کہ اس بی بی کے احوال سے صحیح طور پر واقف نہ تھے۔ تقاضہ کیا کہ اے بی بی تو جوان ہے تیرے لئے ضروری حکم ہے کہ تو کسی مرد سے نکاح کرے۔ بی بی نے جواب دیا کہ میرے احوال کا کوئی مرد تلاش کر لاؤ تو پھر بات ہوگی۔ چند دنوں کے بعد علماء نے آکر کہا۔ کہ فلاں شیخ کو ہم نے تیرے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے۔ ہمارے ساتھ چل کر دیکھ لے۔ بی بی کو ساتھ لے کر وہ ایک دریا پر پہنچے جہاں کہ وہ شیخ تھے۔ نماز ظہر کا وقت آ گیا۔ اس شیخ بزرگ نے پانی پر مصلیٰ بچھایا اور نماز

شروع کردی۔ بی بی نے بھی اپنا مصلّہ ہوا پر بچھالیا اور نماز شروع کردی۔ دونوں صاحبوں نے فرضی عبادت سے فارغ ہو کر نفلی عبادت شروع کردی۔ اسی عبادت میں نماز عصر کا وقت آ گیا۔ عصر سے فارغ ہو کر مراقبہ کیا۔ کہ مغرب کا وقت ہوا۔ اس سے فارغ ہوئے کہ اوابین پھر عشا ہوئی۔ اس کے بعد نفلی عبادت میں رات گزار دی پھر صبح ہوئی پھر اشراق وچاشت پڑھی۔ غرضیکہ اتنے عرصہ میں دونوں نے کسی سے کوئی بات کی اور نہ کچھ کھایا پیا اور نہ ہی کچھ آرام کیا۔ نماز چاشت سے فارغ ہو کر بی بی نے علماء کرام سے فرمایا۔ کہ آپ لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ ہم دونوں پر اللہ تعالےٰ کا اتنا کام ہے۔ اب اگر ہمارا نکاح ہو گیا۔ تو خواجہ پر میرے حقوق کا بوجھ پڑ جائے گا۔ جس کو اٹھانے کی ان کے پاس فرصت نہیں۔ اسیطرح مجھ پر انکے حقوق ہونگے۔ لہٰذا مجھے تو حقوق اللہ سے فرصت نہیں ہے تو خواہ مخواہ حقوق العباد کو اپنے ذمہ لوں۔ پس سوقت علماء کرام نے فرمایا کہ اے بی بی ہم غلط فہمی پر تھے تو اس نکاح کے حکم سے بری ہے۔

تو پھر اس وقت بی بی صاحبہ نے اس شیخ بزرگ کو فرمایا۔ کہ اے بھائی صاحب۔ یہ کوئی ولایت نہیں ہے کہ پانی پر مصلّہ بچھا کر نماز پڑھ لی۔ یا ہوا پر مصلّہ بچھا کر نماز پڑھ لیتا۔ بلکہ ولایت یہ ہے کہ کوئی قدم شریعت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر نہ ہو۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ تو سرداران قریش کے معززین نے کہا۔ کہ اس حبشی غلام کا کیا مرتبہ ہے۔ جسے اس منصب پر مقرر کیا گیا ہے۔ اسی وقت جبریل یہ آیت لے کر آئے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ اور قابل عزت وہ ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ شریعت اور سنت پر چلنے والے متقین سے ہی اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے خلاف لوگوں کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

صراطِ مستقیم کا عشق ملنا محال ہے
کرے جبتک شریعت کی نہ پورے طور پیروی

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ٭ صحابا کرام اور آل۔ ازدواج پر بھی مدام

فصل سوم

اولیاء کرام کی عبادت کے ثواب اور محبت کے بیان میں

اولیا کی عبادت کا ثواب دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں اور مقربین کی بدیاں برابر ہیں۔

خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ نِفَاقُ الْعَارِفِیْنَ اَفْضَلُ مِنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِیْنَ۔ یعنی کاملوں کا نفاق طالبوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔

صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی اور اُحد کے برابر سونا اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ تو وہ میرے صحابا کے ایک سیر جو خرچ کرنے کے برابر نہ ہوگا۔

تو اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ جو ولی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں زیادہ مقریب ہو۔ اس کی عبادت کا ثواب اُن دوسرے ولیوں کی عبادت سے زیادہ ہوتا ہے۔ جو کہ اس سے کم مرتبہ کے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت کرتی ہیں۔ کہ ایک رات ستارے خوب چمکیلے اور گنجان تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ کوئی ایسا شخص بھی ہوگا۔ جس کی نیکیاں اِن ستاروں کی گنتی کے برابر ہوں۔ آپ نے فرمایا عمر ابن الخطاب کی اتنی نیکیاں ہیں۔ تو پھر میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میرے باپ کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عمر ابن الخطاب کی تمام نیکیاں مل کر۔ تیرے باپ ابو بکر صدیق کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

لہذا جب ان دو خلیفوں کی نیکیوں میں باوجودیکہ وہ تمام تعلقات میں باہم شریک ہیں۔ مگر رتبہ کی بلندی کے سبب اس قدر تفاوت ثابت ہو چکا ہے۔ تو اسی پر غور

کرنے سے تمام مسئلہ سمجھ میں آ سکے گا۔

مسئلہ اولیاءِ کرام فناہ کے بعد اپنی پہلی حالت پر واپس نہیں آتے۔ اگر کوئی آیا ہے تو وہ فناہ سے پہلے آیا ہے۔

فقیر اس مسئلے کی دلیل میں یہ آیت پیش کرتا ہے۔ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ الرَّحِيمُ ط یعنی حق تعالےٰ تمہارا ایمان کو ضائع نہیں کرتا بے شک اللہ تعالےٰ لوگوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ ایمان حقیقی اور علم باطنی کو قبض نہیں کریگا۔

محبت کا بیان

جو شخص محبت میں ثابت قدم اور سچے وعدے والا نہیں۔ جان لے کہ وہ قیامت کے دن محبتوں میں شرمندہ ہوگا۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی شخص بھی کامل ایمان کو نہیں پہنچ سکتا جب تک میرے ساتھ اس کو اپنے ماں باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو۔

رسول اللہ کی محبت مدار ایمان ہے۔ جس کے دل میں آپ کی محبت نہیں وہ بے ایمان ہے جس طرح رسول اللہ کی محبت ضروری ہے۔ اسی طرح اپنے پیر و مرشد کی محبت بھی لازمی ہے۔ کہ پیر کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور رسول اللہ کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ تک رسائی ہوتی ہے۔

کمال تقویٰ اسی طریقہ سے نصیب ہوتا ہے۔ اور فناہ کو پہنچ سکتا ہے۔ یعنی محبت حقیقی میں فناہ ہو جاتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ بی بی رابعہ بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ایک ہاتھ

میں پانی اور دوسرے ہاتھ میں آگ پکڑی ہوئی تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ بی بی یہ کیا بات ہے۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ چاہتی ہوں کہ اس پانی سے دوزخ کی آگ کو بجھا دوں اور اس آگ سے بہشت کو جلادوں۔ تاکہ لوگ اللہ تعالےٰ کی عبادت۔ دوزخ کے خوف سے یا بہشت کے طمع سے نہ کریں۔ بلکہ خالص اللہ تعالےٰ کی محبت حقیقی سے عبادت کریں۔

حضرت فرید الدین اجودھنی فرماتے ہیں۔ کہ لاہور میں مجھے ایک درویش کی صحبت میں چند روز رہنے کا موقعہ ملا۔ وہ بزرگ جب فریضہ نماز ادا کرتا۔ تو اس قدر اللہ کا ذکر کرتا۔ کہ مساموں سے پسینہ بہہ نکلتا۔ اور سَو سے بھی زیادہ بار زمین پر گرتا پھر اٹھتا پھر گرتا۔ جب ذکر سے فارغ ہوتا۔ تو یہ کہتا کہ کتاب محبت میں لکھا ہے۔ کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب میرا ذکر مومن بندے پر غالب آتا ہے۔ تو میں جو اس کا پروردگار ہوں۔ اس کا عاشق ہو جاتا ہوں۔ تو انسان ایسی نعمت سے کیوں محروم رہتا ہے۔ ہر وقت اسکی یاد میں کیوں نہ مشغول رہے۔

روایت ہے کہ ایک جوان ایک عورت پر عاشق تھا۔ ایک رات وہ اپنی معشوقہ کے مکان کی دیوار کے پاس کھڑکی کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اسکی معشوقہ نے کھڑکی سے سر نکالا اور دونو آپس میں باتیں کرنے لگے۔ شام سے لے کر صبح تک باتیں کرتے رہے۔ جب صبح کی اذان ہوئی۔ تو انہوں نے سمجھا کہ شائد عشا کی اذان ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد سفید دن چڑھ گیا۔ تو حیران ہو گئے۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی۔ کہ اے جوان! تو نے ایک عورت کے عشق میں شام سے صبح کر دی ہے۔ کبھی اپنے پیدا کرنیوالے کے لئے بھی ایسا کیا ہے۔ جب اس نوجوان نے یہ آواز سُنی تو فوراً توبہ کی اور یادِ حق میں مشغول ہوا۔ اور پھر ولی کامل بن گیا تھا۔

بنی اسرائیل میں سے ایک زاہد نے ستر سال عبادت کی۔ ایک دن اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا۔ کہ فلاں درویش کو کہہ دو۔ کہ اطاعت میں بے ہودہ تکلیف نہ اٹھائے۔ ہمیں اسکی عبادت منظور نہیں ہے۔ جب پیغمبرِ وقت نے اُس کو یہ پیغام دیا تو زاہد رقص کرنے لگا۔ وجہ پوچھی۔ تو کہا۔ کہ مجھے یاد تو کیا ہے۔ گو میری عبادت

منظور نہیں - مگر کسی شمار میں تو ہوں -

امیرالمومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا گیا - کہ آپ نے کیا بات دیکھی - جو حق تعالےٰ سے آشنائی کی - فرمایا - ایک روز میں بیٹھا تھا - کہ محبت کا آئینہ میرے ہاتھ میں دیا گیا - میں نے اس میں نگاہ کی تو مجھے ایک صورت دکھائی دی - جس پر میں شیفتہ ہو گیا - فریاد کر اٹھا - کہ اگر یہ نعمت نہ ملی تو جان نہ رہے گی - حکم ہوا - کہ یہ نعمت تجھے دیتے ہیں - لیکن کسی پر ہمارا یہ بھید ظاہر نہ کرنا - تاکہ تم کو اور زیادہ بھید سے حصہ حاصل ہو -

زاد المجتبین میں لکھا دیکھا ہے - کہ جب اللہ تعالےٰ نے اپنے علم و قدرت سے اہل عشق کو عالم موجودات میں پیدا کرنا چاہا - تو زمین کا ایک ایسا قطعہ تھا - جس کی طرف شوق - اشتیاق - انوار اور اسرار عشق کی نگاہ سے دیکھا - وہ قطعہ ہلنے لگا - اور ابتدا ہی میں عالم سکر میں پڑ کر فریاد کرنے لگا - اَنَا الْمُشْتَاقُ فِیْ لِقَا رَبِّ الْعَالَمِیْنَ - میں دونوجہان کے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں - پھر اس زمین سے اہل عشق پیدا کئے گئے - اسی لئے درویشوں کو برابر ہی ولولہ ابتدا سے لے کر انتہا تک رہتا ہے - اور دریائے محبت میں غرق رہتے ہیں -

حضرت فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - کہ ایک مرتبہ میں ایک صاحب حالت کے پاس گیا - وہ عالم شوق و اشتیاق میں تھا - درد اور حال کی وجہ سے ہر بار سجدہ میں سر رکھتا - اور پھر اٹھ کھڑا ہوتا اور یہ شعر پڑھتا ؎

جان دہم از برائے جانا من
گر بود صد ہزار جان در تن

میں گنتا گیا تقریباً ہزار مرتبہ اس نے ایسا کیا - ہر مرتبہ بے ہوش ہو جاتا تھا اور سر سجدے میں رکھتا تھا -

ایک واصل مناجات میں کہا کرتا تھا۔ اے پروردگار اگر تو قیامت کے دن مجھے جلائے گا۔ یا دوزخ میں بھیجے گا۔ تو مجھے تیرے جلال اور عزت کی قسم۔ کہ دوزخ کے دروازے پر اپنے سینے سے ایک ایسی آہ نکالوں گا۔ جو دوزخ کی ساری آگ کو نگل جائے گی۔ اور نا چیز کر دیگی اس سے پوچھا گیا کہ اے خواجہ! یہ تو کیسی بات کہتا ہے۔ دوزخ کی آگ کس طرح نگلی جا سکتی ہے۔ فرمایا اگر آتش محبت کے بالمقابل دوزخ کی سی لاکھوں آگیں جلائی جائیں۔ جب صاحب عشق اپنے سینے کی آہ نکالے گا۔ سب کو نابود کر دے گا۔ کیونکہ محبت کی آگ سے بڑھ کر اور کوئی آگ نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم علیٰ حقیقتہ۔

شیخ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میرا پیر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور خواجہ حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہما ایک مجلس سماع میں تھے۔ یہ دو نو بزرگوار ایک رات اور ایک دن تک رقص کرتے رہے۔ لیکن نماز کے وقت ہوش آجاتی اور نماز ادا کر لیتے۔ اسی اثنا میں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اڑنا شروع کیا

(جس قصیدہ سے وجد ہوا وہ یہ ہے:-)

من آں نیَم کہ زعشق تو پائے پس آرم + اگر بہ تیغ کشندم در نگذارم

شبے پرس از شب ہجراں چگونہ مے گذرہ + میاہ ایچ کسے تو است دشوارم

من از جمال تو اے سرو باغ تا دیدم + ہوس نشد کہ بگہے دل بروں بگذارم

اگر دہند بفردا بہشت با ہمہ چیز + بحبۂ نخرم من کہ مست دیدارم

دوست کے اسرار چونکہ خوبصورت ہیں عقلی

وہ دل میں خوبصورت عاشق کے اقرار پاتے ہیں

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام + صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل چہارم

خوارق عادت کے بیان میں

نبی کے دعویٰ نبوت میں سچے ہونے کی یہ ایک دلیل ہے۔ کہ نبی اپنے صدق کا اعلانیہ دعوےٰ فرماکر محالات عادیہ ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے۔ اور منکرین کو اس کے مثل کی طرف بلاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے دعوے کے مطابق امر محال عادی کو ظاہر فرمادیتا ہے۔ جس سے منکرین سب عاجز رہ جاتے ہیں۔ اس بات کا نام معجزہ ہے۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن کر تمام جادو نگل جانا اور ید بیضا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کردینا اور مادرزاد اندھے کی آنکھیں ٹھیک کردینا۔ اور کوڑھی کو اچھا کردینا۔ اور ہمارے حضور سلطان الرسل صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا معجزہ شق القمر اور سورج کو واپس لانا۔ آپ کے معجزات کا تو شمار ہی نہیں۔

یہ خوارق عادت اگر نبی سے ظاہر ہو۔ تو اس کا نام معجزہ ہوتا ہے۔ اور یہی چیز اگر ولی سے ظاہر ہو۔ تو اس کو کرامت کہا جائے گا۔ اور اگر کسی غیر شرح مسلمان فقیر سے یا کسی کافر جوگی سے ظاہر ہو۔ تو اسکو استدراج کہتے ہیں۔

کرامت اولیاء اللہ حق ہے۔ اس سے انکار کرنے والا گمراہ ہے۔

ولی کی کرامت قرآن مجید سے لکھتا ہوں۔ پارہ ۱۹ ع ۱۹ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ج وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِيْنٌ ○ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ أَنَا آتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ○ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ ○ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ۔

ترجمہ:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے درباریو تم میں سے کون ہے جو

اُس (بلقیس) کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اسکے کہ وہ میرے پاس حاضر ہو (اس سے آپکا مدعایہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کرکے اسکو اللہ تعالےٰ کی قدرت اور اپنی نبوت اور اپنے ولی کی ولایت پر دلالت کرنے والا ایک نشان بنایا جائے) ایک بڑا جن بولا کہ میں تخت حاضر کردوں گا۔ حضور کے اجلاس برخاست کرنے سے پہلے (آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا تھا) اور بے شک میں اسپر قوت والا امانت دار ہوں۔

پھر اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا (آپ کے وزیر آصف بن برخیا نے) کہ میں اسے حاضر کردوں گا آنکھ جھپکنے سے پہلے (چنانچہ اسی وقت تخت حاضر کردیا) جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا۔ تو کہا کہ یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

اور حضرت بی بی مریم کی کرامت پ۳ پارہ ع۱۲ میں موجود ہے۔

اور اصحاب کہف کی کرامت پ۱۵ پارہ ع۱۳ میں مذکور ہے۔

خرق عادات کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے ایک قسم کا نام کشف ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو موجودات نظر سے غائب ہے۔ اس کے حالات ظاہر ہوجاتے اور زمانہ مستقبل و ماضی کے حالات معلوم ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ بیہقی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لئے لشکر بھیجا۔ اس لشکر کے سردار حضرت ساریہ تھے۔ وہ لشکر فتحیاب ہونے کے بعد نماز جمعہ کے واسطے صفیں باندھ رہا تھا۔ اور دوسری طرف کفار ایک پہاڑ میں چھپے بیٹھے تھے۔ وہ اس خیال سے کہ جب مسلمان نماز پڑھنے لگ جاویں تو پیچھے سے ایک دم حملہ کرکے مسلمانوں کو ختم کردیا جائے۔

جس جگہ وہ لشکر اسلام جمعہ کے واسطے جمع ہوا۔ اس جگہ کا نام نہاوند تھا یہ مدینہ منورہ سے غالباً ایک مہینے کی مسافت پر ہے۔

ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف میں ممبر پہ جمعہ کا خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ کہ نہاوند میں مسلمان جمعہ پڑھنے میں مشغول ہیں۔ اور پہاڑ میں چھپے ہوئے کافر یہ ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ مدینہ شریف سے حضرت امیر المومنین نے

آواز دی۔ یَا سَارِیَۃُ اِلَی الْجَبَلْ ط یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف جا کر دیکھو۔ خلیفہ صاحب کی آواز کو صحابہ کرام نے نہاوند میں سن لیا۔ اور فوراً حضرت ساریہ نے پہاڑ کو گھیر لیا۔ تو اس میں سے کثیر التعداد دشمن چھپے ہوئے ملے ان کا بندوبست کر کے پھر نماز پڑھی۔

کچھ عرصہ بعد جب وہ لشکر ظفریاب ہو کر مدینہ شریف واپس آیا۔ تو بتایا کہ فلاں تاریخ جمعہ کے روز خلیفہ صاحب نے ہم کو آواز دے کر بچا لیا۔ ورنہ ہم نقصان اٹھا گئے تھے۔ مدینہ شریف والے اصحاب کرام نے کہا کہ ہاں اس دن خطبہ پڑھتے وقت آپ نے آواز دی تھی۔ لیکن اس بات کی اچھی طرح ہم کو بھی آج ہی سمجھ آئی ہے۔ کہ آپ نے اس دن یہ آواز کیوں دی تھی۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامت ہے۔

ایک قسم یہ ہے کہ سلوک طریق میں اپنے اور دوسرے سالکوں کے احوال دریافت کرنا اور اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں ہر ایک کے مرتبۂ قرب کو معلوم کر لینا۔

ایک قسم کا نام ہے الہام۔ جو کہ اللہ تعالےٰ فقیر کے دل پر القا فرماتا ہے۔ الہام اور وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ الہام سے فقیر کا دل اطمینان پاتا ہے۔ اور اُس کو یقین ہو جاتا ہے۔ اور وسوسہ چونکہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس سے خود بخود قلبِ سلیم انکار کر دیتا ہے۔

اپنے اس قول کے ثبوت میں فقیر یہ حدیث پیش کرتا ہے۔ جس کو امام بخاری نے باب تاریخ میں بسند حسن روایت کیا ہے۔ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ وَاِنْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ۔ یعنی اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھ کو فتویٰ دلویں مگر تو اپنے دل سے فتویٰ پوچھ۔ یعنی اگرچہ علماءِ ظاہر کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے پر فتویٰ دیں۔ مگر صوفی کو چاہیئے کہ اپنے دل سے فتویٰ طلب کرے۔ کیونکہ صوفی کا دل حرام و منہیات سے بالطبع نفرت کرتا ہے۔

ہاتف کی کلام بھی الہام کے قبیل سے ہے۔

ایک قسم یہ ہے۔ کہ لوگوں کے دلی ارادے اور بھیدوں سے واقف ہو جانا۔ اپنے اس قول کے ثبوت میں فقیر یہ حدیث لاتا ہے۔ کہ جس کو ترمذی نے ابو سعید سے

اور طبرانی نے ابوامامہ سے اور ابن عدی نے بھی ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَۃِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ مومن کی فراست سے ڈرو۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے نور سے دیکھتا ہے یعنی لوگوں کے دلوں کے بھید ان کو نظر آ جایا کرتے ہیں۔

پس لوگوں کو چاہئے کہ ان کے پاس صاف ارادے لے کر جایا کریں۔ ورنہ ان کے ناراض ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔ کی آیت میں شرح کے معنی سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ کشادگی نور کے لئے ہے۔ نور جب کسی کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ تو اسکا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر فرمایا اِتَّقُوْا عَنْ فِرَاسَۃِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ اِسی لئے حضور اپنی دعا میں نور کے حاصل ہونے کا بارگاہِ الٰہی میں بہت سوال کیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ دعا تھی۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّزِدْنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ قَبْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّبَشَرِیْ نُوْرًا وَّلَحْمِیْ نُوْرًا وَّدَمِیْ وَعِظَامِیْ نُوْرًا۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا۔ یہاں فرقان سے مُراد ایک نور ہے جو حق و باطل کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ اور شکوک و شبہات سے نکال دیتا ہے۔

ایک قسم کا نام تاثیر ہے وہ یہ کہ مرید کے باطن میں تاثیر کرے اور اسکو حق تعالےٰ کی طرف جذب کرے۔

ایک قسم یہ ہے کہ حق جل جلالہٗ اسکی دُعا اور اس کے ارادے کے موافق کام کر دیوے اور اسکی ضرورتوں کو آپ ہی پورا کر دیوے جیسا کہ پارہ ۳ ع ۱۲ میں ارشاد ہے۔ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ لا وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا ج قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا ط قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

ترجمہ۔ جب زکریا علیہ السلام اسکے پاس (مریم کے پاس) اسکی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس تیار رزق پاتے۔ کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آتا ہے۔ بولیں اللہ کے پاس سے آتا ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دیتا ہے۔

ایک قسم یہ ہے کہ تھوڑی سی کھانے پینے کی چیز سے سینکڑوں آدمیوں کی بھوک پیاس کو دفع کر دینا جیساکہ ایک مرتبہ جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے اور پانی نہ ملتا تھا۔ تو آپ نے ایک کوزہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اس پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور آپ کے پنجہ مبارک سے پانی جاری ہوگیا۔ جس سے آپ کے تمام اصحاب کرام اور ان کے اونٹ گھوڑے یہ ہزاروں جانیں پانی سے سیراب ہوئیں اور ان تمام نے آئندہ کی ضرورت کے لئے اپنے اپنے مشکیزے بھی بھر لئے۔ پھر جس وقت اس کوزہ سے آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اُٹھایا تو کوزے میں اُتنا ہی پانی موجود تھا۔ جتنا کہ پہلے تھا۔

اِسی طرح کئی مرتبہ حضور نے دو چار روٹیوں سے ہزاروں اصحاب کرام کی بھوک کو دفع فرما دیا۔

جیساکہ مورخہ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ کو سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس مبارک پر میرے پیر عالی قدر نے صرف ایک ہی آدمی کی خوراک سے ہم اٹھارہ آدمیوں کو خوب سیراب کر دیا۔ اور وہ کھانا کچھ بچ بھی گیا۔ یہ کرامت میرے مُرشد سے پھر بھی کئی مرتبہ ظاہر ہوئی ہے۔

ایک قسم یہ ہے کہ مہینوں کی مسافت دنوں میں اور دنوں کی لمحوں میں طے کرا دینا جیساکہ میرے پیر نے محمد بخش کو آدھے دن میں چالیس کوس کی مسافت طے کرا دی۔ اور کریم بخش کو نماز عصر سے عشا تک تراسّی میل کی راہ طے کرا دی۔

اِس کرامت کو میں نے خود دیکھا ہے۔ کہ ۱۳۶۲ھ کے عرس شریف کا جب اختتام ہوا۔ تو اب ہم نے یہاں سے احمد شاہ کے نانا جی کے پاس نارووال کی طرف جانا تھا اور اسجگہ پہنچنے کے لئے تمام دن میں ایک ہی ریل گاڑی ملتی تھی۔ اگر آج گاڑی سے رہ جاتے۔ تو پھر دوسرے دن تک ٹھہرنا پڑتا تھا۔

جس وقت میرا شیخ عالی قدر صبح کی نماز سے فارغ ہوا۔ تو میں نے فوراً دست بوسی کر کے اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا اتنی جلدی کیا ہے۔ میں نے عرض کی۔ سرکار گاڑی چلنے میں صرف پون گھنٹہ رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہر جائیے۔

اس وقت آپ نے کھڑے ہو کر کچھ ضروری مسائل کا بیان شروع کر دیا۔ اِدھر میرے دل میں بار بار دو باتیں گزرتی تھیں۔

(۱) یہ کہ میں بچپن میں ہی چند مرتبہ جناب رسول کریم رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو چکا تھا۔ اور مجھے اسی وقت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور اچھی طرح سے نقش ہو چکا تھا۔ بعد میں جب پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان کا تصور رکھنے میں رجوع کیا۔ مگر پیر صاحب کے تصور سے اکتا جایا کرتا تھا۔ اب میں اسباب کو کئی روز سے سوچ رہا تھا کہ پیر صاحب کا تصور کروں۔ یا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور رکھوں۔ اس بات کا فیصلہ کرنے میں پریشان تھا۔

(۲) اجازت ملنے میں دیر ہونے کی فکر میں تھا۔ کہ گاڑی نہیں مل سکے گی۔

کہ اِدھر میرے پیر روشن ضمیر نے میرے دل کو دیکھ لیا۔ اور اس میرے سینہ کی بات کا اپنے واعظ میں جواب دے کر میری تسلّی فرما دی۔

تصوّر والی بات کا جواب۔ یوں فرمایا کہ میں لاہور میں مسجد وزیر خاں میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے جایا کرتا تھا۔ اور وہاں ایک مردِ الٰہی سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ رات کس طرح گذارتے ہو۔ میں نے بتایا کہ اس طرح گذرتی ہے۔

پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح گذارتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک انگوٹھے پر کھڑا ہو کر رات گذارتا ہوں۔ اب اس دن سے وہ مردِ الٰہی میرا دوست بن گیا۔ میں نے دیکھا کہ واقع میں وہ ایک انگوٹھے پر رات گذارتا تھا۔ اس بزرگ کا نام عبد الصمد تھا۔

ایک روز اس مردِ الٰہی نے مجھے کہا۔ کہ میں نے حضرت داتا صاحب کے روضہ مبارک پر چلّہ کرنا ہے۔ آپ میری خبرگیری رکھنا۔ کہ مجھے جس چیز کی ضرورت پڑے پوری کر دینا۔ اسنے

تین ماہ کا چلّا کیا۔ مجھ سے جیسا ہو سکا۔ میں اس کے کام آیا۔ تین مہینے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔ کہ حضرت داتا صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ تو سلطان العارفین کے پاس جا وہ تیرا کام کر دیں گے۔ کیونکہ میرے اور تیرے درمیان بُعد زمانی ہے یعنی مجھے ایک ہزار سال گزر چکا ہے۔ میرا اور تیرا زمانہ بہت دور دراز کا ہے۔ اور سلطان العارفین کو دو سو سال ہوا ہے۔ اس کا زمانہ تیرے زمانے کے قریب ہے۔ اس لئے وہ تیرا کام کریں گے۔

اب اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ میں ناواقف آدمی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ سلطان العارفین کدھر ہیں۔ میں نے بتایا۔ کہ شورکوٹ سے اتر کر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا دربار پوچھنا وہ سلطان العارفین ہیں۔ اب اس نے اپنا سامان وغیرہ میرے سپرد کیا۔ اور خود شورکوٹ روانہ ہو گیا۔ ایک روز اُس کا خط ملا۔ کہ پہلے روز ہی سلطان العارفین صاحب سے ملاقات ہو گئی تھی۔ اور آپ نے میرا کام کر دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ تین مہینے جو داتا صاحب کے دربار چلّا کیا ہے اگر وہ نہ کرتے اور اسی وقت میرے پاس آ جاتے۔ تو بھی تمہارا کام یہاں ایک ہی دن میں ہو جاتا تھا۔ اور سلطان العارفین نے اب مجھے بغداد شریف جانے کا حکم دیا ہے انشاء اللہ آج ہی میں روانہ ہو جاؤں گا۔

پھر میرے پیر عالی قدر نے فرمایا۔ کہ اس عبدالصمد کی مراد یہ تھی کہ رجال غیب کے گروہ میں شامل کر لیا جاؤں (رجال غیب مردان حق کا ایک گروہ ہے جو کہ ہوا میں رہتا ہے) جب وہ بغداد شریف پہنچا تو سرکار غوث پاک کے دربار سے منظور ہو کر رجال غیب کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

پھر میرے حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا۔ اسی طرح ہی جو شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور حفظ کر چکا ہے۔ بہتر ہے۔ کہ اب وہی تصور رکھا کرے۔ مگر یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ آداب مرشد کے بغیر مراد کو پہنچ سکوں گا۔ حقیقی کامیابی مرشد کے وسیلے سے ہی ہو گی۔ کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج اس کا زمانہ بہت

دُور ہے۔ جیساکہ عبدالصمد اور حضرت داتا صاحب کے درمیان بُعد زمانی تھا۔ اور مراد حاصل کرنے کے لئے شورکوٹ جانا پڑا۔ اور سلسلہ وار مقصود کو پہنچا۔

بعد اس کے میرے دوسرے فکر کا جواب حضرت مدظلہ العالی نے یوں فرمایا۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج تشریف لیجانے کے وقت وضو فرمایا۔ اور تشریف لے گئے۔ مسجد اقصیٰ میں تمام پیغمبروں کی امامت کرائی۔ پھر ہفت آسمان کی سیر فرمائی۔ اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ اور بالائے عرش جاکر لامکان پر راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ اس ہزاروں سال کی مسافت کو طے کرکے جب حضور واپس اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لائے۔ تو جس پانی سے آپ وضو فرما گئے تھے وہ پانی ابھی تک نالی میں رواں ہی تھا۔ اور دروازہ کی زنجیر ابھی تک مل رہی تھی۔ اِدھر ہزاروں سال کا راستہ طے ہوگیا۔ اور ادھر ایک لمحہ بھی گذرنے نہ پایا تھا۔ تو پھر ہمارے دوست کیوں فکر کرتے ہیں۔ کہ گاڑی چل جائیگی۔ کیا! تم سے گاڑی رُک نہیں سکے گی۔

غرضیکہ گاڑی کا وقت گذر گیا۔ تو پھر مجھے اجازت مل گئی۔ اور اجازت دیتے وقت فرمایا کہ شاہ جی کوئی ٹانگہ پکڑ لینا۔ تاکہ گاڑی مل سکے۔ اب مجھے خیال ہوا کہ اجازت کے بعد یہاں ٹھہرنا بھی مناسب نہیں۔ اور پہنچنا بھی مشکل ہے۔ جب باہر نکلا تو اُمِ محمد شاہ انتظار میں کھڑی تھی۔ مجھے کہا کہ اب گاڑی کا وقت تو گذر چکا ہے آپ اب آئے۔ مَیں نے کہا کہ اجازت نہ ملنے کی وجہ سے دیر ہوگئی ہے۔ کوئی تانگہ نہ مِل سکا اور پیدل ہی سٹیشن پر گئے۔ احمد شاہ کی عمر اس وقت تین چار برس کے درمیان تھی۔ یہ گود سے اُتر کر پیدل چلنے لگا۔ اور پھر گود میں آتا ہی نہیں تھا۔ اسی طرح دیر پر دیر ہوتی گئی۔ جب سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی چل رہی تھی پھر کچھ رُک گئی۔ ہم اسوار ہوئے تو پھر چل پڑی۔ ایک اجنبی آدمی اپنی جگہ پر مجھے بٹھا کر خود چل دیا۔ میں نے اسے کہا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ اس نے کہا بھیڑ بہت تھی۔ اسواسطے میں آپ کے لئے جگہ رکھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اب میں جاتا ہوں السلام وعلیکم کہہ کر وہ چلا گیا۔ اب میں نے وقت دیکھا تو معلوم ہوا کہ گاڑی اپنے صحیح وقت پر چلی ہے۔ پھر میں نے اور لوگوں

سے بھی وقت دریافت کیا۔ تو صحیح تھا۔ میں نے تعجب کیا۔ کہ یہ کیا بھید ہے۔ آخر تسلّی ہوئی کہ یہ تو وہی شبِ معراج والا اسرار ہے۔ جو کہ حضرت صاحب نے اپنے بیان میں سمجھایا تھا۔

ایک قسم یہ ہے کہ کسی وقت اپنے مرتبۂ قرب کو خود بامر اللہ ظاہر فرماتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ بہاؤ الحق والدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ ایک روز اسواری پر چڑھ کر تمام شہر میں چکر لگایا۔ اور ساتھ ساتھ منادی ہو رہی تھی کہ جو شخص آج بہاؤ الدین ذکریا کا چہرہ دیکھ لے گا۔ وہ قیامت کے دن جہنم میں نہیں جائے گا۔ لوگ دوڑ دوڑ کر آپ کی زیارت کرتے تھے۔ آخر جب آپ واپس گھر تشریف لے گئے تو بہت سے لوگ ایک دوسرے سے سن سن کر جوق در جوق آپ کا دیدار کرنے کے لئے آتے تھے۔ تو آپ ان لوگوں کو قسم کھا کھا کر فرماتے تھے۔ کہ آج کے دن مجھے دیکھنے والو تم قیامت کے روز دوزخ میں ہرگز نہ جاؤ گے۔ کیونکہ مجھے کہا گیا ہے کہ اے بہاؤ الدین جو کوئی آج کے دن تیرا چہرہ دیکھ لے گا۔ ہم اسے دوزخ میں نہیں بھیجیں گے (اسرار الاولیا) یہ لوگ جب کبھی ایسی بات کہا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ کے امر سے کہا کرتے ہیں۔ اسی قسم میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَ الْحَق جسنے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔

اور اپنے روضۂ اقدس کی فضیلت میں حدیث فرمائی ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ جو کوئی میری قبر (روضہ اطہر) کو دیکھے گا۔ میں ضرور اُسکی شفاعت کروں گا۔

ایک قسم یہ ہے کہ ایک وقت میں کئی جگہ پر موجود ہوتا۔

جیسا کہ حضرت مجدّد الف ثانی صاحب کے مکتوب ۵۸ دفتر دوم میں ہے کہ اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالےٰ قدرت عطا فرماتا ہے۔ کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح خرق عادات کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں مگر میرا مقصد شروع

سے ہی اختصار ہے۔

علی بخشی اللہ نے اولیاء کو ایسی قدرتے

یہ کردیں چھُٹ گئے تیروں کو پھر واپس کمانوں میں

پنج تن پاک پر بھیج اے اللہ درود وسلام ∴ اصحاب کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل پنجم

کثرتِ خوارق کے بیان میں

یاد رکھو تم کو اللہ تعالےٰ سعادت بخشے کہ خوارق عادت ولایت کی شرط نہیں ہے اگر خوارق عادت کو ولایت کا معیار مانا جائے۔ تو پھر تو کئی کافر جوگیوں کو بھی ولی اللہ ماننا پڑے گا۔ حالانکہ وہ لوگ کافر ہی ہوتے ہیں۔

جیسا کہ جے پال جوگی نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آسمان تک اڑ کر دکھایا تھا۔ جے پال جوگی کا یہ واقعہ مشہور ہے۔

اب کشمیر کے ایک جوگی کا واقعہ اس جگہ پر درج کرتا ہوں۔ جنے ایک بڑھیا کے لڑکے کو فی الفور کلکتہ سے لاکر حاضر کر دیا۔ یہ واقعہ یوں ہے کہ جس وقت سید علی ہمدانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ کشمیر کے علاقہ میں جاکر اسلام کی تبلیغ کرو۔ تو یہ آکر کشمیر کے تمام علاقہ میں پھرے۔ اور دیکھتے تھے کون سی جگہ کو مرکز بنا کر وہاں سے کام شروع کیا جائے۔ ایک روز دور سے ایک پہاڑی پر بہت سی خلقت جمع نظر آئی۔ آپ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک جوگی ہے۔ جس کے پاس یہ تمام لوگ اپنی اپنی حاجتیں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک عورت نے عرض کیا کہ بابا جی میرا لڑکا بہت عرصہ سے گم ہوا ہے۔ اسکا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ جوگی نے مراقبہ کیا اور پھر آنکھیں کھول کر کہا کہ مائی تیرا لڑکا اس وقت کلکتہ شہر میں ہے۔ تو پھر اس بڑھیا نے

کہا کہ باواجی - جیسا بتایا ہے - اسی طرح اب لاکر بھی دو - کیونکہ میرا کوئی ایسا
آدمی نہیں ہے - جو اس کو جاکر لائے - تو جوگی پھر مراقبہ میں گیا - تھوڑے عرصہ کے
بعد ایک ہوا کا بگولا سامنے آیا - جوگی نے آنکھیں کھول کر اسکی طرف دیکھا تو اس
بگولے میں سے اس مائی کا بچہ برآمد ہوا - جوگی نے کہا - مائی یہی تیرا بچہ ہے - مائی بہت
خوش ہوئی اور دعائیں دیتی ہوئی بچہ کو لے کر چلی گئی - اسی طور سے جوگی کا تمام دن گزرا
جب تمام لوگ چلے گئے - تو سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے جوگی سے کہا - کہ بابا
جی تم تو بڑے باکمال ہو - تو جوگی نے جواب دیا کہ آپ بھی تو بہت صفائی رکھتے
ہیں مگر صرف ایک داغ ہے - جو آپ میں نظر آتا ہے - آپ نے فرمایا - پتہ چل جائیگا کہ
یہ داغ کس وجہ سے نظر آرہا ہے - پھر آپ نے جوگی سے دریافت کیا - کہ تم نے یہ
کمال کس طرح حاصل کیا ہے - جوگی نے کہا - یہ مخالفت نفس سے حاصل ہوا ہے - کہ میرا
نفس جب کسی چیز کی خواہش کرتا - میں بروقت اسکو وہ چیز نہ دیتا - جب مانگنے سے
باز آجاتا - تو پھر میں اسکو وہ چیز دیتا تھا - اس وجہ سے مجھے یہ کمال حاصل ہو گیا -
پھر شاہ صاحب نے فرمایا - کہ تمہارا وظیفہ کیا ہے - اس نے کہا کہ میرا وظیفہ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللہُ کا ہے - شاہ صاحب نے فرمایا - جو اس کے آگے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ہے
اسکو کیوں نہیں پڑھتا - جوگی نے کہا - کہ طبیعت نہیں مانتی - شاہ صاحب نے فرمایا
کہ اسبات میں نفس کی پیروی کیوں کر رہا ہے - اس میں بھی نفس کی مخالفت کر کے دیکھ
فرمایا - کہو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ - جوگی نے محمد رسول اللہ پڑھ لیا - اس وقت
شاہ صاحب نے توجہ فرمائی کہ جوگی پر ایک حالت طاری ہو گئی - پھر جب جوگی ہوش
میں آیا تو کہنے لگا - کہ شاہ صاحب خوب میں نے آپ کو باکمال دیکھا - آپ میں پہلے جو
سیاہ داغ تھا اب وہ بھی نظر نہیں آتا - آپ نے فرمایا - کہ وہ داغ دراصل تجھ میں
تھا جو کہ بوجہ تیرے کفر کے تھا - اور میں مانند آئینہ کے ہوں - اور تو اس اپنے داغ کو
اس وقت مجھ میں دیکھ رہا تھا - اور اب وہ تیرا داغ رسول اللہ کو مان لینے کی
وجہ سے جاتا رہا ہے - اور فرمایا کہ بیشک تو نے بہت جلد اس عورت کے بچہ کو کلکتہ سے

لادیا تھا۔ مگر میں نے اِس سے بھی بہت جلد۔ ایک لمحہ بھر میں تجھ کو بھڑکتی ہوئی آگ سے نکال کر جنت کا وارث کردیا ہے۔ پھر اِس جوگی نے آپ سے بیعت کی درخواست کی آپ نے منظور فرماکر غلام بنالیا۔ سب سے پہلے کشمیر کے علاقہ میں سید علی ہمدانی سہروردی کے ہاتھ پر اس جوگی نے بیعت کی ہے۔ اور وہاں سے سلسلہ تبلیغ شروع ہوا اور پھر اس تمام ملک بھر کو دولت اسلام سے مالامال فرمایا گیا۔ اسی طرح بعض بعض کافروں نے مخالفت نفس کرکے کچھ خرق عادت کا کمال حاصل کیا ہوتا ہے۔ تو کیا! وہ ولی اللہ ہو گئے! ہرگز نہیں وہ کافر ہی ہیں۔

یاد رکھو کہ باشریعت مسلمان فقیر سے کرامت کا ظہور تو اس کے نبی کی صدق رسالت پر گواہی ہے۔ مگر غیر شرع مسلمان فقیر۔ یا غیر مسلم فقیر سے خرق عادت کا ظاہر ہونا کرامت نہیں۔ وہ استدراج ہے۔ جو کہ قابل قبول نہیں ہے۔ استدراجی ہرگز ولی نہیں مانا جائے گا۔

اے طالب صادق میں تجھے ابراہیم خواص۔ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات سناتا ہوں تجھ کو بھی ایسا ہی مضبوط ایمان رکھنا چاہئے۔

ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے تنہائی پسند کرتے ہوئے جنگل میں رہنا اختیار کیا۔ ایک روز ملک روم کے رہنے والا ایک نصرانی راہب آکر ابراہیم خواص سے صحبت کا خواہاں ہوا۔ آپ نے کہا کہ اے راہب النصارئ میرے پاس کھانا پانی موجود نہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اس جنگل میں تجھے کوئی تکلیف نہ ہو۔ اسنے جواب دیا کہ اے ابراہیم تیرا جہان میں اتنا بڑا چرچا ہے۔ اور تو ابھی تک کھانے پانی کا غم کرتا ہے۔ ابراہیم نے اسکی خوش کلامی کو پسند کیا اور اسکو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت دے دی۔ تاکہ دیکھوں کہ یہ اپنے دعوے میں کس قدر صحیح ہے۔ جب سات دن رات چلے تو بھوک پیاس غالب ہوئی۔ تب وہ راہب کھڑا ہوگیا۔ اور کہا اے ابراہیم جہان میں آپ کا نقارہ بج رہا ہے۔ لاؤ جو کچھ آپ کے پاس ہے۔ میں بھوک سے لاچار ہوگیا ہوں۔ ابراہیم نے سر زمین پر رکھا اور جناب ربانی میں عرض کیا۔ کہ الٰہی

مجھے اِس بیگانے کے سامنے رسوا نہ کرتا۔ کہ اسکو عین بیگانہ ہونے کی حالت میں بھی مجھ پر ظنِ نیک ہے۔ کیا خوب ہو کہ منکر کا ظن پورا کر دیا جائے۔ جب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے سر اُٹھایا تو ایک رکاب میں دو روٹیاں اور دو پیالہ شربت حاضر پائے۔ یہ دونوں کھا پی کر چل دئے۔ جب سات دن اور گذرے۔ تو ابراہیم علیہ الرحمۃ نے چاہا کہ اِسکو جدا کر دوں۔ تاکہ وہ اپنی خرابی دیکھے۔ پہلے اس سے کہ کسی اور چیز سے میرا امتحان کرے تب ابراہیم نے کہا کہ اے راہب النصارا لاؤ آج تمہاری باری آئی ہے۔ دکھاؤ کہ تمہارے پاس مجاہدہ کا کیا ثمرہ ہے۔ اس نے بھی سر زمین پہ رکھا اور کچھ کہا۔ وہیں ایک رکاب جس میں چار روٹیاں اور چار پیالہ شربت رکھے ہوئے موجود ہو گئے۔ اس سے ابراہیم کو سخت تعجب ہوا۔ اور اسکے دل میں رنج آیا اور اپنے جی میں کہا کہ یہ کافر کے واسطے ظاہر ہوا ہے۔ اور اسکی مدد سے ہے۔ میں اسکو ہرگز نہ کھاؤں گا۔ راہب نے کہا اے ابراہیم آؤ کھانا کھاؤ۔ ابراہیم نے کہا میں نہیں کھاتا۔ اس نے کہا کس سبب سے نہیں کھاتے۔ ابراہیم نے کہا کہ تو اِس حال کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تیرے حال کی جنس سے نہیں۔ اور میں تیرے اس کام سے تعجب کرتا ہوں۔ اگر اسکو کرامت خیال کروں تو کافر پر کرامت روا نہیں ہوتی۔

پھر اس راہب نے کہا۔ کہ اے ابراہیم کھاؤ اور آپ کو دو چیزوں کی بشارت ہو ایک تو میرے مسلمان ہونے کی۔ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اور دوسری بشارت یہ کہ جناب ربانی میں تمہاری بڑی قدر و منزلت ہے۔ ابراہیم نے پوچھا کہ کیسے؟ اس نے کہا کہ ہمارے لئے ایسی نعمت سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اب میں نے تیری شرم سے زمین پر سر رکھا۔ اور کہا تھا۔ کہ اے بار خدایا اگر دینِ محمد سچا ہے اور تجھے پسند ہے تو مجھے دو روٹی اور دو پیالہ شربت دیجئے۔

۔ اور اگر ابراہیم تیرا خاص ولی ہے۔ تو مجھے اور دو روٹی دو پیالہ شربت دیجئے۔ جب میں نے سر اٹھایا تو یہ طبق حاضر تھا۔ جس میں چار پیالہ شربت اور چار روٹیاں موجود ہیں۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ پھر ہم دونوں نے اسے کھایا۔ اور پھر وہ راہب جواں مرد بزرگ دین کا ہوا۔ کئی اولیاء اللہ ایسے

ہوئے ہیں کہ اُن سے کوئی خرق عادت ظاہر نہیں ہوا۔ مگر وہ ولایت میں بڑے بلند پایہ کے ہوئے ہیں۔

جیسا کہ اکثر صحابا کرام سے خرق عادت مروی نہیں ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ صحابی دوسرے تمام اولیا سے افضل ہے۔

پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء اللہ کی بعض پر فضیلت کثرت خوارق سے نہیں ہے بلکہ اور بھی بہت سے ثواب ہیں جن کا تعلق قرب الٰہی سے ہے۔ وہ ثواب موجب فضیلت ہیں شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ عارفوں کی فراست اور اولیاء کے مقامات دریافت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے اہل ریاضت کو غور و فکر ان اشیا کے حالات دریافت کرنے میں مخصوص ہونی چاہئے۔ کیونکہ اگر عام لوگ دنیا میں مشغول ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے بے تعلق ہیں تو اللہ والوں کے دلوں میں بھی اسبات کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کہ ان لوگوں کے لئے تسلی کے واسطے ہر وقت پوشیدہ راز ظاہر کرتے رہیں۔ یہ عام لوگ اہل عرفان و حقیقت کے کشف سے کوئی کام نہیں رکھتے۔ بلکہ بدگمانی سے یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ لوگ اللہ کے مقرب ہوتے تو غیب کی باتیں ظاہر کرتے۔ اسی طرح ہی منافق لوگ بدگمانی سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کہا کرتے تھے۔ ایسے کمینے لوگ ان فاسد خیالات کے باعث دوستان خدا کے فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں۔

ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کے بارے میں غیرت رکھتا ہے۔ کہ انکو اپنے سوا کسی اور کی طرف مشغول نہیں ہونے دیتا۔ ان کو عوام سے چھپاتا ہے۔ اور چھپنے ہی میں حکمت ہے جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام کو جناب ربانی سے ارشاد ہوا ہے کہ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ اِلَّا اَوْلِیَآئِیْ۔ میرے ولی میری قبا کے نیچے ہیں۔ میرے دلیوں کے سوا انہیں کوئی نہیں پہچانتا۔

خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ خارق عادت کا معرض ظہور میں آنا ولایت کی دلیل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر

لکھتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو کہ بالاجماع انبیاء کے بعد سب لوگوں سے افضل ہیں۔ تمام اولیاء سے کہیں بڑھ کر مرتبہ رکھتے ہیں۔ مگر ان سے بہت کم خارق عادت کا سرزد ہونا منقول ہے۔ تو کیا جس شخص سے خارق عادت ظاہر ہوا ہے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ثابت ہوا۔ کہ خارق عادت کا ظہور ولایت یا فضیلت کا معیار نہیں ہے۔

شیخ الاسلام عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے صوفی بزرگ ہوئے ہیں یہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو دریا پر بغیر کشتی کے چل سکتا ہے۔ تو تیری وقعت ایک خس کے تنکے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور اگر تو ہوا میں بھی پرواز کر سکتا ہے تو تو ایک مکھی سے زیادہ عزت حاصل نہیں کر سکا۔ لہذا تجھے چاہئیے کہ دل قابو میں لائے۔ تاکہ تو آدمی بن جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چل تاکہ تو ولی اللہ بن سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے پیر سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے بعض جگہ لکھا ہے۔ کہ بعض اولیا نے جن سے بہت کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں وفات کے وقت آرزو کی ہے کہ کاش ہم سے اس قدر کرامتیں ظاہر نہ ہوتیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اگر خوارق عادت ولایت کی شرط نہیں۔ تو کیونکر معلوم کیا جا سکے کہ یہ ولی اللہ ہے۔ مجدد صاحبؒ نے اس بات کے دو جواب دئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ولی کی ولایت معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ولایت تو خدا تعالےٰ سے ایک نسبت ہے۔ کوئی اس سے مطلع ہو یا نہ ہو۔ موت کے بعد اسکا ثمرہ دیکھیں گے۔

خوارق کی ضرورت دراصل انبیاء کو ہوتی ہے۔ جو مخلوق کو دعوت نبوت دیتے ہیں ضروری ہے۔ کہ وہ مخلوق پر اپنی نبوت ظاہر کریں۔ اور نبوت کا ثبوت مہیا کریں۔ مگر اولیا کرام جو دعوت دیتے ہیں۔ یہ اپنے پیغمبر ہی کی شریعت کی دعوت دیتے ہیں اس دعوت کے لئے اسکے پیغمبر کا معجزہ ہی کافی ہے۔ علماء اور فقہا ظاہر شرع کی دعوت دیتے ہیں اور اور اولیاء کرام مریدوں کو پہلے شریعت ظاہر پر عمل بجالانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ پھر ذکر سکھاتے ہیں۔ اور تاکید فرماتے ہیں۔ کہ اپنے اوقات یاد الہی میں صرف کیا

کرو۔ اور دل میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کا خیال نہ آنے دو۔ تاکہ ذکر الہی غالب ہو ہو جائے۔ پس اس دعوت کے لئے کرامت کی ضرورت نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مرید رشید جوں جوں اپنے حالات میں تغیر دیکھتا ہے اپنی ذات میں اسکو پیر کی کرامت لحظہ بہ لحظہ نظر آتی ہے۔ جو کہ دلِ مردہ کو زندہ کر کے مشاہدہ و مکاشفہ سے سرفراز کر دیتا ہے۔

عوام کے نزدیک مردہ کا زندہ کر دینا عمدہ کام ہے۔ مگر خواص کے نزدیک قلب اور روح کا زندہ کرنا معتبر ہے۔

جس شخص نے مردہ کو زندہ کیا۔ اسکی بزرگی کو اہل دنیا نے دیکھ لیا ہے۔ اب اسکو لوگ نہیں چھوڑیں گے۔ اس کا آئندہ وقت مشکل ہو جائے گا۔ اور جو مردہ زندہ ہوگا۔ اس نے چند دنوں کے بعد پھر بھی تو مر ہی جانا ہے۔

اور جو شخص ایک بھی دل زندہ کر گیا۔ اسکے ساتھ ہزاروں دل اور زندہ ہو سکیں گے اور پھر آگے ان کے ساتھ اور ہزاروں زندہ ہوتے رہیں گے۔

پس کرامت سچے مرید کی نظر میں تو ضرور موجود ہونی چاہیئے۔ لیکن عوام کے لئے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

ولائت کا علی معیار مت سمجھو خوارق کو

ولایت ہے پیغمبر کے قدم بر قدم چلنے سے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود سلام ٭ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ششم

کشف اور الہام پر عمل کرنے کے بیان میں

اولیاء اللہ کا کشف اور الہام علم ظنی کا موجب ہے۔ اگر دو شخصوں کا کشف باہم متفق ہو جائے تو ظن غالب ہو جائے گا۔

ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور دارمی میں عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس طلب فرمایا۔ تاکہ اس کے ساتھ لوگ نماز کے لئے جمع کئے جاویں۔ عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ یہ ناقوس فروخت کرتا ہے۔ اس نے کہا کیا کرو گے میں نے کہا اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤں گا۔ اس نے کہا کہ میں تم کو ایک اس سے بھی بہتر طریقہ سکھاتا ہوں۔ کہو اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر غرض کہ اس نے ساری آذان سکھادی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اس خواب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ یہ خواب حق ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انھوں نے بھی حضور کو اپنی طرف سے یہی خواب سنائی حضور نے فرمایا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْد۔ پھر ہم کو فرمایا۔ کہ یہ آذان بلال کو سکھاؤ۔ ہم نے بلال کو یہ کلمات سکھائے۔ پھر نماز کے وقت حضور نے بلال کو فرمایا یہ اذان پڑھو۔

پس ثابت ہو گیا کہ کشف اور الہام پر عمل کرنا جائز ہے۔ اگر قرآن اور حدیث کے خلاف نہ ہو۔

بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روائت کیا ہے کہ جب صحابا کرام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد غسل دینا چاہا۔ تو باہم کہنے لگے کہ حضور کو برہنہ کریں یا کپڑوں میں ہی غسل دیں۔ اس بارے میں انھوں نے اختلاف

کیا اللہ تعالٰے نے ان پر نیند غالب کردی سب کے سب نیند میں چلے گئے۔ خواب میں ایک آواز سنی کہ کپڑوں میں ہی آپ کو غسل دو۔ پس سب اُٹھے اور ایک رائے ہوکر پیراہن مبارک میں ہی آپکو غسل دیا اور آپ کو قمیص کے اوپر سے ملتے جاتے تھے۔

مسئلہ۔ جب دو کشفوں میں اختلاف واقع ہو۔ تو ان میں سے جس کی شرع تائید کرے وہ زیادہ قابل قبولیت ہے۔ اور اگر دونوں سے شرع ساکت ہے۔ اور دونوں کشف ایک ہی شخص کے ہوں تو آخری کشف اولیٰ اور مقبول ہے۔ کیونکہ صوفی ہمیشہ ترقی میں ہے۔ وہ اپنے آخری زمانے میں خداوند تعالےٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور اگر صاحب کشف دو شخص ہوں۔ تو صاحب سکر کے کشف سے صاحب ہوش کا کشف بہتر ہے۔ کیونکہ صاحب سکر کے کلام میں غلطی کا احتمال ہے۔ اگر دونو ہوش اور سکر میں برابر ہوں۔ تو جس کا کشف کبھی بھی شرع کے مخالف نہ ہوا ہو۔ اُس شخص کے کشف سے بہتر ہے۔ جس کا کشف کبھی کسی وقت شرع کے خلاف ہوا ہو۔ اور جس کا کشف کبھی کبھی شرع کے خلاف ہوا ہو۔ اس کا کشف اس شخص سے بہتر ہے۔ جس کا کشف اکثر شرع کے مخالف واقع ہوتا ہے۔ اگر ایک بات دس شخصوں پر منکشف ہو۔ اور خلاف اس کے صرف ایک پر منکشف ہوا ہو تو دس شخصوں کا کشف اولیٰ اور مقبول ہے۔

اگر اکیلا صاحب کشف زیادہ قوت والا مرد ہو۔ تو زیادہ قوت والے مرد کا کشف جماعت کے کشف سے بہتر ہے۔

اِلہام کا حکم بھی کشف کی مانند ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بلند رتبہ کشفوں کو دیکھنا چاہئے۔ جو ختم ہوشیاری سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور کبھی بھی شریعت کے مخالف نہیں ہوئے۔ بلکہ اکثر کی شرع تائید کرتی ہے۔ اور بعض کے متعلق ساکت ہے۔

اور اولیاء اللہ میں ان کا ایسا مرتبہ ہے۔ جیساکہ انبیا میں اولوالعزم پیغمبروں کا

پس ثابت ہو گیا کہ کشف اور الہام کی پیروی شرعًا جائز ہے۔

بعض وقت شرعی اور الہامی امور الگ نظر آتے ہیں

بعض وقت الہام کی رو سے ایسے ایسے احکام بتائے جاتے ہیں۔ کہ بظاہر شریعت کی رو سے انکی بجا آوری درست نہیں ہوتی مگر ملہم کے لئے اسپر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

شریعت ظاہر کا حکم جیساکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ط جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(۱) اور ادھر موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام ہوتا ہے۔ کہ تو بچے کو دریا میں ڈال دے۔ پارہ ۲۰ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْہُ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اسکو دودھ پلا۔ پس جب اسکی ہلاکت کا خوف ہو تو اسکو دریا میں ڈال دے۔ اور نہ ڈر اور نہ غم کر ہم اسکو تیری طرف واپس لاکر رسول بنائینگے۔

چنانچہ ماں نے موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا۔

(۲) جب فرعون علیہ اللعنۃ اپنے لشکر کے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے آپہنچا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ کہ تو کسی کشتی وغیرہ کے ذریعے کی پرواہ نہ کر اپنی تمام قوم کو ساتھ لے کر دریا کو چیر کر نکل جا۔ چنانچہ موسے علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ تو آپ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔

(۴) شریعت ظاہر والے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور علم باطن والوں میں سے حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے یہ مسئلہ خوب سمجھ میں آسکے گا۔ یہاں پر عربی عبارت کو نہیں لکھتا۔ صرف معنی کی تفسیر کرتا ہوں۔ کہ میری کتاب بڑی نہو جائے۔

جس کو عربی عبارت دیکھنے کا شوق ہو وہ قرآن مجید پارہ ۱۵ ع ۱۶ میں دیکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جسے ہمنے اپنے پاس سے رحمت دی (رحمت سے مراد ولایت ہے۔ خضر علیہ السلام ولی تو بالیقین ہیں۔ مگر ان کی نبوّت میں اختلاف ہے) اور اسے

علم لدنی عطا کیا۔ (مفسرین نے فرمایا ہے کہ علم لدنی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو اور یہ غیوب کا علم ہے) اس سے (خضر علیہ السلام سے) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں۔ اس شرط پر کہ تم مجھے سکھاؤ گے نیک بات جس کا کہ تمہارے پاس علم ہے (اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہمیشہ اِس علم باطنی کی طلب میں رہنا چاہئے خواہ وہ دوسرے علموں میں کتنا ہی بڑا عالم ہو) کہا (خضر علیہ السلام نے) آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ کہ آپ میں اتنا صبر نہیں ہے (حضرت خضر نے یہ اس لئے کہا کہ وہ جانتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام امور منکرہ و ممنوعہ دیکھیں گے تو صبر نہ کریں گے کیونکہ انبیا علیہم السلام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ منکرات دیکھ کر صبر کر سکیں۔ پھر حضرت خضر نے اس ترک صبر کا عذر بھی خود ہی بیان فرما دیا) اور اسباب پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا عنقریب اللہ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے۔ اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں نگا (خضر علیہ السلام نے) کہا اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا۔ جب تک کہ میں خود اُس کا ذکر نہ کروں (اس سے معلوم ہوا کہ مرید اور شاگرد کے آداب میں سے ہے۔ کہ وہ پیر اور اُستاد پہ زبان اعتراض مت کھولیں اور منتظر رہیں۔ کہ وہ خود ہی اسکی حکمت ظاہر فرما دیں) اب دونوں چلے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے۔ خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ ڈالا۔ مگر کشتی میں پانی نہ آیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ کیا تم نے اس لئے تختہ اکھاڑا ہے کہ یہ سب لوگ غرق ہو جائیں۔ بے شک یہ تم نے بہت بُری بات کی ہے۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ موسےٰ علیہ السلام نے کہا میں بھول گیا۔ پھر دونوں چلے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ بہت بڑا ہے۔ کہ آپ نے ناحق قتل کر دیا۔ خضر علیہ السلام بولے۔ کیا! میں نے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اس کے بعد اگر میں آپ کی بات میں دخل دوں تو پھر میرے

ساتھ نہ رہنا۔ بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔ پھر دونوں چلے۔ ایک گاؤں آیا وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا تو کسی نے نہ دیا۔ پھر اس گاؤں میں ایک دیوار تھی جو گرنے کے قریب تھی۔ خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ کہ اس سے کھانا کھا سکتے۔ ایسے بخیل لوگوں کی مفت دیوار بنا دی۔ غلطی کی۔ خضر علیہ السلام نے کہا اب میری اور آپ کی جدائی ہے۔ مگر میں آپ کو ان باتوں کے جواب دیتا ہوں۔ جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ کشتی جو تھی بڑے غریب آدمیوں کی تھی میں نے اسکو عیب دار کر دیا۔ کہ بادشاہ ہر ثابت کشتی کو زبردستی چھین رہا ہے۔

اور وہ جو لڑکا تھا اُسکے ماں باپ مسلمان تھے۔ تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ انکو سرکشی اور کفر پر نہ چڑھاوے (تفسیر جمل میں ہے کہ خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کا کندھا توڑ کر اسکا گوشت چیر کر دکھایا۔ کہ اسکے اندر لکھا ہوا تھا یہ کافر ہے اللہ پر کبھی ایمان نہ لائے گا) تو ہم نے چاہا کہ ان کا رب ان کو اس سے بہتر بچہ جو گناہوں اور نجاستوں سے پاک اور ستھرا ہو عطا فرمائے۔

اور وہ جو دیوار تھی دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا۔ وہ نیک باپ کے بیٹے تھے۔ تو اللہ نے چاہا کہ جب یہ جوان ہوں گے اس وقت یہ اپنا خزانہ نکال لیں گے۔ ابھی اسکو اس دیوار کے نیچے محفوظ کر دیا جائے۔ یہ سب میرے رب کی رحمت ہے۔ اور جو کچھ میں نے کیا ہے اپنے حکم سے نہیں کیا بلکہ الہام خداوندی سے کیا ہے۔ یہ پھیر ہے ان باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

علی جو اولیا کے کام اور باتوں میں حکمت ہے
زمانے کی عقل اس بھید کے پانے سے قاصر ہے
پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ٭ صحابہ کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ہفتم

ولایت کے متعلق عقائد کے بیان میں

ولایت ایک قرب خاص ہے۔ کہ مولےٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے۔ اور یہ ایک وہبی شے ہے۔ تا یہ کہ اعمال شاقہ سے آدمی خود حاصل کرے۔ اور نہ کسی بڑی قابلیت علمی پر منحصر ہے۔

دادِ حق را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرطِ قابلیت دادِ حق

البتہ غالباً اعمال حسنہ اس عطیۂ الٰہی کے لئے ذریعہ ہو جاتے ہیں۔ اور بعض پیدائشی ولی ہوتے ہیں ان کو ابتداءً ولایت مل جاتی ہے۔

بے علم کو ولایت نہیں ملتی۔ خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو۔ یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے اللہ تعالےٰ نے اسپر علوم منکشف کردئے ہوں۔

تمام اولیاء اولین و آخرین سے اس امت کے ولی افضل ہیں۔ اور پھر اس امت کے ولیوں میں سے سب سے بڑھ کر معرفت و قرب حق تعالےٰ کا حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حاصل ہے۔ ان کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اُن کے بعد حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہما کو ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کمالات نبوت کی طرف حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو۔ اور کمالات ولائت کی طرف مولیٰ علی کرم اللہ وجہٗ کی جناب کو متقرر فرمایا ہے۔ اور تکمیل کے اختیارات انکے سپرد کردئے ہیں۔ تو جملہ اولیاء مابعد نے مولےٰ علی ہی کے گھر سے یہ نعمت پائی اور انہیں کے دست نگر تھے۔ اور ہیں اور رہینگے۔ طریقت شریعت کی دشمن نہیں ہے۔ بلکہ وہ شریعت کا ہی ایک باطنی حصہ ہے۔ بعض جاہل فقیر جو یہ کہدیا کرتے ہیں۔ کہ طریقت اور ہے شریعت اور۔ یہ محض گمراہی ہے

اور اس باطل خیال کی وجہ سے اپنے آپکو شریعت کے سے آزاد سمجھنا صریح کفر و الحاد ہے۔ شریعت کے حکموں کی پابندی سے کوئی ولی چاہے کتنا ہی بڑا ہو بری نہیں ہو سکتا۔ بعضے جاہل جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ شریعت فقط ایک راستہ ہے اور راستے کی ضرورت ان کو ہے جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں ہم تو پہنچ گئے ہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے صَدَقُوْا لَقَدْ وَصَلُوْا وَلٰکِنْ اِلٰی اَیْنَ اِلَی النَّار یعنی وہ سچ کہتے ہیں بیشک وہ پہنچے مگر کہاں! جہنم میں۔

البتہ اگر مجذوبیت سے عقل تکلیفی کھوئی گئی ہو جیسے غشی والا۔ تو اس سے قلم شریعت اٹھ جائے گی مگر یہ بھی سمجھ لو کہ جو اس قسم کا ہوگا۔ اسکی ایسی باتیں نہیں ہونگی۔ وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا۔

اولیاء کرام کو اللہ تعالےٰ نے بہت بڑی طاقت دی ہے۔ یہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب ہیں۔ ان کو اختیارات تصرفات حضور کی نیابت میں ملتے ہیں۔ سیاہ و سفید کے مالک بنا دئے جاتے ہیں۔ اور علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں بہت کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ اور لوح محفوظ پر اطلاع دیتے ہیں مگر یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور عطاء سے ہوتا ہے۔

کرامت اولیاء حق ہے۔ اس سے انکار کرنے والا گمراہ ہے۔ مردہ کو زندہ کرنا اور اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا۔ مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا یہ اولیاء سے ممکن ہے۔ اولیاء سے استمداد و استعانت محبوب ہے یہ مدد مانگنے والوں کی مدد فرماتے ہیں۔

رہا ان کو فاعل مستقل جاننا یہ وہابیہ کا فریب ہے۔ مسلمان کبھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ مسلمان کے فعل کو خواہ مخواہ قبیح صورت میں ڈھالنا وہابیت کا خاصہ ہے۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری مسلمان کے لئے برکت وسعادت کا باعث ہے۔ ان کو دور و نزدیک سے پکارنا سلف الصالحین کا طریقہ ہے۔ اولیاء کرام اپنی

قبروں میں حیات ابدی کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کا علم وادراک ور سننا اور دیکھنا پہلے کی نسبت زیادہ قوی ہوجاتا ہے۔ انہیں ایصال ثواب نہایت موجب برکات و امر مستحب ہے۔ اِسے عرفاً براہِ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں۔ ان میں خصوصاً گیارھویں شریف سرکار بغداد محبوب سبحانی حضرت غوث الثقلین کی بہت بڑی برکت کی چیز ہے۔

تصرف اولیاء کا ہے وسیع اتنا علی لیکن
زمانے پر یہ اپنے کاموں کو ظاہر نہیں کرتے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ٭ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ہشتم

حیات اولیاء اللہ کے بیان میں

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت کے حکم کے مطابق انبیاء علیہم السلام پر موت آتی رہی ہے مگر یہ حالتِ موت صرف ایک آن کے لئے ہی ہے کہ موت کا وعدہ پورا ہو جائے بعد ازاں تمام انبیاء علیہم السلام کے روح اور جسم دونوں زندہ ہیں۔

انبیاء کے بعد دوسرا درجہ اولیاء کرام کا ہے۔ اولیاء کرام کو آزادی کی زندگی مل جاتی ہے۔ اور ان کو تصرف و اختیارات عطا فرمادئے جاتے ہیں۔

ان کے بعد تیسرا درجہ شہیدوں کا ہے۔ یعنی شہید لوگ انبیاء اور اولیاء کے طفیلی ہیں۔ نبی اور ولی کے درجے کے مقابلہ میں شہید کا درجہ ادنیٰ درجہ ہے۔

اب میں قرآن مجید سے شہید کی زندگی ثابت کرتا ہوں جب اِس ادنیٰ اور طفیلی کی زندگی ثابت ہو جائے گی۔ تو پھر نبی اور ولی جو کہ اعلےٰ درجہ والے ہیں ان کی زندگی خود بخود ثابت ہو جائے گی۔

قرآن مجید پ۲ پارہ ع میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

يُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ ترجمہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں یعنی ان کی زندگی کو سمجھنے سے تمہاری عقل عاجز ہے۔

قرآن مجید پ ۴ ع ۸ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ ترجمہ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔ اہل فہم تو مسئلہ خوب سمجھ گئے لیکن منکرین پھر بھی یہ کہدیں گے کہ یہ تو صرف شہیدوں کی زندگی کا ثبوت ہے۔ ان کو یہ خبر نہیں۔ کہ حدیث شریف میں تو فرمایا گیا ہے کہ جو ڈوب کر مرے یا کوئی جل کر مرے۔ طاعون کی بیماری سے مرے۔ عورت زچگی کی حالت میں مرے۔ یا کوئی طالب علمی کی حالت میں مرے۔ یا اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا چوروں کے ہاتھوں مرے۔ یہ سب کے سب شہید ہیں۔ یہاں پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے ایسے معمولی لوگوں کو تو زندہ مانتے ہیں۔ تو کیا! اگر وہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ان لوگوں سے بھی پیچھے ہے۔ حالانکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر و اُحد سے واپسی کے موقعہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰى جِهَادِ الْاَكْبَرِ ط ترجمہ:۔ اب رجوع کیا ہے ہم نے چھوٹے جنگ سے بڑے جنگ کی طرف۔

دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے مسلمانوں کو لے کر ہزارہا کفار سے جو جہاد کیا ہے اسکو فرمایا ہے جہاد اصغر یعنی چھوٹا جنگ۔ اور گوشہ میں بیٹھ کر نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے کو فرمایا ہے جہاد اکبر یعنی بڑا جنگ۔

تو ثابت ہو گیا۔ کہ یہ اللہ تعالےٰ کے عاشق جو کہ ہر وقت مجاہدہ نفس کرنے والے ہیں۔ ان کا جہاد نفس جہاد اکبر ہے۔ تو ان کشتگان عشق کا جس طرح جہاد اکبر ہے۔ اسی طرح شہادت بھی اکبر ہوئی۔ پس جس نے ان مجاہدین کو زندہ اور شہید اکبر نہ مانا۔ اس نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ سے ڈوب کر مرنے والوں اور چوروں کے ہاتھوں سے مرنے والوں کو بڑھا دیا۔ تو یہ کفر ہوا۔ شریعت میں ثواب بقدر محنت ہے۔ جہاد اصغر والے تو ایک گھڑی پل لڑ کر شہید ہو جاتے ہیں۔ مگر جہاد اکبر والے ہمہ وقت میدان کارزار میں رہتے ہیں۔

لہذا ثابت ہو گیا۔ کہ ہر دم مجاہدہ کرنے والے خواہ کسی طرح بھی فوت ہوں یہ شہید اکبر ہیں۔ یہ ایک آن کے لئے موت کا ذائقہ چکھتے ہیں۔ اور اس مکان سے دوسرے اعلیٰ مکان میں تبدیل ہو کر بہتر زندگی پاتے ہیں۔

دوسرے شہیدوں کا رتبہ اللہ کے ولی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ وہی بڑھ سکتا ہے جو ولی بھی ہو اور شہید بھی۔ جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ ولی بھی ہیں اور شہید بھی ان کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔

ولائت اور شہادت میں فرق بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صرف اکیلی ولائت کے مرتبے کو کسی اور کی ولائت اور شہادت دونوں مل کر بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خواہ ظاہر میں شہید نہیں ہوئے مگر مجاہدہ نفس کی وجہ سے شہید لاثانی ہیں۔ ان جناب کے حضور میں تمام مراتب گم ہیں۔ افسوس ہے ان لوگوں کی قسمت پر جو اللہ والوں کے حق میں کہتے ہیں۔ کہ وہ مر کر مٹی ہو چکے ہیں۔ ان بدنصیبوں کی نظر مٹی پر ہی رہی کاش کہ ان کو روحانیت سے کچھ مناسبت ہوتی۔ اگر یہ نہیں تھا تو حدیث معراج شریف کو ہی غور سے دیکھتے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ معراج جاتے وقت مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء نے میری اقتدا کی میرے پیچھے نماز پڑھی اور فرماتے ہیں کہ معراج جاتے ہوئے مجھے آواز آئی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ وَیَا آخِرُ۔ تب میں نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ سلام کہنے والے کون بزرگ ہیں۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ آپ کے جدِ امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۶ جلد دوم میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ برزخ صغریٰ چونکہ ایک جہت سے دنیاوی وطنوں میں سے ہے۔ اس لئے ترقی کی گنجائش رکھتا ہے اس مقام کے احوال مختلف اشخاص کے حالات پر نظر کرنے کے باعث باہم بڑا فرق رکھتے ہیں۔ اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقَبْرِ۔ ترجمہ انبیا اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات جب موسیٰ کلیم اللہ کی قبر شریف پر سے گذرے۔ تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو وہاں پایا۔ اس مقام کے معاملات نہایت عجیب غریب ہیں۔ آج کل فرزند اعظم مرحوم کی تقریب پر اس مقام کی طرف بہت نظر کی جاتی ہے۔ اس لئے نہایت ہی عجیب و غریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر ان کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جاوے۔ تو بڑے فتنے پیدا ہو جائیں۔ اگرچہ جنت کا چھت عرش مجید ہے لیکن قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ عقل کوتاہ اندیش باتوں کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ اور ہی آنکھ ہے جو اس قسم کی عجوبہ باتوں کو دیکھتی ہے:

اے علی اولیاء مرتے ہیں ایک آن کے لئے
پھر یہ بادشاہی زندگی میں بدل جاتے ہیں

پنجتن پاک پہ بھیج اے اللہ درود وسلام ٭ صحابا کرام اور آل ازداج پر بھی مدام

فصل نہم

اولیاء اللہ سے استمداد کا بیان

پہلے اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت پیش کرتا ہوں اسکے بعد نقلی ثبوت بھی لاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ تم کو سعادت بخشے جان لو کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے۔ اور یہاں کے

کاروبار۔ اُس عالم کے کاروبار کا پتہ دیتے ہیں۔ دیکھو جیساکہ قرآن مجید میں حشر و نشر۔ اور اپنی الوہیت کو دنیاوی مثالوں سے ثابت فرمایا ہے۔

مثلاً فرمایا ہے کہ خشک زمین پر بارش برستی ہے۔ تو پھر وہ سبزہ زار بن جاتی ہے۔ اسی طرح ہم بے جان جسموں کو دوبارہ حیات بخشیں گے۔

نیز فرمایا ہے۔ کہ جیسا تم گوارہ نہیں کرتے۔ کہ تمہارے غلاموں میں سے کوئی غلام اُٹھ کر تمہارا شریک بن بیٹھے۔ تو پھر ہماری بادشاہی میں بتوں اور شیطانوں کو کیوں شریک بناتے ہو۔ ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ظاہری کاروبار باطنی کاروبار کا نمونہ ہیں

اب ظاہری دنیا میں تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمے بنا دیتے ہیں۔ اور ہر محکمہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھے جاتے ہیں۔ کوئی افسر اور کوئی ماتحت۔ پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کیا جاتا ہے اور ہر کام بادشاہ کی مرضی اُسکی منشا سے ہی ہوتا ہے۔ اسکی وجہ یہ نہیں ہوتی۔ کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے۔ نہیں بلکہ رعب شاہی کا تقاضا ہے۔

حالانکہ بادشاہ خود پانی پی سکتا ہے۔ اپنی اکثر ضروریات زندگی خود انجام دے سکتا ہے۔ لیکن اصول سلطنت کا یہی تقاضا ہے۔ کہ ہر کام خدام سے لیا جائے۔

اور رعایا کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حُکام کی طرف رجوع کیا کرو۔ بیماری کے وقت شفاخانہ میں جاکر علاج کراؤ۔ مقدمات میں کچہری جاکر وکیلوں کے ذریعہ جج سے فیصلے کراؤ وغیرہ وغیرہ۔ تو اب اپنی مصیبتوں کے وقت رعایا کا ان حاکموں کی طرف جانا جن کو کہ بادشاہ نے مقرر کیا ہے۔ بالکل درست ہے اسمیں بادشاہ کی کوئی بغاوت نہیں بلکہ یہ اسکی منشا کے مطابق ہے۔ کہ اسنے ان لوگوں کو اسی لئے ہی مقرر کیا ہوا ہے۔ کہ لوگ اُن سے مدد لیں

ہاں اگر کوئی کسی دوسرے غیر کو۔ جو کہ بادشاہ کا دشمن ہو۔ یعنی ڈاکو یا باغی کو اپنا حاکم بناکر اس سے مدد طلب کرے تو بے شک یہ جرم ہے۔

کیونکہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑ کر۔ باغیوں کو اپنا مددگار بنایا۔ بادشاہ کے

ساتھ بغاوت ہے۔ دشمنی ہے۔ جب اس بات پر غور کروگے۔ تو سمجھ آجائے گی۔ کہ یہی طریقہ سلطنت الہیہ کا ہے۔ کہ وہ قادر ہے۔ اگر چاہے تو دنیا کا ہر چھوٹا بڑا کام اپنی قوت سے خود ہی پورا فرمائے۔ مگر ایسا نہیں۔ بلکہ انتظام عالم کے لئے فرشتے وغیرہم کو مقرر فرمایا ہے۔ اور ان کے علیحدہ علیحدہ محکمے کردئے ہیں۔

جان نکالنے والوں کا ایک محکمہ بنایا جس کے افسر اعلےٰ عزرائیل ہیں۔ اسی طرح انسان کی حفاظت کرنے اور رزق پہنچانے والے فرشتے اور ہیں۔ بارش برسانے والے اور۔ ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانے والے اور۔

اس جہان کے فنا ہونے کے وقت اور دوبارہ مردوں کو زندہ کرنے کے لئے صور پھونک کر قیامت قائم کرنے کا کام حضرت اسرافیل کے سپرد کیا۔

پھر روز جزا جنت و دوزخ کا انتظام کرنا غرضیکہ دنیا و آخرت کے کام ملائکہ میں تقسیم فرمادئے ہوئے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبول انبیاء اولیاء کو بھی اختیارات خصوصی عطا فرما کر عالم کا انتظام ان کے سپرد کر دیا ہے۔

کتب تصوف کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اولیاء کے کتنے طبقات ہیں اور ان کے ذمہ کون کون سے کام ہیں۔ اسکی وجہ یہ نہیں کہ رب محتاج ہے۔ نہیں بلکہ آئین سلطنت کا تقاضہ یہی ہے۔ جیسا کہ خانہ کعبہ میں تین سو سال تک بت رہے۔ رب نے دور نہ کئے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے بتوں کو دور کر دیا

تو کیا! اللہ تعالےٰ کمزور تھا۔ کہ اپنے گھر سے یہ نجاست دور نہ کرسکا نہیں خدا کمزور نہیں تھا۔ بلکہ نظام سلطنت اسی طرح قائم کیا ہے۔

اب یہاں پر اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا نقلی ثبوت لاتا ہوں

قرآن مجید پ ۳ ع ۱۳ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ ط قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ج یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کون ہے۔ جو مدد کرے میری اللہ کے راستے پر۔ تو کہا حواریوں نے ہم مددگار ہیں اللہ کے۔ یعنی اللہ کے

دین کے۔ یہاں پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا حواریوں سے خطاب کر کے مدد طلب فرمانا اللہ کے پسندیدہ لوگوں سے مدد مانگنے کو جائز ثابت کر گیا ہے۔

(۲) پ ۶ ع وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۰ ترجمہ مدد کرو ایک دوسرے کی اوپر نیک کاموں کے اور تقویٰ کے اور نہ مدد کرو کسی کی اوپر گناہ کے اور زیادتی کے۔

اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) پ ۲۶ ع ۵ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ۔ ترجمہ اگر مدد کرو گے تم اللہ کی (اللہ کے دین کی) تو اللہ مدد کرے گا تمہاری۔

اس آیت میں خود اللہ نے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی ہے۔

(۴) تفسیر کبیر پ ۱۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ کی تفسیر میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے یعنی راستہ بھول جائے تو پکارے کہ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ۔

ترجمہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔

تو اس کو راستہ مل جائے گا اور گمی ہوئی چیز بھی مل جائے گی۔

(۵) تفسیر کبیر جلد سوم پ ۷۔ سورہ انعام۔ زیر آیت وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۰ کے لکھا ہوا ہے۔ وَثَالِثُهَا الْاَنْبِيَاءُ وَهُمُ الَّذِيْنَ اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْعُلُوْمِ وَالْمَعَارِفِ مَا لِاَجْلِهٖ يَقْدِرُوْنَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِيْ بَوَاطِنِ الْخَلْقِ وَاَرْوَاحِهِمْ وَاَيْضًا اَعْطَاهُمْ مِنَ الْقُدْرَةِ وَالْمُكْنَةِ مَا لِاَجْلِهٖ يَقْدِرُوْنَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِيْ ظَوَاهِرِ الْخَلْقِ۔ ترجمہ۔ تیسرے ان سے انبیاء ہیں۔ یہ وہ حضرت ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے علوم اور معارف اس قدر عطا کر دئے ہیں کہ جس سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کے ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں۔ اور ان کو اس قدر اختیار اور قوت دی گئی ہے۔ کہ جس سے وہ مخلوق کے ظاہر پر بھی تصرف کر سکتے ہیں۔

(۶) حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارۃ قبور میں ہے۔ وَاَمَّا الْاِسْتِمْدَادُ بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ فِيْ غَيْرِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْاَنْبِيَاءِ فَقَدْ اَنْكَرَهٗ كَثِيْرٌ مِّنَ الْفُقَهَاءِ وَاَثْبَتَهُ الْمَشَائِخُ الصُّوْفِيَّةِ وَبَعْضُ الْفُقَهَاءِ۔ قَالَ اِمَامُ الشَّافِعِيُّ قَبْرُ مُوْسَى الْكَاظِمِ تِرْيَاقٌ مُجَرَّبٌ لِاِجَابَةِ الدُّعَاءِ۔ وَقَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِيُّ مَنْ يُسْتَمَدُّ فِيْ حَيَاتِهٖ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ۔ یعنی نبی علیہ السلام و دیگر انبیاء کے علاوہ اور دوسرے اہل قبور سے مدد مانگنے کا بہت فقہا نے انکار بھی تو کیا ہے مگر تمام مشائخ صوفیہ نے اور بعض فقہا نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اہل قبور سے مدد مانگنا جائز ہے۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس سے زندگی میں مدد مانگنا جائز ہے۔ اس سے بعد وفات بھی مدد مانگنا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے لئے آزمودہ تریاق ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول نے امام غزالی کی تائید کر کے مسئلہ بالکل صاف کر دیا۔ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی وفات کے بعد ان کی قبروں پر دعا مانگنے سے حاجت روا ہو جانا حق اور درست ہے۔

اس تمام عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا دوسرے نبیوں سے مدد مانگنے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں مگر دوسرے اولیاء کی قبروں سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے۔ علماء ظاہر (جو کہ علم باطنی سے بے خبر رہے ہیں) نے انکار کیا ہے مگر صوفیائے کرام اور فقہا اہل کشف نے جائز فرمایا ہے۔

یہ لوگ خود امدادیں چاہتے رہے ہیں اور انکی مشکلیں حل ہوتی رہی ہیں۔ اور ان کی نظروں نے گروہ اولیاء کو باطن میں سلطنتیں کرتے دیکھ لیا ہے۔ اسی واسطے وہ کسی شیطان کے دھوکے میں نہیں آسکتے۔

(۷) شب معراج پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ واپس آتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے تو حضور نے ان سے پچاس نمازوں

کا ذکر فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پچاس نمازوں کا ادا کرنا اُمت پر بہت دشوار ہوگا۔ واپس جا کر کم کراؤ۔ حضور واپس گئے کچھ کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے حضور کو واپس کیا تو حضور کچھ اور کم کرا آئے۔ غرض اسی طرح موسیٰ علیہ السلام بار بار واپس کرتے رہے اور نمازیں کم ہوتی گئیں۔ آخر پچاس سے پانچ رہ گئیں۔

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس جہان سے تشریف لے گئے ہوئے کئی ہزار سال گذر چکے ہوئے تھے۔ مگر شب معراج ہمارے لئے کیسی کوشش سے مدد فرمائی ہے۔ کہ پچاس نمازوں کی پانچ ہوگئیں۔ اور جو کوئی پانچ پڑھے گا اسکو تو اب پچاس کا ہی ملے گا۔ یہ لوگ اس طرح امداد فرمایا کرتے ہیں۔

(۸) کتاب صراط مستقیم دوسری ہدایت کا پہلا افادہ صفحہ ۶۰ میں مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے۔ اور وہ آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولائت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور ان ہی جیسے باقی اختیارات آپ کے زمانے سے لیکر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپکو دخل ہے جو کہ عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

اس عبارت سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ سلطنت امیری ولایت غوثیت وغیرہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار سے ملتی ہے۔

(۹) رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ وَالْحَاکِمُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَبْدَالُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ بِھِمْ تَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِھِمْ تُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ تُنْصَرُوْنَ۔ ترجمہ ابدال میری امت میں تیس ہیں۔ انہیں سے زمین قائم ہے۔ انہیں کے سبب تم پر مینہ برستا ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔ اَلطَّبَرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ۔

(۱۰) جو لوگ اولیاء اللہ سے دشمنی رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میرے اولیا سے دشمنی کرنے والو! تم آؤ میرے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یہ صحیح احادیث سے ہے جو کہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری شریف آئی ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالےٰ قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْئٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِہَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِہَا اِنْ سَئَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ۔ ترجمہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جو کوئی میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے۔ میں اسکو خبر دیتا ہوں کہ میرے ساتھ لڑنے کی تیاری کرے۔ اور جن چیزوں کو میں نے اپنے بندے پر فرض کیا ہے اس سے بڑھ کر کسی محبوب چیز سے میری طرف میرا بندہ تقرب نہیں کر سکتا۔ اور نوافل سے میرا بندہ مدام تقرب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں اسکو چاہنے لگتا ہوں پس میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جن سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں یقیناً اسکو دیتا ہوں۔

پس ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا دیکھنا۔ سننا۔ چلنا پکڑنا اللہ تعالےٰ کا دیکھنا سننا پکڑنا چلنا ہے۔ اور ان کا دینا اللہ تعالےٰ کا دینا ہے۔ ان سے مانگنا اللہ سے مانگنا ہے۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ

جنہوں نے نبی کی پیروی کی نبوت کی برکت سے ان کو اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور معرفت حاصل ہو گئی۔ ولایت کا رتبہ عطا ہوا۔ ان کے دل اللہ کے نام سے زندہ ہو گئے اللہ تعالےٰ نے ان پر راضی ہو کر اپنی نعمتیں انعام فرمائیں۔ اپنے پاس سے ان کو اختیارات

بخشدئے ہیں۔ کہ جو کوئی ان سے امداد چاہتا ہے۔ یہ اسکی امداد فرماتے ہیں۔ اسکی بلائیں رد کر دیتے ہیں۔ اسکے دشمنوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ دستگیری کرکے منازل ولائت طے کرا دیتے ہیں۔ بغیر ان کی سفارش کے کسی کو بھی قرب حق حاصل نہیں ہوتا۔

بے عنایت حق و خاصانِ حق

گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

یہ اولیاء کرام اللہ کے خزانوں سے ہی اللہ کے دئے ہوئے اختیارات سے دیتے اور دلاتے ہیں۔ رضا حق کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ دنیا کے بادشاہوں کا مرتبہ انکے سامنے کچھ بھی نہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے بڑی بڑی طاقت بخشی ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد انکے مراتب اور بلندی کو جاتے ہیں۔ ان کا مرنا ایسا ہے جس طرح کوئی شخص ایک مکان سے کسی دوسرے اعلیٰ مکان میں چلا جائے۔ یہ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ اپنے پاس سے اختیار و انعام عطا فرماتا ہے۔ ان کو قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ اس قدر پیار ہے کہ تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ہر نماز میں کہو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ ترجمہ۔ جن لوگوں کو تو نے (اے اللہ) انعام دیا ہے ہمکو بھی انہیں کے راستے پر چلا۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مراد ہیں نبی۔ ولی۔ شہید۔

اور جنہوں نے شیطان کی پیروی کی شیطان نے ان کو بتوں کی پرستش میں لگا دیا یہ مشرک ہوئے اور ان کے ساتھ ہی دوسرے بدنصیب جن کا انعمت علیہم کی عزت پر حملے کرنے کی وجہ سے شائد مشرکوں کے ساتھ حشر ہونا ہے یہ اس وقت تو اپنے آپ کو مواحد اور عالم کہلاتے ہیں۔ سب سے پہلا مواحد ہونے کا دعویدار ان کا بابا شیطان تھا مگر حقیقت میں وحدہٗ لاشریک کا نافرمان تھا۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کے دل مردہ ہو گئے ہیں۔ ان کو دنیا میں غرور اور تکبر نصیب ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہوا یہ مرنے کے بعد باندھ دئے جاتے ہیں۔ ان شیطان پرست اور بت پرستوں کے نصیب میں پھر ہمیشہ کا عذاب ہے اور پھر یہ اپنے اوپر سے مکھی بھی نہیں اڑا سکتے۔ یہ جن پر اللہ تعالےٰ ناراض ہوا۔ ان کو قرآن مجید میں فرمایا ہے مغضوب اور ضال۔ اللہ تعالےٰ نے سب مسلمانوں کو حکم

دیا ہے۔ کہ ہر نماز میں پڑھو غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ ترجمہ۔ ہم کو بچانا (اے اللہ) ان لوگوں کے راستے سے جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہو گئے۔ مغضوب اور ضال سے مراد ہیں شیطان۔ بُت۔ مشرک۔ کافر۔ انعمت علیہم کے دشمن۔ پس جو کوئی بُت اور شیطان سے امداد چاہے وہ مشرک ہے اسپر اللہ تعالےٰ کا غضب ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کلام میں فرمایا ہے۔ کہ مشرک کی بخشش ایسی مشکل ہے۔ جیسا کہ سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا گذرنا مشکل ہے۔

اللہ کے باغی شیطان لعین سے اور اسکے ساتھ کے بتوں وغیرہ مغضوبوں سے امداد چاہنا اس وجہ سے حرام ہے کہ اللہ سے ان کو یہ اختیارات ملے ہی نہیں۔ دوسرا ان میں وہ روح نہیں ہے جسکو خوشنودئ حق حاصل ہو سکے۔

اور انعمت علیہم سے جو امداد ملتی ہے وہ اللہ تعالےٰ ہی کی امداد ہے۔ اللہ نے خود ہی ان کو اپنے پاس سے یہ اختیارات عطا فرمائے ہوئے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا کر کے کام کراتے اور کرتے ہیں۔

علیؔ جو مانگے مشرک ہے بُت کافر سے شیطاں سے
مگر ان اولیاء حق سے مدد جائز ہے جائز ہے

پنجتن پاک پہ بھیج اے اللہ درود و سلام ٭ صحابہ کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل دہم

اولیاء اللہ کے مزاروں پر جانے کے بیان میں

ابن ماجہ اور مشکوٰۃ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنْتُ نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا تُزَهِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ۔ ترجمہ جناب رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے پہلے تمہیں کسی مصلحت کے واسطے زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ اب میں تمکو حکم دیتا ہوں۔ کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ ان کی زیارت دنیا میں زہد اور آخرت کی یاد کا سبب ہے۔ یہ حکم عام لوگوں کی قبروں کی زیارت کے لئے فرمایا ہے۔ کہ قبروں پر جانا دنیا میں زاہد بناتا ہے۔ اور یاد آخرت کا فائدہ دیتا ہے۔ اور سنت رسول اللہ ہے۔

تو پھر خاصانِ حق کے مزاروں پر جانا کس قدر اولیٰ تر اور فائدہ بخش ثابت ہوگا۔

قبروں والے سلام کا جواب دیتے ہیں

ذکرہ الامام سیوطی فی شرح الصدور۔ والفاضل الزرقانی فی شرح المواہب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الْمُؤْمِنِ کَانَ یَعْرِفُهٗ فِی الدُّنْیَا فَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَرَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کی قبر پر سے گذرے اور قبر والے کو سلام کرتا ہے۔ تو وہ اسکو جواب دیتا ہے۔ اور اگر وہ اس دنیا میں پہچانتا تھا تو اب بھی پہچانتا ہے (ازحیات الاموات فی سماع الاموات)

صاحب قبر اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں

ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان۔ محمد بن واسع فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے۔ اَنَّ الْمَوْتٰی یَعْلَمُوْنَ بِزُوَّارِهِمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَوْمًا قَبْلَهٗ وَیَوْمًا بَعْدَهٗ۔ مردے اپنے زائروں کو جانتے اور پہچانتے ہیں جمعہ کے روز اور ایک دن اس سے پہلے اور ایک دن اس سے بعد۔ تنبیہ اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دنوں میں ان کے علم وادراک کو خصوصیت کے ساتھ زیادہ وسعت دی جاتی ہے۔ یعنی جو معرفت وشناسائی انہیں ان ایام میں ہوتی ہے وہ اور دنوں سے بیش افزوں ہے۔ نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم ادراک کے ہیں۔ چنانچہ اس سے پہلی حدیث میں یہ علم وعرفان وادراک مطلق مذکور ہو چکا ہے (ازحیات الاموات)

میت بعد دفن لوگوں کے واپس لوٹنے کو جانتی ہے۔

صحیح مسلم وبخاری وابوداؤد وترمذی

والنسائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَیِّتَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِہِمْ اِذَا انْصَرَفُوْا یعنی ارشاد فرمایا مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں تو بیشک وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (از سماع الاموات)

کافر مردے بھی سنتے ہیں

متفق علیہ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے۔ قَالَ ذَکَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ مُّخْبِثٍ وَکَانَ اِذَا ظَہَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَۃِ ثَلٰثَ لَیَالٍ فَلَمَّا کَانَ بِبَدْرٍ الْیَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِہٖ فَشُدَّ عَلَیْہَا رَحْلُہَا ثُمَّ مَشٰی وَاتَّبَعَہٗ اَصْحَابُہٗ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَۃِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْہِمْ بِاَسْمَائِہِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِہِمْ یَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ اَیَسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَہَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا تُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَہَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْہُمْ مَا اَقُوْلُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْہُمْ وَلٰکِنْ لَّا یُجِیْبُوْنَ ہ ترجمہ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن چوبیس سرداران قریش مقتولین کے لئے حکم فرمایا کہ ان کی لاشیں کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دی جائیں۔ تو بدر کے ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دی گئیں۔ حضور نے بعد فتح بدر کے میدان میں تین روز قیام فرمایا۔ تین روز کے بعد روانگی کا حکم فرمایا۔ جب کجاوے کس گئے تو حضور چلے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ چلے۔ جب اس اندھے کنوئیں کے قریب پہنچے جس

میں کفار کی لاشیں پڑی تھیں۔ کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہو کر حضور نے ان لاشوں کو اس طرح پکارا فلاں بن فلاں اے فلاں بن فلاں کیا! اب پسند آیا تمہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ بیشک ہم نے پالیا جو ہمارے ساتھ ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا۔ کیا! تم نے بھی سچ پایا جو کچھ تم سے تمہارے خدا نے وعدہ کیا تھا۔ تو اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ حضور آپ ان مردہ جسموں سے کلام فرماتے ہو کہ جن میں روح نہیں ہے۔ کیا! یہ سنتے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ میں ان کو کہہ رہا ہوں اسکو وہ ایسا سن رہے ہیں۔ کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔

حضرت جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِیْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰہ عَلَيْهِ وسلم وَاِنِّیْ وَاضِعُ ثَوْبِیْ فَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَیَّ ثِيَابِیْ حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ۔ فرماتی ہیں کہ میں اس حجرہ میں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔ پہلے بغیر کپڑا اوڑھے چلی جاتی تھی اور دل میں کہتی تھی کہ پردہ کس سے یہاں میرے خاوند ہیں (یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے ابا جان ہیں (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) جب سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ دفن ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم پھر میں عمر رضی اللہ عنہ کے حیاء کے سبب بغیر پردہ کئے کبھی روضہ مبارک میں نہ گئی (رواہ احمد مشکوٰۃ)

مزار شریف پر جانے کا فائدہ

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَمَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جو کوئی حج کرے اور میری قبر کی زیارت کرے۔ تو ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

جو کوئی میری قبر کی زیارت کریگا۔ اسکی میں ضرور شفاعت کروں گا۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر متواتر کئی سال تک جاتے رہے۔ خرقان سے روضہ مبارک تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ عشا پڑھ کر روضہ مبارک کی طرف روانہ ہو جاتے تھے اور صبح کی نماز کو واپس آ جاتے۔ جبتک روضہ شریف نظر آتا رہتا اُسکی طرف پُشت نہیں کرتے تھے بلکہ پیپا لوٹتے تھے۔ جب دور نکل جاتے پھر سیدھے ہو کر چلتے۔

ایک روز روضہ مبارک سے آواز آئی۔ کہ اے ابوالحسن جاؤ اب تم خلقت کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلاؤ۔ عرض کی کہ میں تو کچھ بھی پڑھا ہوا نہیں۔ آواز آئی کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو علم دے دیا ہے۔ چنانچہ خرقان پہنچنے تک تمام علوم دل پر منکشف ہو گئے۔

آپکے مدارج کا حال اور محبت آمیز اور پُر از ناز کلمات جو اللہ کے ساتھ ہوئے ہیں۔ جابجا کتابوں میں درج ہیں آپ اپنے وقت کے اولیاؤں میں سے بلند رتبہ ہوئے ہیں

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بہت عرصہ تک لاہور میں حضرت سید علی ہجویری (داتا گنج بخش) رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر پاؤں کی طرف بیٹھے رہے ہیں۔ ابھی تک داتا صاحب کے پاؤں کی طرف خواجہ اجمیری کا حجرہ اعتکاف موجود ہے۔

حضرت داتا صاحب کے اس دربار عالیہ سے کوئی سلطان الہند بن کر گئے کوئی لال حسین کئی قطب اور قلندر بن کر نکلے ہیں۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ داتا صاحب کے روضہ شریف کی حاضری کے بعد فرما رہے تھے۔ کہ جب بھی اس روضہ پاک کی زیارت کے لئے آتے ہیں تو ایک لطیف سی نسبت ہماری طرف آتی ہے جو کہ وراثت نبوت سے تعلق رکھتی ہے۔ اگرچہ ہر ایک اسکو محسوس نہ کر سکے مگر داتا صاحب کا فیض متواتر اسی طرح پر ہوتا ہے۔

میرا شیخ عالی قدر فرماتا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو کوئی

کسی مشکل میں گرفتار ہو وہ اپنے ماں یا باپ کی قبر پر جا کر دعا کرے۔ اسکی مشکل آسان ہو جائے گی۔

حجت الاسرار میں لکھا ہے کہ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ۔ یعنی جب تم اپنے کاموں میں حیران و پریشان ہو جاؤ۔ تو اہل قبور سے مدد لو۔ لہٰذا یہ بزرگ ہستیاں جن کو درگاہِ ایزدی سے ایسے کان اور آنکھیں مل جاتی ہیں جن کا سننا اللہ تعالےٰ کا سننا اور دیکھنا اللہ تعالےٰ کا دیکھنا اور پکڑنا اللہ تعالےٰ کا پکڑنا ہے بیشک ان سے مانگنا اللہ تعالےٰ سے مانگنا ہے اور انکا دینا اللہ تعالےٰ کا دینا ہے۔

درحقیقت خزانے اللہ کے ہیں۔ اللہ نے آپ ہی انکو بانٹنے کا اختیار عطا فرمایا ہے یہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے حاجتمندوں کو دیتے اور رد لاتے ہیں۔

بعد وفات کے انکی قبروں سے زمانے کو فیض پہنچتا ہے بلکہ اہل کشف حضرات تو یہ دیکھتے ہیں کہ جو طالب لوگ ولایت کی آرزو رکھتے ہیں وہ ان درباروں میں اپنے پیران عظام کے ذریعے سے پہنچتے ہیں۔ تو وہ دربار والے ان کی سفارش کے کاغذ بنا کر اوپر کے بڑے درباروں میں بھیجتے ہیں۔

دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے کاموں کی ضرورت کے واسطے داتا صاحب جیسی ہستیاں مدینہ والے سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم دربار تک پہنچ کر سفارش کرتے ہیں۔ خصوصًا قرب ولایت تو اسی طریقہ سے حاصل ہوتا ہے۔

غرضیکہ جس طرح اسجگہ کی زندگی میں امداد فرماتے ہیں اسی طور بعد وفات بھی امداد فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کی وہ زندگی اس حیات دنیوی سے بہت اعلیٰ ہے۔

ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا ان کو اپنا حاجت روا جاننا شرک نہیں اور نہ ہی خدا کی بغاوت ہے بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق ہے۔ اس کا وہی انکار کرے گا جو گمراہ بددین ہے۔

حضرت مشائخ طریقت کا یہ عقیدہ صرف کتابیں پڑھنے سے ہی نہیں بلکہ وہ اپنی باطنی آنکھوں سے ان پاکیزہ ہستیوں کو سلطنتیں کرتے دیکھتے ہیں۔

لہٰذا ہم اپنے مشائخ عظام اور علماء کرام کے عقیدہ کے مطابق عقیدہ رکھتے ہوئے

اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتے ہیں۔ جس طرح نماز وہ بہتر ہے جو مسجد میں جا کر پڑھی جائے اسی طرح اللہ اللہ کا ذکر کرنا بھی وہ افضل ہے جو کہ اللہ والے کے دربار پہنچ کر کیا جائے۔ جو فیوض و برکات وہاں جا کر حاصل ہوتے ہیں وہ گھر میں نہیں حاصل ہو سکتے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ والوں کے دربار جانے سے حاصل کچھ نہیں۔ بے شک ان بدعقیدہ لوگوں کی قسمت میں کچھ نہیں۔ ؎

مزاروں پہ عَلی جانا رسول اللہ کی سنت ہے
ناجائز جو اسے کہتا ہے شیطاں کا بہکایا ہے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ۔ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل یازدہم

ارواح مومن کے آزاد رہنے اور ایصال ثواب نذر گیارھویں شریف کے بیان میں

عام مومنین و مومنات کی روحوں کے آزاد رہنے اور کفار کی روحوں کے قید رہنے کے بیان میں

امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی۔ و ھٰذا لفظ ابن المبارک قَالَ الدُّنیَا جنۃ الکافرین۔ وسجن المومن و انما مثل المومن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویفسح فیھا۔ ترجمہ بے شک دنیا کافر کے لئے جنت اور مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کے بعد اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص زندان

میں تھا۔ اور اب اسے آزاد کر دیا گیا۔ تو وہ زمین میں گشت کرنے اور با فراغت چلنے پھرنے لگا ابو بکر کی روایت یوں ہے فَاِذَا مَاتَ الْمومن یخلی سربہ یسرح حیث شاء۔

ترجمہ۔ جب مسلمان مرتا ہے تو اسکی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

ابن ابی الدنیا بیہقی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہما باہم ملے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو۔ تو مجھے خبر دینا۔ کہ وہاں کیا پیش آیا کہا کیا! زندے اور مردے بھی ملتے ہیں۔ جواب دیا نعم اما المؤمنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔ ترجمہ ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد اور ابو بکر بن ابی الدنیا و ابن مندہ سلمان رضی اللہ عنہ سے راوی قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین۔ ترجمہ بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔

طلب ثواب کے لئے عام مومنین و مومنات کے روحوں کا اپنے تعلقداروں کے گھروں میں آنے کا بیان	علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتی ہیں۔ اور پھیلتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔

دستور القضاۃ مسند صاحب مائتہ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے۔

اِنَّ اَرْوَاحَ المومنین یاتون منھم لصوت حزین یا اھلی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ ترجمہ بے شک مسلمانوں کی روحیں ہر شب جمعہ و روز جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں۔ کہ اے میرے گھر والو اے میرے بچو اے میرے عزیزو ہم پر صدقہ سے مہربانی کرو ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ

خزانۃ الروایات مستند صاحب مائتہ مسائل میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اِذَا کَانَ یَومَ عید اَو یوم عاشورہ او لیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح اموات و یقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شبِ برات ہوتی ہے تو اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ کوئی ہے جو ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کو یاد دلائے۔ اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول ہے۔

مزارات وغیرہ پر جاکر نذر مانی ہوئی قربانی کرنے یا حاضر ہونے کی اجازت

رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ۔ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے ہے قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰی عَھْدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّنْحَرَ اِبلاً بِبُوَانَۃَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ھَلْ کَانَ فِیْھَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاھِلِیَّۃِ یُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَھَلْ کَانَ فِیْھَا عِیْدٌ مِّنْ اَعْیَادِھِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْفِ بِنَذْرِکَ فَاِنَّہٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ وَلَا فِیْمَا لَا یَمْلِکُ ابْنُ اٰدَمَ۔ ترجمہ۔ راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی ہوئی تھی کہ مقام بوانہ جاکر ایک اونٹ کی قربانی کروں گا (بوانہ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ معظمہ کے نیچے ہے) چنانچہ اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ بوانہ جاکر اونٹ کی قربانی کرکے اپنی نذر کو پورا کروں یا نہ۔ حضور نے فرمایا کیا وہاں کوئی بت ہے۔ زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے جس کو پوجا جاتا ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا وہاں زمانہ جہالت کے مشرکوں کا میلا ہوتا ہے جیساکہ وہ کیا کرتے تھے۔ عرض کی نہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ تو وہاں جاکر اپنی نذر

پوری کر۔ البتہ وہ نذر نہیں پوری ہونی چاہئے۔ جس میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی لازم آئے اور جس پر آدمی قدرت نہ رکھتا ہو۔

خلاصہ ترجمہ وہ نذر نہ پوری کی جائے گی مثلاً کوئی مانے کہ فلاں مزار پر اپنی اولاد کی قربانی کرونگا یا رنڈی نچاؤں گا۔ یا باجہ بجاؤں گا۔ کیونکہ یہ معصیت ہے اسلئے یہ نذر ممنوع ہے۔ یا یہ مانے کہ بہشتی میووں پر فاتحہ دوں گا۔ یا دن کو چاند کی روشنی کردوں گا۔ تو اسپر قدرت نہیں یہ نذر پوری نہ ہوگی۔

ایسی نذروں کے لئے کفارہ دیکو یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھلادیوے۔

صدقہ کو غیر اللہ کے نام سے مشہور کرنا جائز ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت ہے۔

رواہ مشکوٰۃ ابوداؤد ونسائی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے قَالَ یَارَسُولَ اللّٰہِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ اَلْمَآءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔ ترجمہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ تو ان کے لئے کونسا صدقہ بہتر ہے حضور نے فرمایا کہ پانی بہتر رہے گا۔ چنانچہ سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کنواں بنوایا اور مشہور کیا کہ یہ کنواں اُم سعد کا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ کسی کے نام پر مشہور کرنا ناجائز نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بکرا غوث پاک کی گیارھویں شریف کا ہے یا غریب نواز کے لئے ہے تو یہ بالکل جائز و درست ہے جیساکہ حدیث سے ثابت ہوچکا ہے۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کہکر ذبح کرے پھر اس کا ثواب غوث پاک کو۔ یا جس بزرگ و عزیز کو چاہے ایصال ثواب کرے۔

ہاں یہ چیز حرام ہے کہ اگر بسم اللہ کی بجائے بسم ابی یا بسم غوث یا بسم معین کہکر ذبح کرے جیساکہ کفار عرب بسم لات بسم عزیٰ۔ بسم منات کہا کرتے تھے۔ مگر اس طرح کوئی مسلمان تو کر ہی نہیں سکتا۔ علاوہ بریں روحوں کے آنے اور بزرگوں کو ایصال ثواب کرنے کے لئے صدقہ دینے کے بارے میں تو بہت سی کتب علماء کی عبارات روایات ہیں اسجگہ میں نے اختصار کے لئے

صرف دو چار بیان کی ہیں۔ کہ کتاب بڑی نہ ہو جائے۔ اس بیان سے میرا مقصد یہ تھا کہ اولیاء کرام کو ایصال ثواب نہایت موجب برکات و امر مستحب ہے۔ اسے عرفاً براہ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں۔ ان میں خصوصاً گیارھویں شریف کی فاتحہ عظیم برکت کی چیز ہے یہ جملہ خاص و عام اہل اسلام میں رائج و معمول مشائخ کرام ہے۔ بزرگوں نے اس عمل کے بہت فوائد بتائے ہیں۔ لہذا اسکو اپنا معمول بنانا چاہیئے۔ اس نیاز کی شیرینی و طعام عمدہ تبرک ہے ادب و تعظیم سے لینا و کھانا چاہیئے۔

گیارھویں شریف مقرر ہونے کی وجوہات

جوکہ گیارھویں رات ہر ماہ کی ہے۔ متبرک ہونا اسکا بباعث اختتام چلہ ہائے مشائخ کرام کے ہے۔ کہ ہر ماہ کی دسویں تاریخ پر چلا ختم ہوتا ہے اور رات گیارھویں آتی ہے اور اگر اکتالیس روز پورے کئے جاویں تو دن بھی گیارھواں ہو جاتا ہے۔ سب سے اول تقرر شب یازدہم کا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا۔ کہ جب دسویں محرم کو ان کی توبہ قبول ہوئی تو بہت خوشی منائی گئی۔ اور انوار آسمانی نازل ہوئے۔ ان انوار کا طالب اسی گیارھویں رات اور دن اور وقت کا انتظار کرے گا۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی اسی تاریخ کو جودی پہاڑ پر جا لگی اور انہوں نے بھی خوشی کی اور حلیم پکایا۔ کیونکہ سوائے مختلف غلہ کے اسوقت کچھ اور باقی نہ رہا تھا تو سارے فرزندان سے سب طرح کا غلہ لے کر کھچڑا پکایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی جب اپنی قوم سمیت دریا سے پار اتارا۔ اور دشمن کو غرق کیا ہے۔ تو اس وقت بھی دس تاریخ محرم اور رات گیارھویں آئی انہوں نے بھی اس تاریخ بہت خوشی منائی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے فرزند جلیل حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بحکم الٰہی ذبح کرنے گئے جب انہوں نے چھری چلائی تو اللہ تعالےٰ کے امر سے حضرت اسمٰعیل کے بجائے بہشتی دُنبہ ذبح ہو گیا۔ اور انوار الٰہی نازل ہوئے اور ہمیشہ کے لئے عید الضحیٰ مقرر ہوئی۔ اس وقت بھی دیکھو یہی تاریخ تھی۔

ایسا ہی قبولیت کا وقت جب بھی آتا ہے۔ یہی دس تاریخ اور گیارھویں رات میں
آتا ہے تو یہی انوار و برکات قدیمی نزول فرماتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر حضرات اولیا
کرام نے اپنے اپنے اربعینات کے ختم پر کھانا کھلانا بطور شکرانہ اپنے اوپر مستحب جانا۔
اور حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ نے سالہا سال اربعین یعنی چلّے کئے ہیں تو کل سال
کے مہینوں کی گیارھویں تاریخ کو حاوی ہوگئے۔ اب جب مسلم کو وہ انوار الٰہی حاصل کرنے
ہوں اور تبرک لینا چاہے۔ تو وہ اس دن یا رات میں حسب توفیق جو فرمودہ جناب
غوثیہ کا ہے۔ بطریق قراءت وسلام وقرآن خوانی کے ایصال ثواب بجناب سرور کائنات
وصحابہ اخیار وآل اطہار واولیاء کبار بہرہ یاب ہووے۔

اب مقرر کرنے کا بیان لاتا ہوں

تقرر کے متعلق دیکھو عیدین اور حج کے واسطے عشرہ ذوالحجہ اور عشرہ محرم و
ربیع الاوّل وربیع الثانی اور روزے رکھنے کے واسطے ماہ رمضان المبارک اور
اعتکاف کے واسطے عشرہ اخیر رمضان شریف۔ یہ سب گواہ عادل ہیں۔ پس اگر
کوئی مقرر کرلیوے کہ گیارھویں شریف اس قدر دیا کروں گا۔ تو ایفائے وعدہ اس
کے ذمہ واجب ہے۔ کیونکہ جسکی اصل مباح ہو وعدہ کر لینے پر اسکا ایفا واجب ہو جاتا ہے
نِدَا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔ یہ حسب فرمودہ جناب
غوثیہ عالیہ موجب کشف کرامات و قضا حاجات ہے۔

یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ علماء غیر راسخین سے دریافت کیا جاوے۔
جن علماء نے شیئاً للہ کے لفظ میں بحث کی ہے۔ اور وہ یا شیخ کے لفظ ندا سے
خاموش ہیں۔ انکو دھوکا یہ ہوا۔ کہ خدا کے واسطے کیوں مانگتا ہے۔ خدا کو کسی چیز کی
حاجت نہیں وہ غنی مطلق ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا ہے کہ میرے راستے
پر خرچ کرو۔ میرے لئے دو۔ اور یہ کلمہ عام عالم میں رائج ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں خدا
کے واسطے کپڑا دو یا روٹی دو یا روپیہ دو۔ اگر موجب خیال ان معترضین کے اعتقاد
کیا جاوے تو پھر عامی وخاصی کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔ اس کلمہ میں کل جہان گرفتار ہے

سب کہتے ہیں خدا کے واسطے دو۔ اور یہ منع کرنے والے بھی خود ہر موقع محل میں یہی کلمہ بولتے ہیں۔ علامہ شامی نے اسکی تردید کما حقہ کردی ہے۔ کہ ان نافہموں کی خود غلطی ہے۔ کیونکہ معنی اس کلمہ کے یہ ہیں۔ کہ کوئی چیز برائے اکرام اللہ دو۔ ہمیشہ مسلمان کی کلام کا محل احسن خیال کیا جاوے گا۔ ناکہ جس سے معنے کفر پیدا ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جب یہ کلمہ مشائخ کرام اپنے تلامذہ اور مریدوں کو برائے کشف و کرامات بطریق معہود فرماتے ہیں۔ اور حضور غوث پاک قدس سرہٗ نے خود ارشاد فرمایا ہے تو پھر یہاں مقام قیل و قال نہیں رہا۔ اگر کوئی اب بھی خدشہ کرے تو معلوم ہوا کہ وہ ان سب مشائخ کرام کا خصوصاً غوث پاک قدس سرہٗ کا معاند و مخالف ہے۔ لہٰذا اس کا کلام واہی تصور کیا جاوے۔ ہمارے ان مقاصد میں تو اتنی کتب و علماء کی عبارات و روایات موجود ہیں۔ نفی و انکار کے لئے کونسی روایت و حدیث ہے۔ دعوئے بے دلیل محض باطل ذلیل۔ منکرین کی ہٹ دھرمی ہے۔ کہ اپنی طرف سے روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ وَلٰکِنَّ الْمُنْکِرِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ٭

علی یہ نذریں اور صدقہ رسول اللہ سے ثابت ہے
جسے اب نجدی کنجوسوں نے ناجائز بنایا ہے
پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ٭ صحابہ کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

باب دوم۔ بیعت کے بیان میں

فصل اوّل

بیعت کے اثبات میں

پہلے اولیاء کرام اور علماء عظام کی ضرورت بیان کرتا ہوں پھر بیعت کو ثابت کروں گا

(۱) عالم اجسام میں جس طرح آفتاب اور بارش سے فیض لے کر زمین سرسبز و شاداب ہوتی ہے اسی طرح عالم روحانیت میں اولیاء کرام انوار نبوت و رسالت کے مخزن ہیں اور تمام کائنات انہیں سے فیض لے کر اپنے دلوں کو تجلی گاہِ الٰہی بناتی ہے۔

(۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خلق کی ظاہری و باطنی خرابیوں کی اصلاح کیلئے تشریف لاتے رہے ہیں۔ اب سلسلہ نبوت کو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب مجتبیٰ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا ہے۔ اور یہ کام اب دو گروہوں کے سپرد ہوا ہے ظاہری اصلاح کیلئے علماء کرام کو مقرر کیا گیا ہے۔ کہ علماء حجۃ الاسلام ہیں یہ تمام قسم کے مذاہب باطلہ کا رد کریں جس کسی نے اسلام پر کوئی اعتراض کرنا ہو۔ علماء کے سامنے آئے یہ باطل سے مناظرہ کر کے اسلام پر سے اعتراضات کو دور کریں اور مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کریں۔ ایمان کے صحیح اصولوں کو رواج دینے میں کوشش کرتے رہیں اور معاملات میں مسلمانوں کو آئین اسلامیہ پر چلا دیں۔ اور امر و نہی سمجھا دیں۔

باطنی اصلاح کے لئے اولیاء اللہ مقرر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا واحد ذریعہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس مشکوٰۃ نبوت سے بلاواسطہ نور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے لیا ہے۔ اور بعد والے اولیاء کرام نے صحابا علیہم الرضوان سے۔ ہمارے اولیاکرام کے سینے وہ شفاف آئینے ہیں۔ کہ جن سے نور نبوی بواسطہ صحابا چھن کر عالم کو منور کر رہا ہے۔ بیعت اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ

نور حاصل کریں۔

یعنی ایمان علمائے دین سکھاتے ہیں۔ اور ایمان کی حفاظت اولیاء کرام سے ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ علما کے شاگرد ہوتے ہیں اور علماء اولیاء کرام کے مرید ہوتے ہیں۔ یہ دونو جماعتیں گویا ایمان واعمال کے دو بازو ہیں۔ جس طرح پرندہ بغیر دو بازو کے اڑ نہیں سکتا۔ اسی طرح ان دونو بغیر صراط مستقیم پر چلنا اور بارگاہ نبوی تک پہنچنا محال ہے۔ نمازیں جسم پاک کرا دینا۔ قبلہ رو کھڑا کر دینا۔ اور نماز کے ارکان شرائط بتا دینا علماء کا کام ہے۔ مگر نماز میں خشوع وخضوع۔ حضور قلب۔ وخلوص اولیا سے ملتا ہے۔ غرضیکہ جس طرح جسمانی بیماریوں کے لئے اطبا کی ضرورت ہے۔ اسی طرح زنگ آلودہ دل اور بیمار دل کے لئے صحبت اولیا کی ضرورت ہے۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بیعت کا بیان حضور اقدس سرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ ہیں اور ما کان وما یکون کے عالم۔ اور تمام جہان کے لئے مصلح تھے کہ اللہ تعالٰے نے ان پر قرآن وحکمت کو اتارا اور وہ امت کے پاک کرنے والے تھے۔

تو جو افعال کہ حضور نے بنا بر خلافت کئے ہیں۔ علمائے راسخ العلم کے واسطے سنت ہے کہ ان افعال پر عمل کریں اور ان کو رواج دیویں۔

علمائے راسخ العلم سے یہاں مراد وہ ہیں جنکو علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی بھی نصیب ہے پیغمبر علیہ السلام کے ان افعال میں سے ایک فعل بیعت ہے جسکا یہاں پر بیان کرنا مقصود ہے۔ بیعت زمانہ رسالت میں کئی امور کے واسطے ہوئی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر رضی اللہ عنہ سے اس بات پر بیعت لی کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ ایک مرتبہ حضور نے قوم انصار سے اس لئے بیعت لی کہ امور خداوندی میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں اور جہاں کہیں بھی ہوں حق بات بولیں۔ پھر ان میں سے ایسے ایسے مرد ہوئے کہ امیروں۔ بادشاہوں

کے سامنے بلا خوف کھل کر بات کرتے اور ان کے نادرست حکموں سے انکار کرتے اور رد کر دیتے تھے۔

اور آپ نے انصار کی کچھ عورتوں سے بیعت لی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں۔

اور ابن ماجہ کی روایت ہے۔ کہ حضور نے چند مہاجرین سے اس بات پر بیعت لی کہ لوگوں سے کسی بات کا سوال نہ کریں۔ تو پھر ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ اگر وہ گھوڑے پر سوار ہوں اور ان کا کوڑا اگر جاوے تو وہ خود اتر کر اٹھاتے تھے۔ خواہ دوسرا آدمی پاس کھڑا ہو کسی سے کوڑا اٹھانے کا بھی سوال نہ کرتے تھے۔ بعض بے خبر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ بیعت منحصر ہے قبول خلافت و سلطنت پر اور جو بیعت اہل تصوف میں ہوتی ہے یہ شرعاً کچھ نہیں۔ یہ ان لوگوں کا گمان فاسد ہے۔ بلکہ اکثر بیعت تقویٰ کی رسی مضبوط پکڑنے عبادات پر حریص اور شائق ہونے پر ہوئی ہے۔ اس بیعت تقویٰ کا حکم قرآن مجید پ۶ ع ۱۰ میں آیا ہے۔ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ترجمہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ (مرشد) ڈھونڈو (جس کی بدولت تمہیں اس کا قرب حاصل ہو) اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

تشریح۔ وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اگر کوئی منکر اپنی غلط فہمی کی وجہ سے یہ کہے کہ وسیلہ سے مراد ایمان ہے۔ تو یہ بات بن نہیں سکتی کیونکہ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا علیحدہ لکھا ہوا موجود ہے۔ اگر یہ وسیلہ سے مراد عمل صالح ہے تو یہ بھی نہیں بن سکتا۔ کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے اور تقویٰ عبارت میں موجود ہے۔ اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بدلیل مذکور پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت بیعت مرشد کی ہے۔ پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت کے ساتھ ذکر اور فکر کرے تاکہ فلاح حاصل ہو ذات پاک کی طرف سے (قول الجمیل) مرغوب القلوب میں لکھا ہوا ہے۔ مَنْ لَّا شَیْخَ لَهٗ فَشَیْخُهُ الشَّیْطَانُ ط ترجمہ جس کا مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہے۔

کتاب گنج الاسرار میں یہ منقول ہے لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا شَیْخَ لَهٗ وَمَنْ لَّا شَیْخَ لَهٗ فَهُوَ شَیْطَانٌ۔ ترجمہ جس کا کوئی پیر نہیں وہ بے دین ہے اور جو بے پیر رہتا ہے وہ شیطانی ہے

کہ کسے کہ پیر ندارد پیر او چیست ✣ کہ پیر او بود ملعون ابلیست

وسیلہ فضیلت سے افضل ہے

کیونکہ گناہ کے وقت نفس کو قرآن و حدیث پڑھ کر سناؤ مصیبتیں یاد دلاؤ تو بھی وہ گناہ سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور اگر اس وقت شیخ کا نام لو تو نفس ڈر جائیگا۔ گنج الاسرار چنانچہ حضرت بی بی زلیخا کے معاملے میں وسیلے نے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو پاک وصاف رکھا جیسا کہ خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ یعنی زلیخا نے تو یوسف علیہ السلام کے ساتھ ارادہ خراب کیا تھا اگر اس وقت یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی نشانی نہ دیکھ لی ہوتی تو وہ بھی ارادہ کر ہی لیتے۔ وسیلہ ہی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کو بدی کا خیال تک نہیں پیدا ہونے دیا۔ وہ نشانی یہ تھی کہ اس عورت کے مکر نے جب یوسف علیہ السلام کو مجبور کر دیا کہ وہ بھی اپنے ارادے کو خراب کر لیتے۔ تو اچانک حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سامنے نظر آ گئے۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مرشد اور وسیلہ تھے۔ جب پیر کا تصور یوسف علیہ السلام کے سامنے آ گیا۔ اس کو دیکھ کر شرمندہ ہو گئے۔ اور ان کو ہوش آ گیا۔ تو وہ اس مکان سے نکل بھاگے۔

پس اسی طرح سے فقیر کامل کی ایک نظر ہزار فضیلت اور تمام عمر کی عبادت سے بہتر اور افضل ہے۔ علم راستہ ہے اور مرشد راہبر ہے۔ راستہ بدون راہبر کے طے نہیں ہو سکتا ہمیشہ جو خود راہ ہوتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور جو کسی کے ہمراہ ہوتا ہے وہ منزل یاب ہوتا ہے۔

طالب صادق مرشد کے ذریعہ سے اپنے مقامات طے کرتا ہے۔ پہلا مرتبہ اس کے لئے فناہ فی الشیخ اور دوسرا فناہ فی الرسول اور تیسرا فنا فی اللہ کا ہوتا ہے۔

اور وہ مقام وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ کے حکم کو یاد کر کے ہر وقت بیدار رہتا ہے۔ اور کسی وقت اُس سے غافل نہیں ہوتا۔ جس سے فقیر کو ذکر قلبی حاصل ہوتا ہے۔ اور اس اُسکا دل آئینہ کی طرح صاف اور شفاف اور باطن نما ہو کر اس حدیث کا مصداق ہو جاتا ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ مِرْاٰةُ الرَّحْمٰنِ۔ ترجمہ مومن کا دل آئینہ الٰہی ہے۔ صاف قلب کو جسر

طلب مولا کے کسی چیز کی طمع اور حرص نہیں رہتی نہ اس کے دل پہ کسی قسم کے خطرات اور وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ صاحب ذکر قلبی کے دل سے خرطوم وخنّاس وغیرہ سب اٹھ جاتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوگیا۔ کہ بغیر مرشد کی بیعت کے راہ یابی نصیب نہیں ہو سکتی۔

مشائخ کا علی اتفاق ہے جس کا نہ کوئی پیر ہے

اُس کا پیر شیطان ہے خطرہ میں اسکی اخیر ہے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود وسلام ٭ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل دوم

بیعت کے اغراض و مقاصد

اس بیعت کا نام ہے بیعت طریقت۔ اور بیعت تقویٰ بھی اسی کو کہتے ہیں۔ یہ تبرک ہے یعنی بقصد برکت صالحین کے سلسلہ میں داخل ہونا بمنزلہ اسناد حدیث کے ہے۔ اور عزم مصمم کرتا ہے واسطے خلوص اوامر الٰہی کے اور ترک مناہی کے ظاہر و باطن ہے۔ اور دل کا لگانا حق جل شانہٗ سے۔ اسی طرح توبہ پچھلے گناہوں سے اور آئندہ تقویٰ کی رسی مضبوط پکڑنا۔ اور امور خفیہ جو نفوس میں پوشیدہ ہیں ان کے حصول۔ اور تقرب الی اللہ کا موجب ہے۔

اگرچہ زمانہ رسالت میں اور بھی کئی امور کے واسطے بیعت تھی۔ اور اب صرف ایک ہی مقصد میں منحصر ہے۔ لیکن تامل کیجئے تو یہ بیعت بھی کتنے امور کے واسطے اجمالاً ہوتی ہے جیساکہ پیر کے آگے توبہ پچھلے گناہوں سے۔ اور آئندہ بچنے کے لئے اقرار کرنا۔ اور یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ احکام شرع شریف کے بجالاؤں گا تو نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ اور امر حلال کا بجا لانا۔ اور حرام۔ مکروہ۔ مشتبہ سے باز رہنا۔ اور لوگوں کے ساتھ جو معاملات مثلاً نکاح۔ تجارت وغیرہ یہ سب چیزیں احکام شرع میں آگئیں۔ پھر پیر بھائیوں کے ساتھ یہ ایک

بڑی اخوت میں[۱۳] شامل ہونا ہے جہاں ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا ایک بہتر موقعہ ہے۔ اور اسکے ثمرات بھی دنیا اور آخرت میں بے شمار ہیں۔ پھر خیر کرو اور ذکر کے ساتھ مجاہدہ[۱۵] اور ریاضت[۱۶] جو کہ باعث فلاح دارین ہے۔ اور مقصد اصلی قرب[۱۷] حق ہے۔ جس سے صادق مالا[۱۸] مال ہوتے ہیں۔ اور بیعت ہونا ہی دل کی بیماریوں اور نفس کے عیبوں[۱۸] سے اور شیطان مردود[۱۹] سے بچنے کا ایک واحد علاج ہے۔

بے پیر ہر وقت ڈولتا ہے اسکو استقلال نصیب نہیں۔ بے پیر کو تو نماز میں بھی شیطان کے وسوسے نہیں چھوڑتے۔ اسکو شیطان ڈرامہ دکھاتا ہے۔ کبھی وہ تصویر آئی اور کبھی یہ تصویر دوڑی ان لوگوں کے ساتھ نماز میں بھی شیطان کھیلتا ہے۔

اگر کوئی شخص نماز میں سرور[۲۱] اور حضور چاہے تو کسی کامل کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے ہی دستیاب ہو سکے گا اور استقلال اور خاتمہ بالخیر[۲۲] بھی اسی طریقے سے نصیب ہو سکتا ہے۔

پس غور کیجئے تو یہی بیعت کئی امور پر مشتمل ہے۔

ہاں جو جب اسم کے بیعت کرے اور ارادہ گناہوں پر اڑے رہنے کا ہے تو وہ البتہ بے فائدہ ہے کہ یہ تو ایک امر کے لئے بھی نہ ہوئی۔

اب یہاں پر ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ کہ اس سے صادقین کو اس بیعت کے مقصد کی خوب سمجھ آئے گی۔ علامہ فخر الدین رازی جنہوں نے قرآن مجید کی تفسیر کبیر لکھی ہے۔ یہ اپنے وقت میں چوٹی کے عالم تھے۔ انہوں نے علم میں دیکھا کہ کسی مرشد سے بیعت ہونا بھی ضروری ہے۔ اب اس غور و فکر میں تھے۔ کہ جیسا آج میں علماء میں بلند رتبہ ہوں۔ مجھے پیر بھی کوئی ایسا ہی ملے۔ تو ان کو پتہ چلا کہ بغداد شریف میں حضرت نجم الدین کبریٰ ہیں جو آج پیروں میں بلندی کا نشان رکھتے ہیں۔ اب فخر الدین رازی نے بغداد شریف پہنچ کر حضرت نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں درخواست بیعت پیش کی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ فخر الدین تم عالموں کے بادشاہ ہو اور میں معمولی فقیر ہوں۔ علم کی تو بڑی فضیلت ہے۔ فخر الدین رازی نے عرض کی کہ حضور علم نے ہی بتایا ہے کہ کسی اللہ والے مرد کی غلامی اختیار کر۔ جناب کی مہربانی ہو گی کہ مجھے منظور فرمایئے۔ حضرت نے بیعت کر کے کچھ سبق تعلیم فرمائے۔ جو فخر الدین رازی پڑھتے رہے

ایک رات نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمۃ نے توجہ فرمائی تو فخر الدین رازی برداشت نہ کر سکے۔ چیختے چلاتے حجرہ سے باہر کی طرف بھاگے حضرت پیر صاحب اس وقت کسی اور جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے آکر پوچھا کہ فخر الدین کیا ہوا فخر الدین نے عرض کی بڑی دہشت آئی ہے کوئی میرے دل پر چھریاں چلانے لگا تھا۔ حضور بتایئے یہ کیا بات تھی۔ آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ تھا جو کہ تمہارے سینے سے پہلے کے علوم مٹانے آیا تھا اور پھر وہاں کچھ لکھا جانا تھا۔ یہ بات سنکر فخر الدین نے کہا کہ۔ حضور کیا! میرا تمام علم بھول جائے گا۔ اور میں جاہل رہ جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک دفعہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ پھر فخر الدین نے کہا۔ کہ حضور میری تو بہت عمر گذر گئی ہے۔ بال سفید ہو چکے ہیں۔ اتنا وقت گذارنے کے بعد میں نے علم کا نچوڑ اپنے دماغ میں جمع کیا ہوا ہے۔ اب اسکو قلم کے ذریعہ سے کتابوں کے ورقوں میں اتار دوں گا۔ اور وہ میری کتابیں آئندہ آنے والی نسلوں کی رہنمائی کریں گی۔ ابھی جہان بھر کے سدھار کے لئے میں نے بہت کچھ کرنا ہے۔ اگر یہ میرا علم مجھے بھول گیا۔ تو یہ سب کام بگڑ جائے گا۔ لہٰذا آپ مجھے اجازت فرمائیں تو میں واپس چلا جاؤں۔ اور وہ کام کر لوں جس کا میں نے ارادہ کیا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا بڑی خوشی سے آپ جا سکتے ہیں۔ جب فخر الدین رازی واپس آ گئے۔ گھر پہنچ کر اس نے پیر کی ضرورتوں پر غور کیا۔ اور تمام ضرورتوں میں سے ایک ضرورت کا اس نے بہت فکر کیا۔ وہ یہ کہ وقت نزع شیطان مردود توحید سے پھسلاتا ہے۔ اگر پیر کامل ہو تو اس وقت ایمان بچ سکتا ہے۔ ورنہ مشکل۔ اب اس نے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر بہت دلائل قائم کئے پھر اس نے زمانے بھر کے چھٹے ہوئے دلائل باز۔ منطقی۔ فلاسفر بلا کر ان کے آگے اپنے دلائل پیش کئے۔ انہوں نے وزن کر کے دیکھا اور متفقہ طور پر فیصلہ دے گئے کہ علامہ فخر الدین رازی کی ایک ہزار دلیل تو ایسی پختہ ہے کہ اسکو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اب علامہ رازی اس ضرورت سے بھی بے فکر ہو گئے کچھ عرصہ بعد فخر الدین رازی پر موت آوارد ہوئی۔ شیطان کے پنجہ میں پھنس گیا۔ اور مشکل بن گئی۔ اُدھر بغداد شریف میں بیٹھے ہوئے حضرت نجم الدین کبریٰ نے یہ حال دیکھ لیا تو آپ کی زبان سے نکلا۔ اُف۔ آپ کے حلقہ بگوش غلاموں نے پوچھا۔ حضور کیا بات

تھی۔ آپنے فرمایا کہ آج وقت کے عالموں کا بادشاہ علامہ فخرالدین رازی شیطان کے پنجے میں پھنسا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا حضور اسے پھنسا رہنے دیجئے کہ وہ بے قدر تھا۔ آپ نے فرمایا وہ بے قدر تو تھا لیکن وہ میرے پاس آیا تھا۔ اس لئے بچانا چاہتا ہوں۔ فوراً آپ پہنچ گئے اور شیطان علیہ اللعنت بھاگ گیا۔ فخرالدین بے ہوش پڑا تھا۔ آپنے فرمایا فخرالدین فخرالدین!! اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور رو کر عرض کی کہ حضور بچانا میں کافر ہو کر مر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اب انشاء اللہ بچ جاؤ گے۔ پھر رازی نے واقعہ بیان کیا کہ جب میں آپکے پاس سے واپس آیا تو میں نے آج دن کے لئے اللہ کے ایک ہونے پر بہت دلائل لکھے جن میں میری ایک ہزار دلیل کو زمانہ مان گیا اور فیصلہ ہو چکا تھا کہ اب ان دلائل کو کوئی نہیں توڑ سکے گا۔ مگر شیطان تو بڑا دلائل باز نکلا وہ میرے تمام دلائل کو اڑا گیا۔ پہلے اس نے مجھے آکر کہا فخرالدین کیا حال ہے۔ میں نے کہا اچھا ہے۔ پھر اس نے کہا بتاؤ خدا کتنے ہیں میں نے کہا ایک۔ اس نے کہا تم غلطی پر ہو خدا دراصل چار ہیں۔ تو میں نے اللہ کے ایک ہونے پر دلیل پیش کی۔ اس نے وہ دلیل توڑ دی پھر میں نے دوسری پیش کی اُس نے وہ بھی توڑ دی پس پھر میں پیش کرتا رہا اور وہ توڑتا گیا حتیٰ کہ ہزار کی ہزار دلیل کے ٹکڑے اڑا گیا۔ اب میں شرک پر مجبور تھا کہ میری قسمت کو آپ تشریف لے آئے اور وہ بھاگ گیا ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ فکر نہ کر تو بچ گیا۔ جب تک میں یہاں ہوں۔ شیطان نہیں آسکتا لیکن میں اس لئے جاتا ہوں کہ وہ یہ نہ کہہ سکے۔ کہ امتحان نہیں لینے دیا۔ میرے جانے کے بعد وہ آئے گا۔ اور تم اسکو یہ جواب دینا۔ اسکو آگ لگ جائیگی اور وہ بھاگ جائے گا۔ حضرت صاحب جواب سکھا کر تشریف لے گئے۔ تو پھر شیطان بعید سے آکر کہا فخرالدین مانا ہے یا نہیں کہ خدا چار ہیں۔ فخرالدین نے کہا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ قرآن مجید میں آیا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ شیطان نے کہا قُلْ هُوَ اللّٰهُ کی دلیل کیسے ہے۔ فخرالدین نے کہا یہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے سنا ہے۔ اور جو کچھ بھی ان کے پیارے منہ سے سنتے ہیں اسکو ہم بے دلیل مانتے ہیں۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ فخرالدین کی یہ بات سنتے ہی اُس مردود کو آگ لگ گئی اور بھاگ گیا۔

علامہ فخرالدین کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا۔

لہٰذا جو کوئی ایمان سلامت بچانے کی ضرورت سمجھتا ہے۔ وہ فوراً پیر کامل کی تلاش میں لگ جائے۔ کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں۔ یہ کام کل پر چھوڑنے کا نہیں ہے۔

توجہ سے طریقت اور شرع پر دل لگا دیوے

بڑا مشہور مقصد ہے علی یہ بیعت مرشد کا

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ✦ اصحاب کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل سوم

مردوں اور بچوں کی بیعت کے بیان میں

قرآن مجید پ ۲۶ ع ۹ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ ترجمہ۔ وہ جو آپ کی بیعت کرتے ہیں (یہ بیعت رضوان ہے جو حدیبیہ میں چودہ سو اصحاب کرام نے بیک وقت بیعت کی) وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ توجس نے بیعت کا عہد توڑا اس کے اس عہد توڑنے کا وبال اسکی جان پر پڑے گا۔ اور جس نے وفاداری کی اس عہد پر (جو بیعت ہوتے وقت کیا) تو عنقریب اللہ اُسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

دوسری جگہ بیعت کا حکم۔ قرآن مجید پ ۲۶ ع لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ ترجمہ بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے آپکی بیعت کرتے تھے (اے محبوب) تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے۔ (صدق و اخلاص اور

دعا) تو ان پر اطمینان اُتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا (فتح خیبر جو کہ اس بیعت سے چھ ماہ بعد ہوگئی تھی) اور بہت سی نعمتیں (خیبر سے بہت ہی مال ملا جو حضور نے اصحابہ کرام میں تقسیم فرمادیا) جو وہ لیویں اور اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

بچوں کی بیعت۔ حدیث صحیح مسلم شریف میں ہے۔ کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بیعت کے واسطے لائے عبداللہ کی عمر اُس وقت سات یا آٹھ سال کی تھی۔ سو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اُس کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مسکرائے پھر آپ نے اس سے بیعت لی۔ اور ایک چھوٹا سا لڑکا جو کہ اکیلا ہی حضور کے پاس آیا اس نے آپ سے بیعت کے واسطے عرض کی تو حضور نے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی مگر اسکو بیعت نہ کیا۔

مسئلہ۔ چودہ سال کا بچہ اپنے آپ بیعت ہو سکتا ہے۔ اُسکو کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ اور چودہ سال سے چھوٹی عمر والا بچہ اپنے آپ بیعت نہیں ہوسکتا اُسکو ماں باپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔ جیساکہ مذکورہ بالا لڑکے کو حضور نے بیعت نہیں فرمایا کیونکہ وہ اکیلا آیا تھا۔ اور جس کو ماں باپ خود بیعت کرانا چاہیں وہ بیعت ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ جیساکہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لڑکے کو حضور نے بیعت فرمالیا۔

اگر کامل سے بیعت ہو عملی یہ صد مبارک ہے
اس عہد کی وفا پر اجرِ اعظم کی بشارت ہے

پنجتن پاک پہ بھیج اے اللہ درود وسلام ⁂ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل چہارم

عورتوں کی بیعت کے اثبات میں

قرآن مجید پ۲۸ ع۷ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ۔ اے نبی (غیب کی خبریں دینے والے) جب آپ کے حضور مسلمان عورتیں بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوں۔ تو اس طرح بیعت کا عہد لیویں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی۔ اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔ اور نہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان میں اٹھائیں (یعنی پرایا بچہ لے کر شوہر کو دھوکہ نہ دیں کہ یہ میرے پیٹ سے ہوا ہے) اور آپ کی نافرمانی نہ کریں جو یہ نیک باتیں قبول کریں تو ان کو بیعت کر لو اور اللہ سے ان کی بخشش چاہو۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

تفسیر خزائن العرفان میں لکھا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز جب مردوں سے بیعت لے کر فارغ ہوئے۔ تو کوہ صفا پر عورتوں کو بیعت فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پاس کھڑے ہوئے حضور کا کلام عورتوں کو سناتے جاتے تھے اس دن ۴۵۷ چار سو ستاون عورتیں ایک ہی وقت میں بیعت ہوئیں۔ آپ عورتوں کو اس طریقہ سے بیعت فرمایا کرتے تھے۔ کہ اپنے ہاتھ میں کپڑا لیتے اور اس کپڑے کو دوسری طرف سے عورتیں پکڑتیں اور توبہ کے الفاظ زبان سے ادا کرتیں۔ اور آپ نے عورتوں کو اس طریقہ سے بھی بیعت فرمایا ہے کہ ایک قدح پانی میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے پھر اس میں عورتیں ہاتھ ڈالتیں اور توبہ کے الفاظ پر عہد بیعت کرتی تھیں۔

آجکل کے جاہل لوگ جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر عورت بیعت ہوگی تو پھر پیر

سے نکاح ہو جائے گا۔ اور اپنے شوہر سے نکاح ٹوٹ جائے گا۔ یہ لوگ اب بتائیں کہ وہ چار سو ستاون ۴۵۷ اصحابا کرام رضی اللہ عنہ جو کہ خود ساتھ ہو کر اپنی عورتوں کو بیعت کرائے ہیں۔ کیا! ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔

اور بعض جاہل لوگوں کی ایک یہ بھی یا واگوئی ہے۔ کہ عورت کیلئے اُسکا شوہر ہی پیر ہے۔ تو کیا! جو لوگ صرف صورت کے ہی آدمی ہوتے ہیں اور وہ ٹٹی بیٹھ کر ہاتھ بھی نہیں دھوتے یہ سب پیر بن گئے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کہ انہیں عقل نصیب ہو۔

اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو تو پیر کے مقصد کا ذرہ بھر بھی پتہ نہیں وگرنہ ایسی باتیں نہ کرتے۔

علی چمگادڑیاں مل کر اڑیں سورج کو دیکھ آویں
نہ دیکھنے پر لگیں کہنے رہی ہم آگے نکل آئیں

مسئلہ۔ اگر پیر کامل مل جائے تو عورت کو چاہئے کہ شوہر سے اجازت لے کر بیعت ہو۔ اور اگر شوہر اجازت دینے والا نہیں۔ اسکو سمجھ ہی نہیں کہ بیعت کیا چیز ہوتی ہے تو یہ عورت بغیر اجازت کے ہی بیعت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حضور کے وقت اس قسم کے کئی واقعات ملتے ہیں۔ جو خود بے راہ ہے۔ اسکی اجازت کو اگر ضروری سمجھا جائے گا۔ پھر تو کئی پاکیزہ روح بیبیاں اس مقصد اصلی سے محروم رہ جائیں گی۔

دیکھو۔ فرعون کی بیوی آسیہ خاتون رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے، توسل کر کے کیسا اعلیٰ درجہ حاصل کیا ہے۔ اگر وہ فرعون کی اجازت کو دیکھتی تو اسکو یہ شان نصیب نہ ہوتا۔ جیسا فرعون علیہ اللعنت قطعی جہنمی ہوا وہ بھی اُسکے ساتھ ہوتی۔ مقصد یہ ہے کہ اگر شوہر سمجھدار ہو تو اسکی اجازت لازمی ہے۔

عورتوں کا بیعت ہونا بہت ضروری ہے جسکی عورت بیعت نہیں اس مرد کی منزل دور ہے۔ میری یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جس بچے کی ماں اچھی ہوگی اچھی ماں کا دودھ جس بچے نے پیا ہو۔ اس بچے کا باپ خواہ کتنا ہی بدمعاش ہو۔ ایسے بچے کے اچھا نکلنے

کی بہت امید ہے۔ لیکن جس بچے کی ماں اچھی نہیں۔ باپ چاہے کتنا ہی نیک ہو اس بچے کا اچھا نکلنا مشکل ہے۔

بدبالوں کے بیٹے نیک ہو سکتے ہیں اے علی
بدعورت کا پی کردودھ اچھا ہو یہ نادر ہے

مَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہُ الشَّیْطَانُ۔ ترجمہ۔ جس کسی کا پیر نہیں اس کا پیر شیطان مردود ہے۔ اس حکم کی روح سے بے پیر عورت شیطان کی مریدنی ہے۔ اور وہ اپنے منحوس ہاتھوں سے کھانا پکا کر جس جس کو کھلائے گی۔ ان کو اگر پہلے سے کچھ صفائی حاصل ہوگی بھی۔ تو یہ کھانا کھانے سے صفائی دور ہو جائے گی۔ اندھیرا ہو جائے گا گندگی اور نحوست پھیلے گی۔

اور جو بی بی پیرومرشد والی ہوگی وہ درود شریف پڑھنے اور ذکر کرنے والی ہوگی۔ باوضو رہنے والی اپنے پاکیزہ ہاتھوں سے پکا کر کھلائے گی۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں کھانے والوں کے خیالات بہتر ہو جائیں گے۔ بشرطیکہ یہ لوگ کہیں ادھر ادھر کے لوگوں کی جوٹھ اور مشکوک چیزیں نہ کھا دیں۔ غرضیکہ اگر یہ بیبیاں ٹھیک ہوں تو سب گھر ٹھیک اگر ان میں خرابی ہو تو ہر قسم سے بربادی ہے۔ پرہیزگار مردوں کی بیبیاں اگر ٹھیک نہ ہوں گی تو ان مردوں کی پرہیزگاریوں کو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اگر عورتوں کی بیعت میں تشریح مقصود ہو تو مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کا مکتوب نمبر ۱۴ دفتر سوم کو دیکھو۔

جہاں یہ بیبیاں اچھی ہیں اس گھر کو مبارک ہو
علی گر نقص ہے ان میں تو سب گھر ہی نحوست ہے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ٭ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل پنجم

شیخ کی شرائط اور تلاش کے بیان میں

مرشد میں یہ چار شرطیں دیکھنا لازمی ہیں۔ جس میں یہ نہ پائی جائیں وہ ہرگز پیر نہیں ہو سکتا۔ شرط اوّل۔ شریعت اور تقویٰ ہے۔ باشریعت ہونا مرشد کا یہ ہے۔ کہ داڑھی قصداً چار انگلی سے چھوٹی نہ کرا رکھی ہو۔ اور نماز و روزہ کا پابند ہو۔

جس کو شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند نہ دیکھو ہرگز اسکی بیعت نہ کرنا۔ اسکے پاس کھڑے ہونا ہلاکت کا باعث ہے۔ اگرچہ اس سے خرق عادات ظاہر ہوں کیونکہ خرق عادت تو کئی جوگیوں سے بھی ظاہر ہوا کرتا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا۔ ترجمہ ان میں سے کسی بداعمال یا کافر کی پیروی مت کرنا۔ دیکھو اس آیت میں پہلے گنہگار کی اطاعت سے منع فرمایا ہے۔ اور پیچھے کافر کی اطاعت سے منع فرمایا۔ کیونکہ کافر کے اعمال کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ اسکی صحبت مسلمانوں کے لئے ایسی مضر نہیں ہے۔ جیسا کہ غیر شرح بداعمال مسلمان کی۔ فسادِ جسد غفلتِ قلب کی دلیل ہے یعنی جسنے پیغمبر کے حکم کو توڑ کر داڑھی منڈالی ہوئی ہے۔ اور تارکِ صوم و صلوٰۃ ہے۔ یہ اس کا باطن خراب ہونے کا نشان ہے۔

شریعت کی پابندی سے کوئی ولی خواہ کتنا ہی بڑا ہو سبکدوش نہیں ہو سکتا بعض جاہل فقیر جو یہ کہدیتے ہیں۔ کہ شریعت تو راستہ ہے۔ اور راستے کی ضرورت ان کو ہوتی ہے۔ جو مقصود تک نہ پہنچے ہوں۔ ہم تو پہنچ گئے۔

ان کے جواب میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ صَدَقُوْا لَقَدْ وَصَلُوْا وَلٰكِنْ اِلٰى النَّارِ۔ ترجمہ۔ بیشک وہ سچ کہتے ہیں کہ پہنچے مگر کہاں جہنم کو۔

البتہ اگر مجذوبیت سے عقل نکلتی جاتی رہے تو اس سے قلم شریعت اٹھ جائیگی مگر یہ سوچ لو کہ جو اس قسم کا ہوگا اسکو ایسی باتیں کرنے کی ہوش ہی نہیں ہوتی وہ شریعت کا مقابلہ کیا کر سکتا ہے۔

اور تقویٰ مرشد کا اس واسطے شرط ہوا ہے کہ بیعت مشروع ہوئی ہے واسطے صفائی باطن کے اور صفائی باطن میں فقط قول بدوں عمل کے کفایت نہیں کرتا۔ سو جو مرشد کہ اعمال خیر سے متصف نہ ہو فقط زبانی تقریروں پر کفایت کرتا ہو وہ حکمت بیعت میں بالکل افادہ کا رہنیں ہو سکتا۔

اس بارے میں اللہ تعالےٰ کا یہ حکم ہے۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ ترجمہ۔ اس شخص کی پیروی مت کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ مرشد وہ ہے جو دنیا کی پرواہ نہ کرے۔ آخرت کا راغب ہو۔ اور محافظ ہو طاعات پر اور خلاف شرع باتوں سے روکتا ہو۔ جو خلاف کرے اسپر ناراض ہوئے۔ اور مستقل ہو اپنی رائے پر۔ نہ کہ ہرجائی اور ہر دم خیالی ہو کہ جس کو رائے ہو نہ امر۔ اور صاحب عقل ہو کہ اعتماد کیا جائے۔ اُس کے بتائے اور روکے پر۔ نہ کہ بے ہوش سائیوں میں سے جس کو دیکھا کہا یہی میرا پیر ہے۔ اُدھر پیر کو پتہ بھی نہ ہو کہ کون میرے پاس آیا ہے کون نہیں۔ اور اپنی بیہوشی میں کبھی کچھ بات کہے کبھی اُسکی زبان سے کچھ نکل جائے۔ تو اسکی کون سی بات کو امر سمجھا جائے گا۔

ویسے تم اسکو روٹی پانی دو لیکن بیعت کا فائدہ نہیں دے سکتا۔

شرط دوم ۔ مرشد کا عالم ہوتا ہے۔ عالم سے مراد یہ نہیں کہ چوٹی کا مرتبہ علم رکھتا ہو۔ بلکہ اتنا علم ہونا کافی ہے کہ مسائل ضروریہ کو کتاب سے خود نکال سکے۔ بیعت لینے والا علم اصول حدیث اور جزئیات فقہ اور فتاووں کے حفظ رکھنے کا مکلف نہیں۔ عالم ہونا مرشد کا تو فقط اتنے واسطے شرط ہوا ہے کہ غرض بیعت سے مرید کو امر کرنا ہے مشروعات کا اور روکنا خلاف شرع سے اور اسکی رہنمائی کرنا

طرح تسکین باطنی کے اور دور کرنا بدخوؤں کا اور حاصل کرنا صفات حمیدہ کا۔

لہٰذا جو واقف اور عالم ان امور سے نہ ہوگا۔ اس سے یہ کیونکر متصوّر ہوگا دیکھو آج کل کیسا معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ کہ فقرائے جُہال کو اس وقت یہ خبط سمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ پیری مریدی میں علم کا ہونا کچھ ضروری نہیں۔ بلکہ علم درویشی کو مضر ہے۔ اسواسطے کہ شریعت کچھ اور ہے اور طریقت کچھ اور۔ حالانکہ صوفیان قدیم کے کتب اور ملفوظات میں مثل قوۃ القلوب اور احیاءالعلوم اور کیمیائے سعادت مصنفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین حضرت محبوب سبحانی سرکار بغداد کی۔ منہاج العابدین اور کشف المحجوب مصنفہ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔ اور مکتوبات شریف۔ اس کے علاوہ اور بہت سی تصنیفیں ہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ ان تمام کتابوں میں صاف مصرح ہے کہ علم شریعت شرط ہے طریقت اور تصوف کی۔

دیکھو ان جاہلوں کو یہی جہالت کی شامت ہے کہ جن مرشدوں کا نام صبح و شام لے لے کر اپنی درویشی کا اعتبار بناتے ہیں۔ ان کے کلام سے بھی بے خبر ہیں۔ کہ وہ کیا فرما گئے۔

شرط سوم مرشد کا مذہب اہلسنت والجماعت ہو۔ اس بات کی بہت ضرورتاکید ہے۔ کیونکہ بد مذہب لوگ جو کہ اولیاء کرام کے منکر اور انکے طریقے کے سخت دشمن ہیں انہوں نے اب لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے پیری مریدی بھی شروع کر دی ہے حالانکہ یہ لوگ بیعت کے سلسلہ کو بدعت اور حرام کہا کرتے تھے۔ اور اب بھی ان کے اندرونی خیالات وہی ہیں۔ مگر دیکھو ان بے دین لوگوں کی بدمعاشی کہ آج کس بھیس میں لوگوں کو گمراہ کرنے نکلے ہیں۔ لہٰذا جب مرید ہونا ہو تو اچھی طرح سے تفتیش کر لیجیے ورنہ اگر کوئی بد مذہب مل گیا تو ایمان بھی لے جائے گا۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

شرط چہارم۔ بیعت کرنے کی اجازت وسلسلہ بدستور رہے۔

بیعت اس وقت کرسکتا ہے کہ جب اس کے پیر کی طرف سے اسکو بیعت لینے کی اجازت مل چکی ہو۔ بغیر اجازت کے پیر نہیں بن سکتا۔ خواہ کتنے مجاہدے کرے اور کیسا ہی باکمال ہو۔

اور اجازت دینے والے مرشد کا سلسلۂ بیعت کہیں سے ٹوٹا ہوا نہ ہو۔ یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اس مرشد تک سلسلہ بدستور چلا آتا ہو۔ ان میں کوئی بے پیر نہ گذرا ہو۔ پھر یہ بات بھی ضروری ہے کہ کامل مرشدوں کی صحبت میں کچھ زمانہ گذارے۔ ان سے ادب سیکھے اور ان سے باطن کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہوا ہو صحبت کاملین اس واسطے شرط ہوئی ہے۔ کہ مراد نہیں ملتی۔ جب تک مراد پانے والوں کے پاس نہ بیٹھے۔

مسئلہ۔ رہبانیت ارشاد کی شرط نہیں۔ رہبانیت میں یہ چھ باتیں ہیں:۔ کسب کو چھوڑ دینا اور گوشہ گیری عورتوں سے۔ اور طعام لذیذ کا چھوڑ دینا۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا رہنا۔ ہمیشہ ہمیشہ روزہ رکھنا۔ یا ہمیشہ ہمیشہ جاگنا۔ چنانچہ ہمارے اس وقت کے عوام ان باتوں کو کمال کی شرط جانتے ہیں۔ مگر یہ امور تشدد فی الدین اور تشدد علی نفس میں داخل ہیں۔ اس بارے میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سختی نہ پکڑو اپنی جانوں کو تاکہ اللہ تعالےٰ تم کو سختی نہ پکڑے اور فرمایا لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ یعنی رہبانیت اسلام میں جائز نہیں ہے۔ مسئلہ بعض اس مقولہ کے پیر بنے پھرتے ہیں۔ کہ پدرم سلطان بود یعنی میرا باپ بھی بادشاہ تھا۔ یہ اپنے باپ دادا کے کمالات کے نام پر مرید بناتے ہیں۔ جیساکہ عموماً پیرزادوں کی رسم ہے۔

یہ جب درست ہوسکتا ہے کہ پیر کامل اپنے بیٹے یا پوتے کو باقاعدہ اپنی بیعت کرے اور اسکو مجاہدے کے ذریعے صاف کرے اس میں خصائل حمیدہ پیدا کرے اور پھر اسکو بیعت کی اجازت فرمائے۔ تو صحیح ہے۔

اور اگر بیعت نہیں کیا یا بیعت تو کیا تھا مگر بیعت ہونے کے بعد داڑھی منڈاتا رہا نماز پڑھنے میں بے پرواہی کرتا رہا۔ اور جس وقت پیر صاحب فوت ہو گئے اُسکے ایک مدت بعد یہ پابند صوم وصلوٰۃ ہوا اور پابند شریعت ہو کر پیر بنا ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ خواہ عویٰ کرے کہ مجھے اباجی یا داداجی بیعت کی اجازت دے گئے ہیں۔ یہ بالکل جھوٹ ہے نہ انہوں نے اُسکو اجازت دی اور نہ ہی دے سکتے تھے کیونکہ یہ انکی زندگی میں انکا مرید بھی نہیں تھا اگر مرید ہوا تھا تو بھی جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی نافرمانی کی وجہ سے اس نے بیعت کے عہد کو توڑ دیا ہے یہ مرید نہ رہا۔ جو ان کی زندگی میں مرید نہیں بن سکا اب یہ پیر کس طرح بن سکتا ہے۔ اب یہ آبائی نسبت سے تو پیر بن نہیں سکتا کیونکہ یہ خود بے پیر رہ گیا ہے۔

علم باطن ہمچوں مسکہ علم ظاہر ہم چوں شیر
کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

اب یہ پیرزادہ دوسری جگہ جا کر کسی پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوا اور وہ اداب طریقت تعلیم فرمانے کے بعد اللہ تعالےٰ کے حکم سے اسکو بیعت کی اجازت وخلافت عطا فرما کر پیر بنا دے تو بن سکتا ہے ورنہ نہیں۔

کیونکہ اجازت شرط ہے جو اس میں پائی نہیں جا رہی۔ ایسے پیرزادوں کی انکے باپ دادا کی وجہ سے عزت ولحاظ کریں تو بہتر ہے۔ یہ ہونا چاہئے۔ مگر تاثیر حاصل کرنا ہو تو پیر اور ہی تلاش کرنا پڑے گا۔

ہاں اگر کسی کامل پیر کا بیٹیا یا پوتا چھوٹی عمر کا تھا یا جوان لیکن وہ پیر صاحب کی زندگی میں نیک تھا پیر صاحب کے فوت ہونے کے بعد بھی نیک رہا اس نے شریعت کے حکم کو کبھی نہیں توڑا اگر یہ پتہ نہیں کہ پیر صاحب نے اُسکو اپنی بیعت کیا تھا یا نہیں۔ اور کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ جو کہے کہ اسکو پیر صاحب بیعت کی اجازت دے گئے ہیں۔ صرف وہ صاحبزادہ خود ہی کہتا ہے کہ مجھے اجازت دے گئے ہوئے ہیں تو البتہ یہ بات قابل قبول ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ان کے سامنے نیک چلن تھا اجازت

فرما گئے ہونگے۔ اسکو پیر مانا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی پیرزادہ غیر شرع کام کرتا رہا ہو۔ پھر آکر پیر صاحب کے سامنے ان کی زندگی میں توبہ کر کے باشریعت نیک ہوگیا اب پیر صاحب اُسکو اجازت دے جائیں تو دے سکتے ہیں۔ ورنہ بدچلن کو تو اجازت دے سکتے ہی نہیں۔ اب اس گھر سے اجازت جاتی رہی وہ پچھلی پیری ختم ہوگئی۔ جیسے کہ پہلے پارہ ع ۱۵ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ ۞ مسئلہ جو کوئی پیر نہیں اور پیر بننے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے وہ مسیلمہ کذاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے۔

جو لوگ پیر نہیں اور پیری کے دعویدار بن کر انہوں نے لوگوں کو بھول میں ڈالکر راہ حق سے دُور رکھا ہے جو کہ بجائے ہدایت کے گمراہ کرتے ہیں۔ ان کے لئے محشر کے دن سخت عذاب ہے۔

خرقۂ خلافت کے احکام کا بیان

شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بغداد شریف میں بطور مسافر گیا ہوا تھا کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور بھی کئی بزرگ مثلاً جلال الدین تبریزی شیخ بہاؤ الدین سہروردی۔ شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ برہان الدین سیوستانی رحمۃ اللہ علیہم حاضر خدمت تھے۔

کہ خرقہ پہننے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ بہاء الدین کے فرزند نے آکر خرقۂ خلافت کے لئے التماس کی۔ حضرت شیخ الشیوخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج معاف رکھو کل آنا۔

اسی رات اس لڑکے نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمیوں کو فرشتے گلے میں آگ کے زنجیر ڈالے ہوئے اوپر کی طرف لے جارہے ہیں۔ اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون گنہگار ہیں فرشتوں نے کہا یہ پیر ہے۔ اور وہ اسکا مرید ہے۔ اس پیر نے اسکو خرقۂ خلافت دیا تھا۔ اور اس نے خرقے کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ بلکہ دنیا کے اندر گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرتا تھا۔ بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ اب ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس تاریک ضمیر پیر اور اُس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ و اور دوزخ میں لے جاؤ۔ جونہی یہ خواب اس نے دیکھا فوراً بیدار ہوا۔ صبح شیخ الشیوخ کے دربار میں حاضر ہوا۔

حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ خرقہ پوشوں کا حال دیکھ لیا ہے! پس اے فرزند خرقہ وہ شخص پہنتا ہے جو ماسوائی اللہ سے قطع تعلق کرے اور اپنے مشائخ کرام کے طریقہ پر کاربند ہو۔ تو ابھی ستر پردوں میں ہے۔ خرقہ پہننے کا تیرے لئے ابھی وقت نہیں آیا۔ واپس چلا جا۔ ورنہ تیری بھی وہی حالت ہوگی۔ جو خواب میں اس پیر اور مرید کی دیکھ چکا ہے۔

جب تک انسان اپنے آپ کو دنیاوی غل اور آلائش سے صاف نہ کرے اُسے خرقہ نہیں پہننا چاہئے۔ اور نہ ہی پیر کو چاہئے کہ بغیر صاف کئے کسی کو خرقہ دے۔ کیونکہ خرقہ انبیاء اولیاء کا لباس ہے۔

جو شخص دنیاوی آلائشوں سے ملوث ہوگا۔ وہ خرقہ کی حق ادائیگی نہیں کر سکیگا اور جب حق ادا نہ کر سکا تو ضروری ہے کہ گمراہی میں پڑے۔ اور مریدوں کو بھی گمراہ کرے جن پیروں نے مریدوں کو بغیر تزکیہ نفس کرانے کے اجازت و خلافت دیدی انہوں نے اچھا نہ کیا بلکہ ایسے خلیفوں کو اور ان کے ساتھ اور کئی ہزار لوگوں کو آگ کے گڑھے میں ڈال دیا۔

کم ظرف کے بس میں تو کچھ نہ دینا اے علی
ورنہ پچھتائے گا پھر کہ ظلم ہوگیا

حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریہ ملتانی نے جب اپنا کام عشق اور مجاہدہ میں تکمیل کو پہنچا لیا تو حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر آیا۔ تین روز رہا اور چوتھے روز حضرت نے خرقۂ خلافت اور عصاء اور نعلین اور مصلٰہ عنایت کر کے فرمایا جاؤ تمہیں ملتان کی ولایت دے دی۔

اب جو لوگ مدتوں سے حضرت کی خدمت میں امید لگائے بیٹھے تھے ان کو غیرت آئی اور کہنے لگے کہ اس ہندوستانی کو تین روز میں ولایت عطا فرما دی ہے اور ہم اتنے اتنے سال سے بے فائدہ ہی خدمات کرتے رہے۔

ان لوگوں کی یہ بات جب حضرت شیخ الشیوخ نور اللہ مرقدہٗ نے سنی۔ تو فرمایا درویش

واقعہ ہی ایسے خدمت گزار ہیں۔ لیکن بہاؤ الدین پہلے ہی اپنا کام کرکے آیا تھا۔ وہ خشک (سوکھی) ہوئی لکڑیاں لایا تھا۔ جس نے اس میں ایک ہی پھونک سے عشق کی آگ بھڑکا دی۔ اور وہ کامیاب ہوکر چلا گیا۔ مگر تم تمام گیلی لکڑیاں لیکر بیٹھے ہوئے ہو جن کے واسطے بہت عرصہ درکار ہے۔ ابھی اُن کو ہزار پھونک بھی کچھ نہیں کر سکتی۔

خلیفہ کی عزت کرنا خلیفہ بنانیوالے کی عزت کرنا ہے اور خلیفہ سے دشمنی دراصل خلیفہ بنانیوالے سے دشمنی کرنا ہے

جو کوئی خلیفہ کی شان میں فرق لایا وہ نامراد رہا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی خلافت عطا فرمائی۔ تو فرشتوں کو حکم دیا کہ اسکی تعظیم کرنا ہے۔ اس وقت شیطان نے کہا کہ الٰہی تیری تعظیم کریں گے تیری ذات لائق سجدہ ہے۔ لیکن تیرے خلیفہ کی تعظیم سے اسکو سجدہ کرنے سے میرا انکار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسکی چودہ ہزار سال کی عبادت اس کے منہ پر ماردی اور اسکو پھٹکار کر نکال دیا۔ ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم اس ملعون کے نصیب ہوا۔ خلیفہ سے دشمنی کرنے کے بعد اللہ کی دوستی کا دعوےٰ کرنے نے اسکو کوئی فائدہ نہ دیا۔ یہ خلیفہ کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑنا تھا۔ دنیا میں سب سے پہلا نامراد شیطان ہوا ہے۔ اسی طرح جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی خلیفہ کی شان میں گستاخی کی اسنے درحقیقت رسول اللہ کے حق میں گستاخی کی۔ اور جس نے ان کے خلیفہ کی فرمانبرداری کی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی۔

حضرت عرباض بن ساریا رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد اور ترمذی۔ وابن ماجہ مشکوٰۃ میں یہ حکم موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کی فرمانبرداری کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

جس طرح رسول اللہ کے خلیفہ سے دشمنی کرنے والا خلیفہ کو جھٹلانے والا رسول اللہ کے فرمانبرداروں میں نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح پیر کے خلیفہ کو جھٹلانے والا اسکو نظر حقارت سے دیکھنے والا اس سے دشمنی کرنے والا۔ درحقیقت پیر صاحب کو جھٹلانے والا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

کو خلافت عطا فرمائی تو مجدد صاحب کے پیر بھائیوں میں سے اللہ داد وغیرہ نے جن کو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے عام مریدوں سے لائق دیکھ کر خلیفہ کی جگہ پر لگایا ہوا تھا اور ان کو کچھ حضور بھی حاصل تھا۔ جب انہوں نے مجدد صاحب کو نظر حقارت سے دیکھا۔ تو پھر اُن کا ہر دن نقصان کا ہی آیا۔ اور تھوڑے دنوں بعد وہ حضور اور جو کچھ بھی نعمتِ الٰہی سے حصہ حاصل تھا۔ سب سے خالی ہو گئے۔ اور سمجھ بھی نہ سکے کہ کس وجہ سے نامرادی نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ میرے پیر روشن ضمیر نے بیان فرمایا کہ چورہ شریف میں باواجی صاحب کے عرس مبارک کے موقع پر جبکہ روضہ شریف کے پاس بہت بڑا اجتماع تھا۔ اور اس میں علمائے کرام و مشائخ عظام بھی بہت بڑی تعداد میں موجود تھے۔ اسوقت میں نے مولوی کرم دین سکنہ بھین ضلع جہلم والوں کو کہا۔ کہ آپ واعظ فرمائیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں تو اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہم بوڑھوں کا واعظ کیا سنتا ہے۔ میرا لڑکا ابھی ابھی فاضل ہو کر آیا ہے۔ اسکو کہتا ہوں کہ وہ آپ کے سامنے واعظ کرے۔ تو میں نے کہا کہ ہمارا یہی شوق ہے کہ تجھ بوڑھے سے کچھ تجربے کی باتیں سنیں۔ تو پھر مولوی کرم دین صاحب نے بیان شروع کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے باواجی کے روضہ مبارک پر بیٹھے ہوئے خیال پیدا ہوا تھا کہ باواجی صاحب کا اولیاء کرام میں قطب کا مرتبہ ہوا ہے۔ اگر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوتا تو بہت زیادہ برکت کی بات تھی۔ مگر آپ کے نہ ملنے کی وجہ سے میں نے صاحبزادے کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اب مجھے اس بیعت میں وہ خوبیاں تو نہیں حاصل ہو سکتیں۔ جو کہ باواجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہونے سے مل سکتیں تھیں۔ پھر مولوی کرم دین صاحب نے قسم اٹھا کر کہا کہ اس وقت مجھے اسطرح معلوم ہوا ہے جیسا کہ باوا جی صاحب اپنے روضہ شریف کے اوپر کوئی چادر سی اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے۔ اور میری یہ بات سن کر بیٹھ گئے۔ اور مجھے فرمایا کہ کرم دین تو نے یہ کیسا خیال کیا ہے۔ کیا میرا ہاتھ اور صاحبزادے کا ہاتھ کوئی دو ہیں۔ میں نے جب سے اسکو بیعت کی اجازت دی ہے اس وقت سے میرا اور اسکا ہاتھ ایک ہی ہے۔ مت خیال کرنا کہ خلیفہ اور پیر صاحب

کے ہاتھ میں کوئی فرق ہوگا۔

میں نے کئی مریدوں کو دیکھا ہے کہ وہ پیر صاحب سے تو بہت دعوے عشق رکھتے ہیں۔ لیکن خلفاء سے ان کو حسد ہوتا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ ایسے خیال سے توبہ کریں۔ ورنہ نامرادی اور خواری کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ پیر صاحب نے جس کو اجازت و خلافت عطا فرمائی ہے۔ اسکی قابلیت کو وہ خوب جانتے اور خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ لہذا خلیفہ کو نظرِ حقارت سے دیکھنے والے حاسد صاحبان خلیفہ سے بڑھ کر پیر کے پیارے بننے کا خیال چھوڑ دیں۔ یہ غلط ہے۔

مرشد وہ ہے جو صاحب حضور ہو۔ نہ کہ طالب دنیا۔ جو مرشد کہ نہ سالک وسلوک سے واقف ہو۔ اور نہ کبھی مجلسِ حضورپرنور اس کے نصیب ہوئی ہے۔ اور نہ اہل قبور سے فیضیاب ہو۔ اور نہ اسکو کوئی وقت غرق و استغراق کا نصیب ہو۔ وہ مرشد بے باطن و بے معرفت ہوتا ہے۔ اگرچہ بظاہر اپنے کشف وکرامات پر مغرور رہتا ہو۔

واضح ہو کہ مرشد تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) مرشد کامل۔ جو کہ طالب کے حق میں رحمت ہوتا ہے (۲) مرشد ناقص۔ جو کہ زحمت ہوتا ہے۔ گروہ دنیاوی مراتب و مناسب میں کمال حاصل کرتا ہے وہ اپنی اس ترقی سے مرتبۂ فرعون کو پہنچتا ہے (۳) وہ ناقص ہے جو کہ نہ دنیا حاصل کرتا ہے اور نہ ہی معرفت۔

مرشدِ کامل معرفتِ الٰہی کو حاصل کرتا ہے۔ مرتبہ فقر محمدی کو پہنچتا ہے اور جو مرشد کہ نہ مراتب دنیا ہی حاصل کرتا ہے اور نہ ہی مقاماتِ معرفت کو طے کرتا ہے وہ دونو جہان کی رسوائی اور ذلت اپنے سر لیتا ہے اس بے چارے پر تو یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

کاملوں کے اختیارات یہاں تک پہنچ جاتے ہیں کہ اگر چاہیں تو دنیا کو تباہ کر دیں اسکو قحط و ہلاکت میں گرفتار کر دیں مگر وہ اسپر شفقت و مہربانی کرتے ہیں باوجود اس قوت کے وہ خلق اللہ سے اپنی غیبت اور برائی سنتے ہیں اس کا غیظ وغضب سہتے ہیں۔

اس سے تکلیف و آزار پاتے ہیں۔ مگر وہ اُسے نہیں ستاتے آزار نہیں پہنچاتے۔ ایسے فقرا کا حوصلہ غرق و استغراق کی برکت سے اور حضور مجلس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیع ہوتا ہے۔ مرشد کامل سالہا سال طالبوں کو ریاضت و محنت کراتا ہے۔ اور اگر چاہے تو ایک ساعت میں ابتدا سے انتہا تک کل مراتب طے کرا سکتا ہے۔ مرشد کامل کے مرید میں چار چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اوّل صدق مقال۔ دوم اکل حلال۔ سوم طاعت۔ چہارم ہمت و توفیق۔ کبھی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ شریعت نے جس بات سے منع کر دیا ہے۔ اس کے نزدیک نہ جائے گا۔

جو مرشد قوت باطنی نہ رکھے۔ مرید کا خبرگیر نہ ہو۔ پاس بیٹھنے والے حرام خور ہوں۔ اسے پیر و مرشد نہ کہنا چاہئے۔ وہ کوئی حجام ہے اسکی پیری و مرشدی مکر و فریب کا جال ہے۔ پیری و مرشدی کوئی معمولی کام نہیں کہ تھوڑی سی محنت و ریاضت سے حاصل ہو جائے۔ یہ سرّ اسرار پروردگار ہے۔ اور نتیجۂ انبیاء و اولیا اللہ ہے۔ یہ نعمت عظمیٰ فضلِ الٰہی سے ہے۔ جو کسی سفلے اور طالب دنیا۔ اور پست ہمت آدمی کو نہیں حاصل ہو سکتا۔ بلکہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ اولیاء کامل ہی اسکے سزاوار ہوتے ہیں۔

پیر کے تلاش کرنیکا طریقہ جب کہ کمالات باطنی کا طلب کرنا واجب ہے۔ تو پھر ایسے پیر کا تلاش کرنا ضروری ہے۔ جو کامل ہو اور کامل بنانے والا بھی ہو۔ کیونکہ ایسے پیر کے سلسلہ کے بغیر خدا تک رسائی ہونا نہایت قلیل اور نادر ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

نفس را نکشد بغیر از ظلِّ پیر
دامنِ آں نفس کش محکم بگیر

پیر تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پیروں بزرگوں سے ملاقات کرتا ہے اور جس کے پاس پہنچے سب سے پہلے اس میں یہ چار شرطیں جو کہ مرشد ضروری ہیں دیکھنے میں غور کرے۔ شرط اوّل شریعت اور تقویٰ۔ شرط دوم صاحب علم۔ شرط سوم مذہب اہلسنت والجماعت۔ شرط چہارم۔ سلسلہ بدستور اور بیعت کی اجازت۔ ان چار

شرطوں کی تفصیل ابھی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اس جگہ سے دیکھ کر ذہن نشین کرلی جاویں
اور صدیق کی یہ بھی علامتیں ہیں۔ ان میں بھی غور کیا جاوے۔

اوّل۔ یہ کہ دنیا کی قدر و منزلت اس کے دل میں نہ ہو۔

دوم۔ ریا اور نمائش اس میں بالکل نہ ہو۔ نہ تعریف سے پھولے اور نہ مذمت سے پژمردہ خاطر ہو۔

سوم۔ شہوات کی لذت سے آزاد ہو۔ اپنے نفس کو پاک رکھے۔ اور دوسرے نفسوں کے پاک کرنے میں کوشش اور دعا کرنے والا ہو۔ بادشاہوں اور امیروں سے بے پرواہ ہو۔

چہارم۔ ذاکر ہو۔ قرآن خوان ہو۔ اس کی مجلس نیک بنانے والی ہو۔

اور سب برہانوں اور دلیلوں سے قوی دلیل یہی ہے جو حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اسکی صحبت اور اس کے دیدار سے خدا یاد آوے اور دل غیر خدا سے پھر جائے۔ لیکن عوام الناس اور اغیار کے لئے پہلی ہی صحبت میں تاثیر محسوس کرنا ذرا مشکل ہے۔ پس چاہئے کہ اُس بزرگ کے مریدوں میں سے کسی سے جسکو سچا عادل سمجھے شیخ کی تاثیر کا حال دریافت کرے اگر وہ بہتر شہادت دے۔ تو پھر استخارہ کرکے دیکھے۔ اگر دل مان جائے۔ بیعت کرے کیونکہ مرد متقی کی صحبت میں ضرر کا اندیشہ نہیں ہے۔

مرشد وہ ہے جو قائم شریعتِ مصطفیٰ پر ہو
جب اس کے پاس علی بیٹھیں تو اللہ یاد آجائے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام + صحابا کرام اور دل ازواج پر بھی مدام

فصل ششم

بیعت ہونے کے بیان میں

بیعت ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی پیر صاحب پر دل کی تسلی ہو جائے۔ تو اس کے مریدوں میں سے کسی سمجھدار کے آگے اپنے اس ارادے کو ظاہر کر دینا چاہئیے۔ کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ اور آپ میری سفارش کر دیجئے۔ تو پھر وہ پیش کر کے سفارش کر دیگا۔ اگر پیر صاحب اپنی غلامی میں منظور فرمالیں گے تو زہے قسمت۔

جب میں بیعت ہوا تھا۔ اپنے شیخ عالی قدر کو اپنے گھر لایا تھا۔ اور اپنے پیر بھائیوں کو ساتھ ہی دعوت دی۔ کھانا کھلایا۔ اور کچھ پھل پیش کئے۔ حضرت نے تمام مجلس میں پھل تقسیم فرما دیا۔ اور چند پارچات حضرت کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ آپ نے جب مجھ کو غلامی میں منظور فرمایا ہے۔ از حد خوشی ہوئی۔ زندگی میں ایسی خوشی کا جواب نہیں ہے۔

بزرگوں کی مجلس میں جاتے وقت کچھ نذرانہ لے کر جانا چاہئیے۔ کہ خالی ہاتھ جانا خالیوں۔ کنجوسوں۔ اور بے قدروں کا طریقہ ہے۔

اس بیعت طریقت میں یہ وقت یہ سات چیزیں ہوتی ہیں:۔

اوّل۔ کلمہ طیبہ اور ایمان سمجھایا جاتا ہے۔

دوم۔ پچھلے گناہوں سے توبہ۔ اور آئندہ ان سے بچنے کا اقرار لیا جاتا ہے۔

سوم۔ سلسلہ کا ذکر سمجھا کر اسکی اجازت دی جاتی ہے۔

چہارم۔ جس سلسلہ میں بیعت کرتے ہیں اس کا شجرۂ طریقت عطا کریں گے۔

پنجم۔ بیعت پر عہد وفاداری ہوگا۔

ششم۔ تصور شیخ۔ یہ تصور کا مسئلہ کسی پیر بھائی سے سمجھ لینا چاہئیے۔

ہفتم۔ دعا ہے۔ بیعت کے بعد پیر صاحب دعا کرینگے کہ اے اللہ میں نے اس کو توبہ

کرادی ہے۔ اب اسکو تیرے سپرد کرتا ہوں، اور تمام حاضرین مجلس دعا کریں گے کہ خداوند ہمکو فتوح اس طریقے کی عنایت کرو اور ہم کو اس سلسلہ کے دوستوں کے گروہ میں محشور کرنا۔ پنجتن پاک اور اپنی رحمت کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین۔

پھر اسکو پیر صاحب حکم دیویں گے کہ سلسلہ کے تمام دوستوں سے مل کر مصافحہ کرے اور وہ پھل مجلس میں تقسیم کر دیویں گے۔

مشائخ کرام کے سلاسل کا بیان مشائخ کرام کے سلاسل جو بڑے ہیں وہ دراصل چار ہیں۔ کوئی شیخ قادری ہوتا ہے۔ اور کوئی نقشبندی۔ اور کوئی سہروردی ہوتا ہے۔ اور کوئی چشتی۔ اور کسی مرد کو یہ چاروں سلسلے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

ان چار سلسلوں کی اجازت کا ایک مرد میں جمع ہونا بڑی برکت ہے۔ اگر یہ چار سلسلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے خاص اجازت کے ساتھ کسی کو حاصل ہوں تو نعمت عظمیٰ ہے رحمتِ بے بہا ہے۔

نقشبندی۔ قادری۔ سہروردی۔ چشتی ناموں کے علاوہ اور بھی بہت سے نام ہیں جیسے مجددی۔ معصومی۔ زبیری۔ نظامی۔ نوشاہی۔ گیسو درازی۔ لال شہبازی قلندری۔ مداری۔ اسی طرح اور بہت سے نام ہیں۔ مگر یہ تمام شاخوں کے نام ہیں۔ ان سب کی اصل وہی چار ہیں۔ جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

سلسلہ مقدس قادری کے امام سلسلہ محبوب سبحانی شہباز لامکانی۔ سرکار پر نور غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی بغدادی قدس اللہ سرہٗ ہیں اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام سلسلہ۔ شیخ اعظم و قطب افخم مشکلکشا۔ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس اللہ سرہٗ ہیں۔ اور سلسلہ مبارک سہروردی کے امام سلسلہ۔ سایۂ رحمت۔ امتحانوں کے اٹھا دینے والے جن کا بھرا ہوا کبھی خالی نہ ہو حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی صدیقی بغدادی قدس اللہ سرہ ہیں۔

اور سلسلہ شریف چشتیہ کے امام۔ عجائبات کے مظہر بلاؤں کے گرداب سے نکالنے

والے شمشیر براہنہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین سید محمد حسن چشتی اجمیری قدس اللہ سرہٗ ہیں۔ قادری سلسلہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہٗ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا ہے۔ اور اس سلسلہ کے امام سید عبدالقادر ہیں اس لئے اس سلسلے والوں کو قادری کہا جاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا ہے اور اس سلسلہ کے امام بہاؤالدین نقشبند ہیں۔ اس وجہ سے اس سلسلہ والوں کو نقشبندی کہا جاتا ہے۔

اسی طرح سہروردی و چشتی نام بھی اماموں کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ اور یہ بھی دو تو سلسلے مولے علی کرم اللہ وجہ سے ہیں۔

بوقت بیعت جن سات چیزوں کا بیان کر آیا ہوں۔ ان میں سے بعض کی تشریح کرنا ضروری ہے۔ لہذا ان کی تشریح میں علحدہ علحدہ ایک ایک فصل لکھتا ہوں ؎

فتوح اس سلسلے کی نصیب ہو مجھ کو علی اور نیز
اللہ اس سلسلہ کے یاروں میں محشور فرماوے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ۔ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ہفتم

توبہ کے بیان میں

قرآن مجید پ ۵ ع ۶ میں اللہ تعالےٰ نے توبہ کرنے کا طریقہ یوں بتایا ہے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ ترجمہ اور اگر اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں (معصیت و نافرمانی کر کے) تو اے محبوب وہ آپ کے پاس حاضر ہوں پھر

اللہ سے معافی چاہیں اور آپ ان کے واسطے بخشش کی سفارش کریں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ کے قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

لہٰذا اگر پیر کامل ہے تو بیعت ہوتے وقت پیر کے روبرو توبہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہو کر توبہ کرنے کے قائم مقام ہے۔ ظاہر میں تو مرشد توبہ کرنے والے مرید کے حق میں دعائے بخشش کرتا ہے۔ اِدھر غائبانہ طور پر جناب رسولِ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہو کر وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ والی بات بھی پوری ہو جاتی ہے۔

اور توبہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے لئے حکم فرمایا ہے کہ اگر فلاح چاہتے ہیں تو توبہ کریں اور مومنوں کو توبہ کا خصوصاً ارشاد فرمایا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا مریدوں کا پہلا قدم اور سالکوں کی راہ کا سرا ہے اور کسی کو بغیر اس کے چارہ نہیں۔ کیونکہ اوّل سے آخر تک گناہوں سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے۔ اور گناہ و مخالفت میں ہمیشہ مبتلا رہنا شیطان کا طرہ ہے اور گناہوں سے بچنا اور ندامت و توبہ اختیار کر کے اطاعت کی طرف قدم اٹھانا آدمی کا کام ہے جو شخص توبہ کر کے پچھلے گناہوں کا تدارک کرے اس شخص نے آدم سے اپنی نسبت درست کر لی۔ اور جس نے آخر عمر تک گناہوں پر اصرار کیا اُس نے اپنے آپ کو شیطان سے منسوب کیا۔

گناہ شہد میں ملے ہوئے زہر کی طرح ہے۔ جو پہلے تو میٹھا معلوم ہوتا ہے اور بعد کو سانپ کی طرح ڈستا ہے۔

توبہ سے مت شرماؤ یہ شرم دوزخ میں لے جائے گی۔ اگر کسی کامل کے ہاتھ پر سچی توبہ کرے تو بہت خوش نصیبی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ہر روز ستّر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ط ترجمہ جو

کوئی گناہوں سے سچی توبہ کرے۔ اللہ تعالےٰ اسے ایسا پاک کر دیتا ہے جیساکہ اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔

واضح رہے کہ توبہ کرنے والے میں ایمان و معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر وہ اس نور سے دیکھتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہے۔ گناہوں سے توبہ وہ ہے کہ آئندہ بچنے کی کوشش رکھے کہ پھر کہیں نافرمانی نہ ہو جائے۔

جنابِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کوئی گناہوں سے سچی توبہ کرے اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کو فرشتوں پر فراموش کر دیتا ہے جنہوں نے اس کے گناہ لکھے تھے۔ اور اس شخص کے ہاتھ پاؤں کو بھلا دیتا ہے اُن کو وہ جگہ بھلا دیتا ہے جہاں گناہ کئے تھے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچ کر کوئی گواہ نہ رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر لے گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے زمین کی طرف دیکھا کہ اس پر ایک مرد اور ایک عورت زنا کرتے ہیں آپ نے دعا کی اور وہ ہلاک ہو گئے پھر ایک اور گنہگار کو دیکھا اُس پر بھی دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ پھر ایک اور کو ایسا ہی دیکھا کہ دعا کی وحی نازل ہوئی کہ اے ابراہیم میرے بندوں کو مجھ ہی پر چھوڑ دو۔ کہ تین کاموں میں سے ایک تو اُن سے ظاہر ہوگا یا توبہ کریں گے۔ اور میں قبول کروں گا۔ یا اُن سے فرزند پیدا ہوگا جو میری پرستش کرے گا۔ اور اگر وہ نہ توبہ کرے گا اور نہ فرزند پیدا ہوگا۔ تو میرا ایک نام صبور بھی ہے۔ حوصلے سے اسکو ڈھیل دیتا جاؤں گا جب پکڑنے کا دن آوے گا تو وہ پکڑا جائے گا۔ اس نے کہاں جا سکتا ہے۔ اسکے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے۔

توبہ چھ چیزوں سے پوری ہوتی ہے ۲ اول دل اور زبان سے توبہ کرنا۔ دوسری آنکھ کی۔ تیسری کان کی۔ چوتھی ہاتھ کی۔ پانچویں پاؤں کی۔ چھٹی نفس کی۔ چاہئے کہ توبہ کی دل سے تصدیق کرے صرف زبان سے اقرار کرنے سے توبہ درست نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ جب تک دل دنیا کی دوستی۔ کھوٹ۔ حسد۔ تکبر۔ فحش۔ ریا وغیرہ سے

پاک نہ ہو جائے اور ان معاملات سے سچے دل کی توبہ نہ کرے۔ اسکی توبہ توبہ شمار نہ ہو گی
اپنی نفسانی خواہش کے لئے گناہ کرتا ہے۔ اور بات توبہ کی کرتا ہے۔ یہ بھلا کب
درست ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ کہ اے ایمان والو! نصوحی توبہ کرو۔
یعنی ایسی توبہ جو زبان سے بھی ہو اور دل سے بھی ہو۔
چاہیئے کہ جب توبہ کرے۔ تو اللہ تعالےٰ کی طرف واپس آ جائے۔
بیمار صبح سے شام تک توبہ توبہ پکارتے ہیں۔ جب اس بیماری سے خلاصی ہو
جاتی ہے۔ تو پھر غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔ اور توبہ کو بھولے سے بھی یاد نہیں کرتے۔ رباعی

بر دل اثر گناہ بر لب توبہ ✢ در صحبت خوشدل و در تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ ✢ زیں توبۂ نادرست یارب توبہ

علی توبہ وہ ہے کہ زبان و دل ایک جیسی ہو
طرف اللہ کی بندہ توبہ کرکے واپس آ جائے

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ✢ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ہشتم

ذکر اللہ کے بیان میں

قرآن مجید پ۲۱ ع اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ
اللّٰہِ اَکْبَر۔ یعنی نماز انسان کو برائیوں اور بےحیائیوں سے روکتی ہے۔ اور بلاشبہ اللہ
تعالےٰ کا ذکر سب سے بالاتر ہے۔
جو کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔ یہ عین ذکر ہے۔ اور یہ مسلمانی کی اصل ہے۔
حق تعالےٰ کا ارشاد ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ۔ یعنی تم مجھکو یاد کروگے تو میں
تم کو یاد کروں گا۔ اس سے زیادہ نتیجہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ خود حق تعالےٰ تجھے یاد کرے۔

اور ارشاد فرمایا کہ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ط اللہ تعالےٰ کو بہت بہت یاد کرو تاکہ نجات پاؤ۔ اور ارشاد فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔ اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ جو کھڑے ہوکر اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور بیٹھے ہوئے یاد کرتے ہیں اور لیٹے ہوئے اور سوئے ہوئے بھی یاد کرتے ہیں۔ اور ارشاد ہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کو اپنے دل میں عاجزی سے۔ خوف سے۔ پوشیدہ طور پر صبح اور شام یاد کرو اور کسی وقت بھی غافل نہ ہو۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ کونسا کام افضل تر ہے۔ فرمایا کہ جب کوئی مرے تو اسکی زبان ذکر اللہ سے تر ہو۔

نسائی و ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب باری میں عرض کی کہ مجھے ایسا اسم اعظم بتایا جائے کہ میں جب آپ کو پکارنا چاہوں یعنی ذکر کرنا چاہوں۔ تو اس اسم پاک کے ساتھ یاد کرلیا کروں۔ تب اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ عرض کیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ایک ایسا عام کلمہ ہے۔ جسکو سب لوگ جانتے اور پکارتے ہیں۔ اور میں تو کوئی خاص چیز لینا چاہتا ہوں جواب ملا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم نے اس کلمہ کو معمولی سمجھا ہے۔ اگر ساتوں طبق زمین اور ساتوں آسمان کو اس کلمہ کے ساتھ ترازو میں رکھ کر وزن کیا جائے۔ تو یہ کلمہ ان سب سے بھاری ہوگا۔ اور وہ سب کے سب ہلکے ٹھہریں گے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اصل اور حقیقت ہے اور چودہ طبق اور ان کے اندر کی تمام مخلوق۔ اس کلمہ طیبہ کا ظل ہے سایہ ہے۔

بزار نے اپنی مسند میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جناب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عرش الٰہی کے سامنے ایک عظیم الشان نور کا ستون ہے۔ جب کوئی دنیا میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ محمد الرسول اللّٰہ منہ سے نکالتا ہے۔ تو وہ نورانی ستون جنبش کرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ ستون کو پوچھتا ہے کہ کیوں حرکت کرتا ہے۔ وہ ستون عرض کرتا ہے کہ دنیا میں فلاں شخص نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پکارا ہے۔ اس وجہ سے میں حرکت میں آیا ہوں۔ اب جس وقت تک اسکی بخشش نہ ہو جائے تب تک میں اُسکی سفارش کے لئے حرکت میں ہی رہوں گا۔ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے۔ اچھا میں نے اسکو بخش دیا۔ تو پھر وہ ستون ٹھہرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ یعنی جیسے وہ پاکیزہ اور مبارک درخت ہے کہ اسکی جڑ زمین میں گڑی ہوئی ہے اور اُسکی شاخیں آسمانوں میں۔ اسی طرح یہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ ہے کہ اسکی شاخوں میں سے ایک شاخ وہ نورانی ستون ہے (خزینہ معرفت)

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ فلاں صحابی اسوقت حالتِ نزع میں ہے۔ حضور یہ بات سنتے ہی بے قرار ہوئے اور فوراً اس کے پاس پہنچ گئے دیکھا کہ اُسپر حالت نزع طاری ہے۔ حضور نے اسکو پیار سے فرمایا کہ کہہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ کیونکہ آخری وقت میں کلمہ طیبہ کا پڑھنا بخشش پانے کی نشانی ہے۔ حضور کا ارشاد سنکر اُس نے ہرچند چاہا کہ کلمہ شریف پڑھے۔ مگر زبان نے کام نہ دیا۔ ناچار اس نے اپنی کلمہ کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور منہ آسمان کی طرف کرکے کچھ اشارے سے کہا۔ تو حضور نے تبسم فرمایا۔ تب صحابہ کرام نے عرض کی۔ کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضور تبسم کی کیا وجہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ اپنی زبان سے کلمہ طیبہ نہ نہ پڑھ سکا۔ کہ اپنے پاس والوں کو گواہ بنا سکتا۔ تو اس نے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھائی۔ تو اللہ پاک نے فرشتوں کو مخاطب کرکے فرمایا دیکھو! میرے بندے کی زبان بند ہوئی اور وہ اپنے کلمہ کا کسی کو گواہ نہیں بنا سکا۔ تو اس نے ہماری طرف رجوع کیا۔ کیونکہ ہم اُس کے سینے کی بات سے واقف ہیں۔ اُس نے ہم کو

گواہ بنا لیا ہے۔ اے فرشتو تم گواہ رہو کہ ہم نے اسکو بخش دیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک جو دین ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اسلام کے دو رکن ہیں۔ ایک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ان دونوں رُکنوں پر باعتبار اعتقاد باطن کے ایمان کا حکم۔ اور اعمال ظاہر کے اعتبار سے اِسلام کا حکم دیا جائے گا۔

اِسی کلمہ میں ہماری نجات ہے۔ اسی میں ہماری حیات ہے۔ یہی ہمارا آخری حرف ہے۔ اسی سہارے ہم دنیا میں قائم ہیں۔ اور اسی کے زور سے ہم کو غلبہ حاصل ہوا کرتا ہے۔ یہی ہمارے پیروں کا بتایا ہوا تحفہ ہے۔

دوسرا ہمارے مشائخ کرام کا بتایا ہوا اسم ذات ہے۔ ہمارے پیر فرماتے ہیں کہ اللہ اسم اعظم ہے۔ مگر اس کا اثر تب ہی مرتب ہوتا ہے۔ کہ جب کسی پیر کی اجازت سے حاصل ہو۔ یہ وہ اسم ہے۔ جس کا نور عام ہے۔ اللہ ہر غالب پر غالب ہے۔ اللہ مظہر العجائب ہے۔ اللہ کی قدرت بلند ہے۔ اللہ کی بارگاہ محکم ہے۔ اللہ بندوں کے حالات پر مطلع ہے۔ اللہ دل کا حافظ ہے۔ اللہ سرکشوں کو مغلوب کرنیوالا ہے اللہ تمام زبردستیوں کو توڑنے والا ہے۔ اللّٰہُ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ہے۔ اللہ سے کوئی مخفی نہیں۔ جو اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ غیر اللہ کو نہیں دیکھتا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں قدم رکھتا ہے۔ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ اللہ کی پناہ میں زندگی بسر کرتا ہے۔ جو اللہ کا ہوتا ہے۔ اس کے اوقات اللہ کے ساتھ گذرتے ہیں۔ وہ اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ وہ اسی پر بھروسہ رکھتا ہے اور اسی سے پناہ لیتا ہے۔

اگر مرشد کامل بتانے والا ہو اور پڑھنے والا مرید صادق۔ تو یہ ذکر حق پستی سے بلندی کو پہنچانے والا ہے۔ اس ذکر سے سینہ میں نور برستا ہے۔ یہ ذکر مشتاقوں کا چین ہے۔ یہ غم و فکر اور بلاؤں سے آزادی بخشنے والا ہے۔ جہان کے

بادشاہوں کو ذاکروں کے پاؤں کی خاک کو پہنچنا بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔
اسی ذکر کی برکت سے تزکیہ نفس نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا گیا ہے فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ یَقْبَلُ اللّٰہُ فَارِقُ النَّفْسَ یعنی اپنا نفس چھوڑ کر تم خدا کی طرف آؤ۔ خدا نفسانیت چھوڑنے والے کو اپنے پاس جگہ دیتا ہے۔ نفسانیت اور آرام طلبی کے پیچھے خدا کے حقوق توڑنے کا الزام اپنے سر نہ لو۔

ذکر کی برکت سے عرفان الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْئٌ وَمَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ وَمَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ طَالَ لِسَانُہٗ۔ یعنی جس نے خدا تعالےٰ کو پہچانا۔ اُس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ اور وہ اپنی زبان کو بند کر لیتا ہے۔ یا پھر کبھی کھول دیتا ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ لَمْ یُؤَدِّ الْفَرْضَ الدَّائِمَ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ لَہٗ فَرْضَ الْوَقْتِ۔ (جو کوئی خدا تعالےٰ کے مقررہ فرض کو ادا نہ کرے خدا تعالےٰ اسکی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا) جس طرح نماز پنجگانہ کے بدوں دیگر ذکر و اذکار قبول نہیں۔ اسی طرح بدوں ذکر و اذکار کے نماز بھی خوشبودار نہیں۔ اگرچہ اس طرح سے خالی ٹکریں لگاتے لگاتے پیٹھ کیوں نہ کبڑی ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تمکو بہترین عمل سے جو کہ تمہارے رب کے نزدیک مقبول ہے اس سے آگاہ نہ کردوں۔ جو تمہارے سونے اور چاندی کے ڈھیر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی۔ اور دشمنانِ خدا سے جہاد کرنے سے بھی بڑا درجہ رکھتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کیا عمل ہے فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔ ذاکر مرد۔ دوسرے غافل لوگوں کے درمیان ایسا ہے۔ جیسا کہ مردوں میں زندہ۔ اور خشک گھاس میں سبز درخت۔ اور میدان سے بھاگنے والے بزدلوں میں مردِ غازی ہوتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں۔ کہ اہل جنت کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی مگر دنیا کی اس ایک گھڑی کی جس میں وہ اللہ تعالےٰ کے ذکر سے غافل رہ گیا ہوگا

بے شک حج کرنا بھی عبادت ہے۔ روزہ رکھنا بھی عبادت ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا عبادت ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ نماز اللہ کا ذکر ہے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے معذور ہے تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی معذور ہو گیا۔ تو لیٹ کر پڑھ لیگا۔ جب اس سے بھی معذور ہو گیا بے ہوش ہو گیا۔ پھر تو نماز ترک ہو گئی۔ اور بھی تمام قسم کے ذکر ترک ہو جائیں گے۔ لیکن جو ذکر پیر کامل کا بتایا ہوا ہو وہ صادقوں سے کبھی بھی قضا نہیں ہوا کرتا۔ اگر صادق کی موت کا وقت آجائے اور فرشتے آخیر کے سانس گن گن کر نکالتے ہوں تو بھی ہر سانس ذکر اللہ کے ساتھ نکلے گا۔ جس سانس نے سب سے آخیر میں بدن سے نکلنا ہے وہ بھی اللہ کہکر باہر آئے گا۔ خوب وفا کرتے ہیں یہ مردانِ حق اپنے اللہ سے۔

تصوف کے مذہب سلوک کے مطابق وہ شخص صوفی اور سالک نہیں۔ جو یادِ حق میں کوتاہی کرے۔ اس واسطے کہ جس دم وہ یادِ الٰہی سے غافل رہا اسے کیا معلوم ہے۔ کہ اس وقت اس سے کیسی نعمتیں ہٹائی گئی ہیں۔ جو لوگ یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ اگر استغراق کی حالت میں اُن کے سر پر تلوار بھی چل جائیں تو بھی انہیں خبر نہیں ہوتی۔

جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یادِ حق میں مستغرق ہوتے۔ تو عالم تحیر میں اس طرح مشغول ہوتے۔ کہ سال سال دو دو سال تک آپ اسی عالم تحیر میں رہتے۔ اور اپنے آپ کی خبر تک نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک درویش سے درخواست کی۔ کہ جب آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوں۔ تو میرے حق میں بھی دعا کرنا۔ درویش نے فرمایا۔ افسوس اس گھڑی پر۔ کہ یادِ حق کے وقت مجھے تو یاد آجائے۔ اور میں یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤں۔

جب ابن ملجم بدبخت نے عہد کر لیا۔ کہ میں امیر المومنین مولےٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کروں گا۔ تو رب نے اسکو کہا۔ کہ تو کیا! تیرے جیسے ہزار بھی ہوں تو

امیر المومنین علی المرتضیٰ کو شہید نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے البتہ اس وقت تیرا داؤ چل سکتا ہے۔ کہ جب آپ محبت حق میں مشغول ذکر ہوں کیونکہ اسوقت آپ اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ اپنے آپ کی ذرہ بھر بھی خبر نہیں رکھتے۔ ایک روز آپ نماز میں مشغول تھے اور حضور حق میں مستغرق تھے۔ کہ ابن ملجم بدبخت نے آکر دائیں طرف کھڑے ہو کر تلوار کا وار کیا اور شکم مبارک زخمی کر کے بھاگ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے تئیں خون میں آلودہ دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہ کیا بات ہوئی۔ حاضرین نے عرض کیا حضور آپ نماز میں مشغول تھے کہ ابن ملجم خبیث نے آپ پر تلوار چلائی ہے۔ فرمایا الحمد للہ ایسے وقت میں وار کیا۔ کہ میں ذکر میں تھا۔ اور مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔

فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ لاہور میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ استغراق کی حالت میں بازار جاکر کسی بھڑکتے ہوئے تنور میں گھستا۔ دیر بعد نکل کر چلا جاتا اور اس کے بدن پر کوئی نشان تک نہ آتا۔

یہ بھی شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ کہ لاہور میں میں نے ایک درویش دیکھا اور چند روز اسکی صحبت میں رہا۔ وہ جب فریضۂ نماز ادا کرتا۔ بعد میں اس قدر ذکر کرتا۔ کہ پسینہ پسینہ ہو جاتا۔ اور ستّو سے بھی زیادہ مرتبہ زمین پر گرتا پھر اُٹھتا پھر گرتا۔ جب ذکر سے فارغ ہوتا۔ تو کہتا۔ کہ کتاب محبت میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جب میرا ذکر مومن بندے پر غالب آتا ہے۔ اس وقت میں جو اسکا پروردگار ہوں۔ اسکا عاشق ہو جاتا ہوں۔ تو اے انسان ایسی نعمت سے کیوں محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے دلوں کو خاص کر کے اسی لئے پیدا فرمایا ہے۔ کہ اس کے عرش کا طواف کریں۔

جس وقت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اپنے وقت پر حاضر ہوتے تو بہت ذکر کرتے۔ اور جب حالت زیادہ ہو جاتی۔ تو ایک رات اور ایک دن تک مصلّے پر بیہوش پڑے رہتے۔ اور اپنے آپ کی کوئی خبر نہ ہوتی۔

مومنوں کے دل پاکیزہ زمین کی طرح ہیں۔ اگر اس میں محبت کا بیج بو یا جائے تو اس
سے طرح طرح کی نعمتیں پیدا ہوں گی۔ پس اس سے تو اوروں کو بھی حصہ دے سکتا
ہے۔ اور تیرے لئے بھی کافی کچھ ہے۔

کھڑے اور بیٹھے لیٹے یاد اللہ کو علی کرنا
صبح اور شام دم دم ذکر میں دلکو لگاتا ہے
پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ؞ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل نہم

ذکر بالجہر کے اثبات میں

نقشبندی اور سہروردی سلسلہ کے پیر صاحبان اپنے مریدوں کو ذکر خفی کی تعلیم فرماتے ہیں۔ اور قادری اور چشتی طریقے کے پیر صاحبان مریدوں کو ذکر جہر کی تعلیم فرماتے ہیں۔ شروع سے یہ سلسلے اسی طرح چلے آئے ہیں۔ آج ہمارے زمانے کے جہلا۔ ذکر بالجہر سے جلتے ہیں۔ اور اس بلند آواز سے ذکر کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔

اس لئے مجھے ضرورت ہوئی۔ کہ ذکر جہر کے اثبات میں ایک فصل لکھوں۔ جو کہ ان جاہلین کے رد میں۔ صادقین کے کام آوے۔

قرآن مجید پ۲ ع۹ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ؕ
ترجمہ۔ اللہ کا ذکر اس طرح کرو جس طرح اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو۔ بلکہ بہت ہی زیادہ۔ چرچا کرو ذکر اللہ کا۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ کہ مکہ کے لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد بڑے بڑے مجمعوں کی صورت میں اکٹھے ہو کر اسجگہ اپنے باپ دادوں کا ذکر کر کے ۔ اپنی

قومی خوبیاں اور نسبی عظمتیں بیان کرتے تھے۔ تو اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے۔ کہ جس طرح اپنے باپ دادوں کا چرچا کرتے ہو۔ اس سے بڑھ چڑھ کر اللہ کے ذکر کا چرچا کرو۔

مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَغَ مِنْ صَلوٰتِہٖ یَقُوْلُ بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ یعنی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے پڑھتے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

مشکوٰۃ میں اسی جگہ پر ہے۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کُنْتُ اَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلوٰۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالتَّکْبِیْرِ۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں تکبیر کی آواز سن کر یعنی بلند آواز سے ذکر اللہ ہوتا سنکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔ یعنی نماز کے بعد مسجد میں اس قدر بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا۔ کہ ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے سمجھ لیتے تھے کہ اب نماز پڑھی جا چکی ہے۔ (اس وقت یہ عبداللہ ابھی چھوٹی عمر کے تھے ان پر نماز فرض نہیں تھی اس لئے کہا ہے کہ ہم گھر بیٹھے ذکر اللہ کی آواز سنا کرتے تھے)

مسلم شریف جلد اوّل باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں انہی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی فرائض سے فارغ ہوکر بلند آواز سے ذکر کرنے کا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رواج تھا۔

مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل میں ہے کہ رب تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ

فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ۔ یعنی جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے۔ تو میں بھی اسکو اپنے آپ میں یاد کرتا ہوں۔ اور جو کوئی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے۔ تو میں اس سے بھی اچھے مجمع میں فرشتوں کے اندر اس کا ذکر کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ اللیل میں روایت ہے۔ کہ ایک رات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھنے کے واسطے نکلے کہ دوست کس طرح رات گذارتے ہیں۔ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھا کہ آہستہ آواز سے قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ پھر صبح کو حضور نے۔ صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا کہ اَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَیْتُ۔ یعنی جس کو سنانا مقصود ہے وہ آہستہ ہی سن لیتا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اتنے زور سے کیوں پڑھتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ اُوْقِظُ الْوَسْنَانَ وَاَطْرُدُ الشَّیْطٰنَ۔ یعنی سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا حضور نے فرمایا تم دونوں کا طریقہ اچھا ہے۔ مگر آہستہ پڑھنے والے کچھ بلند آواز سے پڑھا کریں اور بلند آواز سے پڑھنے والے تھوڑی سی آہستہ آواز سے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ ایک ہی عادت نہ پکڑ لی جائے۔

شامی میں اسی جگہ ہے فَقَالَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اِنَّ الْجَھْرَ اَفْضَلُ لِاَنَّہٗ اَکْثَرُ عَمَلًا وَلِتَعَدِّیْ فَائِدَتِہٖ اِلَی السَّامِعِیْنَ وَیُوْقِظُ قَلْبَ الْغَافِلِیْنَ فَیَجْمَعُ ھَمَّہٗ اِلَی الْفِکْرِ وَیَصْرِفُ سَمْعَہٗ اِلَیْہِ وَیَطْرُدُ النَّوْمَ وَیَزِیْدُ النَّشَاطَ۔ یعنی بعض اہل علم نے فرمایا ہے۔ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ کام ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ غافلوں کے دل کو بیدار کرتا ہے۔ ان کے کانوں اور ان کے خیالات کو ذکر الٰہی کی طرف کھینچتا ہے۔ نیند کو بھگاتا خوشی بڑھاتا ہے (ذکر جہر اسلئے بہتر ہے کہ اس میں محنت زیادہ ہے۔ اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ ثواب بقدر محنت ملتا ہے)

دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ میں۔ کہ سردیوں میں وضو کرنا۔ اندھیری رات میں مسجد کی طرف جماعت کے لئے آنا۔ یا دور سے مسجدوں کو جانا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ اِسی طرح ذکر بالجہر میں بمقابلہ خفی کے مشقت زیادہ ہے لہذا یہ افضل ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الاذان ہے کہ جہاں تک موذّن کی آواز جاتی ہے وہاں تک کے تمام درخت پتے گھاس جن وانس۔ قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ تو ذکر بالجہر سے بھی یہی فائدہ ہے۔

مخفی ذکر سے فائدہ صرف ذاکر کو ہے۔ مگر جہر کا فائدہ ذاکر کو بھی ہے اور سامعین کو بھی کہ وہ بھی سن کر ذکر کریں۔ اگر نہ بھی کریں گے تو بھی سننا تو ثواب ہے تو لازم سے متعدی اچھا ہوا یا نہ ہوا!

مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ اور ابھی حضرت عمر فاروق اعظم کا قول نقل کر کے آیا ہوں کہ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھ کر شیطان کو بھگاتے تھے۔ اسی طرح ہی ذکر جہر سے بھی شیطان مردود بھاگتا ہے

ذکر جہر کے بہتر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ اس سے نیند۔ کسل۔ سستی سب دور ہو جاتے ہیں۔ اور ذکر خفی میں اکثر نیند وغیرہ تنگ کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھتے ہیں۔ کہ عرض ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ اپنے فقرات فرماتے ہیں کہ آخر ذکر کے لئے امر کرتے ہیں کیونکہ بعض ایسے مقاصد ہیں جو بغیر ذکر کے حاصل نہیں ہوتے ان مقاصد کو معین فرما دیویں۔ (یعنی ذکر جہر نہ کرنے کی وجہ سے کئی مخصوص نعمتیں ہیں جو سالک کو نہیں مل سکتیں)

جو لوگ کہتے ہیں کہ ذکر جہر میں ریا کا اندیشہ ہے۔ اگر ریا آگیا تو بجائے ثواب کے گناہ ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں ان کا یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ ریا کی نیت سے تو مراقبہ کرنا۔ نمازیں

پڑھنا - حج کرنا - قرآن مجید پڑھنا - مسجد کو جانا - صدقہ وخیرات - یہ سب گناہ کا موجب ہیں -

تو کیا پھر ان تمام اعمال کو چھوڑ دیا جائے گا - اگر ان اعمال کو نہیں چھوڑا جائے گا - تو پھر ذکر جہر کو بند کرنے والا مفتی کون سی ماں کا بچہ ہے -

ریا تو خود ہی ایک بری چیز ہے - اب اس برائی کے واسطے نیکیاں کیوں کر ترک کر دی جائیں گی - اور ریا کسی کے دل میں ہے یا نہیں - اسکو اللہ ہی جانتا ہے خواہ مخواہ کسی پر بدگمانی کرتا اپنے اعمال کو تباہ کرتا ہے -

اور اچھے اعمال خود ہی نیک ہیں ان کو اللہ بھی جانتا ہے - اور بندے بھی ذکر بالجہر کے مندرجہ ذیل مشہور فوائد ہیں :-

اول - ذکر جہر کرنے سے دنیا میں یاد حق کا رواج ہوتا ہے -

دوم - ذکر جہر سے شیطان بھاگتا ہے } ان دونوں سے امن حاصل ہو جاتا ہے -
سوم - نفس امارہ سہم جاتا ہے }

چہارم - نیند دور ہو جاتی ہے -

پنجم - ہر قسم کی کسل وسستی دور ہو جاتی ہے -

ششم - قلب اور جوارح کے ساتھ رجوع الی اللہ ہونے کا یہ ایک بہتر طریقہ ہے -

ہفتم - ہر قسم کے وسوسے دفع کرنے کا واحد علاج ہے -

ہشتم - ہر غم وپریشانی کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا سب درد وغم دور کرتا ہے -

نہم - جب بلائیں وارد ہوں اس وقت بلند آواز سے اللہ اللہ کرنا خلاصی بخشتا ہے -

دہم - جو سالک فقیر ذکر جہر نہیں کرتے ان کے کچھ مقام رہ جاتے ہیں -

یازدہم - جن حضرات نے ذکر جہر نہیں کیا وہ اوروں کو فیض پہنچانے کے وقت کچھ قاصر رہے ہیں -

حضرات نقشبندیہ قدست اسرارھم کا مشغلہ ذکر خفی ہے وہ تو اسپر عامل ہیں۔

دل میں ہو یاد تیری گوشۂ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

باقی سلاسل کے اولیاکرام ذکر جہر کا شغل رکھتے ہیں ان کا اسپر عمل ہے۔

سارا عالم ہو مگر دیدۂ دل دیکھے تمہیں
انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

ہردو حضرات خدا کے پیارے ہیں نقشبندی حضرات خلوت میں جلوت کرتے ہیں۔ اور باقی حضرات جلوت میں خلوت۔ مگر کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنیٰ۔ اللہ تعالےٰ نے سب کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان کا اختلاف حلت و حرمت میں نہیں بلکہ اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔

نہ تو خفی والے جہر والوں کو طعن کریں۔ اور نہ ہی جہر والے خفی والوں کو۔ اللہ والوں کا راستہ ایک ہی ہے۔ یہ تو ساری گفتگو ان لوگوں کے رد میں کہنی پڑی ہے۔ جو ذکر جہر کرنے والوں پر فتوئ حرمت لگاتے ہیں۔

مجدد صاحب قدس اللہ سرہٗ کے اس فرمان پر قربان۔ کہ فرمایا ہے نہ ایں کار می کنم۔ و نہ انکار می کنم۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

بلند آواز سے کر کر ذکر چرچا علی کردے
وہ پہلی رسم ذکر اللہ کی پھر دنیا میں پیدا ہو

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ؞ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل دہم

تفکر و تصور شیخ کے بیان میں

مسلمان کعبہ معظمہ کو خدا نہیں مانتا۔ وہ کعبہ کو یا کعبہ کے لئے سجدہ نہیں کرتا۔ وہ صرف کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے۔ کہ یہ طرف مقرر ہو گئی ہے۔ کہ یہ ایک اتفاق کی صورت ہے۔

اس کا سجدہ اللہ تعالےٰ کے لئے اور اللہ تعالےٰ کو ہوتا ہے۔

اسی طرح مسجد اور محراب ہے۔ کہ مسلمان انہیں پوجتے نہیں۔ بلکہ وہ ایک پاکیزہ جگہ ہے۔ جہاں بیٹھ کر وہ معبود حقیقی کی پرستش کرتے ہیں۔ کہ پاکیزہ مقام کو حق تعالےٰ کی خوشنودی قریب ہے۔

پس یہی مسجد کا سا فائدہ تفکر و تصور شیخ کا ہے۔ کہ وہ پاکیزہ صورت معبود حقیقی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

تصور شیخ کوئی بت پرستی نہیں بلکہ وہ تو بت شکن ہے۔ جو کہ تمام بتوں کو راستے سے تباہ اور نابود کر کے ایک وحدہٗ لاشریک کی جناب تک پہنچا دیتا ہے۔

یہ اللہ تعالےٰ کی طرف لے جانے والا ایک نزدیک تر راستہ ہے۔ جو کہ صالحین صوفیا کرام نے اختیار کیا ہے۔

اگرچہ بت پرست کفار کہتے چلے آئے ہیں۔ کہ مسلمان ہمیں کہتے ہیں یہ پتھر پوجتے ہیں۔ مسلمان بھی تو کعبہ کو پوجتے ہیں۔ حجر اسود کو چومتے ہیں وہ بھی تو پتھر ہی ہیں لیکن مسلمان جانتا ہے کہ کافر مسلمان کے نظریہ کی حقیقت سے بے خبر ہے۔ بدنصیب ہے۔ مسلمانوں نے کفار کی ان باتوں کو سن کر کعبہ نہیں چھوڑا۔ اس سے اپنا منہ نہیں موڑ لیا۔ اسی طرح تصور شیخ جو کہ حضرات اولیاء اللہ کا معمول ہے وہ کسی بے شعور بے نصیب کے ناجائز کہنے سے ناجائز نہیں ہو جائے گا بلکہ جائز ہی رہے گا۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ ایک گھڑی کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

قرآن مجید ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ادل بدل میں، داناؤں کے لئے نشانیاں ہیں وہ دانا لوگ جو کہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور اپنے پہلوؤں پر، اور تفکر کرنے والے یعنی وہ غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں۔

اسی طرح قرآن مجید میں اور کئی جگہ تفکر کا حکم آیا ہے۔

جسے تفکر کی فضیلت معلوم نہیں۔ وہ حقیقت سے بے خبر ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ تفکر کس لئے ہے۔ اس کا ثمرہ کیا ہے۔ تفکر کا بہت بڑا درجہ ہے۔ اس کے ساتھ ایک گھڑی کا کام ایک سال کی عبادت سے افضل ہے (کیمیائے سعادت)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قوم اللہ تعالےٰ کی ذات میں تفکر کر رہی تھی۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تَفَکَّرُوْا فِیْ صِفَاتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ۔ یعنی فکر کرو سوچو اسکی صفات میں مخلوق میں اور مت تفکر کرو اسکی ذات میں۔ کہ تم اسکی طاقت نہیں رکھتے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ ذات کا تفکر کرنے میں عموماً شیطان کے فریب کا بڑا اندیشہ ہے۔

انسان کو ظلمت اور جہالت میں پیدا کیا گیا ہے۔ اور اسے نور کی ضرورت ہے۔ جو اسے اندھیرے سے نکالے اور اسے راستہ دکھائے کہ کدھر جاتا ہے۔ دنیا کی طرف یا آخرت کی طرف۔ اپنی طرف مشغول ہونا چاہئے یا ذاتِ الٰہی کی طرف۔ اور یہ بات نور معرفت کے بغیر ممکن نہیں۔ اور نور معرفت تفکر سے پیدا ہوتا ہے۔

پس تفکر تمام نیکیوں کی چابی ہے۔ اسی وجہ سے اسکی فضیلت زیادہ ہے۔

حضرت داؤد طائی ایک رات گھر کی چھت پر ملکوت آسمانی کا تفکر کرتے اور روتے تھے کہ ہمسایہ کے گھر میں گر پڑے۔ ہمسایہ اٹھا اور تلوار لے کر آیا کہ شائد کوئی چور ہے۔ جب دیکھا کہ داؤد طائی ہیں۔ پوچھا آپ کو کس نے گرایا ہے۔ کہا میں بے خبر تھا۔ مجھے معلوم نہیں ہوا (کیمیائے سعادت)

قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ یعنی ضبط کر اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو رات اور دن یاد کرتے ہیں۔ اور مت پھیر ان کی طرف سے آنکھیں اپنی۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مردان حق کی طرف دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ جل جلالہٗ نے بار بار تاکید فرمائی ہے۔ کہ میری مخلوق کو دیکھو اور تفکر کرو تو تم کو میرا پتہ نشان ملے گا۔ اب انسان چونکہ مخلوق الٰہی میں سب سے افضل و اشرف ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اسی کے لئے فرمایا ہے۔ پس اسکا دیکھنا سب سے افضل و اولیٰ ہے (خزینہ معرفت)

انسان کی شان میں حدیث قدسی میں وارد ہے۔ کہ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ یعنی انسان میرا بھید ہے اور میں اسکا بھید ہوں۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے ہیں کہ اللہ والوں کے چہروں کی طرف دیکھا کرو۔ اَنَّ النَّظَرَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عِبَادَةٌ تحقیق دیکھنا ان کے چہرے کو بڑی عبادت ہے۔

پھر دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آتا ہے۔ حضور نے اپنی نسبت حدیث فرمائی ہے کہ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھ کو دیکھا بے شک اس نے حق تعالےٰ کو دیکھا۔

قرآن مجید میں خداوند تعالےٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں

فرماتا ہے وَلَقَدْ ہَمَّتْ بِہٖ وَہَمَّ بِہَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْہَانَ رَبِّہٖ۔ جب اس عورت نے ارادہ بد کیا یوسف علیہ السلام سے۔ اور یوسف بھی ارادہ کر ہی چکے تھے۔ اگر وہ نہ دیکھ لیتے دلیل پروردگار اپنے کی۔ وہ دلیل یہ تھی کہ عین اس وقت پر یوسف علیہ السلام کو اپنے مرشد حضرت یعقوب علیہ السلام کا چہرہ مبارک سامنے نظر آیا۔ تو فوراً یوسف علیہ السلام کو ہوش آگیا بچ گئے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۳۰ میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام صحیفہ شریف جو دو عزیز بھائیوں نے ارسال کیا تھا پہنچا اور کیفیات احوال جو اس میں درج تھیں واضح ہوئیں۔ خواجہ محمد شریف نے لکھا تھا۔ کہ نسبت رابطہ کی ورزش یہاں تک غالب آگئی ہے۔ کہ نمازوں میں اسکو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہوں۔ اگر بالفرض اسکو دور بھی کرنا چاہتا ہوں۔ تو بھی نہیں ہو سکتا۔

اے محبت کے نشان والے۔ طالب اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں۔ اور یہ ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا تھا۔ اور شیخ مقتدا کی تھوڑی ہی صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ رابطہ کی نفی کیوں کرتے ہو۔ رابطہ مسجود الیہ ہے۔ نہ مسجود لہٗ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے۔ تاکہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو اپنا وسیلہ جانے۔ اور تمام اوقات اسی کی طرف متوجہ رہے۔ نہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں۔ اور اپنی توجہ کے قبلہ کو اپنے شیخ کی طرف پھیر لیتے ہیں۔ اور اپنے معاملہ کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔

دیگر یہ آپ نے اپنے فرزند کی والدہ کے فوت ہو جانے کی خبر لکھی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر فاتحہ پڑھا گیا۔ پڑھنے کے وقت قبولیت کا اثر مفہوم ہوا۔ مولانا حاجی محمد طاہری نے کہا تھا۔ کہ قریباً دو ماہ گذرے ہونگے۔ کہ مشغولی میں فتور پڑا ہوا ہے۔ اور وہ ذوق و حلاوت جو پہلے حاصل تھی

اب نہیں رہی - اے میرے دوست - اگر دو چیزوں میں فتور نہیں آیا - تو کچھ غم نہیں ان میں سے ایک صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے - دوسرے اپنے شیخ کی محبت و اخلاص - ان دو چیزوں کے ہوتے ہوئے اگر ہزار ظلمات طاری ہو جائیں تو بھی کچھ غم نہیں - آخر اسکو ضائع نہ چھوڑیں گے - اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے ایک میں بھی نقصان پیدا ہو جائے - تو پھر وہ استدراج ہی ہے جس کا انجام خراب ہے - بڑی عاجزی اور زاری کے ساتھ حق تعالےٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ان دو امروں پر اثبات واستقامت عطا فرمائیں - کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود اور نجات کا مدار ہیں - آپ کو اور تمام دوستوں کو خاص کر ہمارے پرانے دوست مولٰنا عبدالغفور سمرقندی کو السلام علیکم پہنچے -

مذکورہ بالا دلائل کے ساتھ میں نے تصور شیخ کو بخوبی ثابت کر دیا ہے - اگر کوئی صاحب اس سے زیادہ تصور شیخ کے متعلق سیر کرنی چاہئے تو وہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم میں دیکھے - اور انہی کی کتاب کیمیائے سعادت میں بھی کچھ بیان ہے - اور حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عوارف المعارف میں اور مولٰنا عبدالرحمٰن جامی کی کتاب نفحات الانس میں اور رشحات میں - اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مکتوبات میں - اور حضرت مولٰنا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں - اور جناب محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مائۃ المسائل میں - اور حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ کی کتاب ارشاد الطالبین میں دیکھ سکتا ہے -

تصور شیخ یہ چیز ہے کہ صوفیائے کرام جو کہ ہمیشہ عشق الٰہی میں محو رہتے ہیں یہ مراقبہ یا ذکر کرتے وقت ساتھ ہی تفکر جو ایک لازمی شرط ہے - یعنی محبت اور تعظیم سے اپنے مرشد کا خیال و تصور اپنے دل میں رکھتے ہیں - اس کی برکت سے شیطانی وساوس اور تمام قسم کے تخیلات فاسدہ سے امن میں رہتے ہیں

اور ہر طور سے ان کے قلب کی توجہ رجوع الی اللہ رہتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ تصور شیخ بمنزلہ محراب اور مسجد کے ہے۔ اس کو ناجائز کہنے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ کوئی بت نہیں بلکہ بُت شکن ہے۔ یہ بمنزلہ کعبہ شریف کے ہے۔

تصور اپنے پیر بھائیوں سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ پیر صاحب خود نہیں کہا کرتے کہ میرا تصور رکھو اور اس طریقہ کا رکھو۔

تمام راستوں سے جو نزدیک راستہ ہے۔ وہ تصور شیخ کے ساتھ ہے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کو بہت بڑے مجاہدے کرنے کی فرصت تو ملتی ہی نہ تھی۔ کیونکہ ہر طرف سے کفار کی شرارت رہتی تھی۔ اصحاب کرام کے پاس یہی ایک حضور کا تصور تھا۔ جس کی برکت سے ان کو اللہ تعالےٰ ہر میدان سے فتح کے ساتھ واپس لایا کرتا تھا۔ مرید اگر مجرب کامل سے اپنے پیر کا تصور رکھے تو فنا کو جلد پہنچ جایا کرتا ہے۔ اور اسی طریقے سے جناب رسول کریم رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مبارک بھی دیکھنا نصیب ہو جاتا ہے۔ پھر یہاں سے اسی طور پر فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کا راستہ طے ہوتا ہے۔ تصور میں صرف پیر کو برسری نظر دیکھنا کافی ہے۔ اس کے ہر خط و خال کو دیکھنا ضروری نہیں ہے۔

دراصل نماز پڑھنی بھی اسی وقت آتی ہے۔ کہ جب کوئی پیر کامل پڑھاوے۔ نماز میں سرور اور حضور اسی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کی طرف پیر خیال کرے۔

بے پیر کو تو نماز میں شیطان کے وسوسے ہی نہیں چھوڑتے۔ اسکو شیطان نماز میں ڈرامہ دکھاتا ہے۔ کبھی وہ تصویر آئی اور کبھی یہ تصویر دوڑی بے شک ان لوگوں کے ساتھ شیطان کھیلتا ہے۔

جب کوئی بلا وارد ہو تو تصور رکھ کر مقابلہ کرو فتح پاؤ گے۔

جب گناہوں کا خیال پیدا ہو۔ تصور کرو بچ جاؤ گے۔

جب غفلت دبالے اپنے پیر کا تصور کرو فوراً چھوٹ جاؤ گے۔

جب سو کر کے اٹھو تو فوراً اپنے پیر کو یاد کرو خود بخود عبادت پہ طبیعت لگے گی۔ اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ جو کوئی محبت سے تصور رکھا کرے گا۔ وہ ہرگز نامراد نہیں رہ سکتا۔

حدیثِ مُصطفےٰ شاہد ہے اسیر ✤ کہ دیکھو مرد کامل کو تنظر کر
کہ جس کی دید سے حق یاد آئے ✤ خدا کے ماسوای سب کچھ بھلائے
تصور پیر کا افضل ترین ہے ✤ یہ سیدھا راستہ خلد بریں ہے
تصور دافع رنج و بلا ہے ✤ تصور قائدہ صوفیاء ہے
عَلی یہ نفس کو کشتہ بنائے ✤ تصور سے تو اڑ آسمان جائے
پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ✤ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل یازدہم

تاثیر توجہ اور چہار سلسلہ کے بیان میں

جن لوگوں کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ هُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ یعنی جن کو دیکھنے سے ان کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے ان لوگوں میں ایک کمال ہوتا ہے جس کا نام ہے توجہ۔ یہ ایک تاثیر ہے۔ جو ان لوگوں کی نظر میں اور زبان میں ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنی مرضی سے جب توجہ دینا چاہتے ہیں۔ تو جس کی طرف دیکھتے ہیں اس میں توجہ کا اثر ہو جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی کو دیکھیں تو اس کو توجہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر دو چار کو دیکھیں تو ان کو بھی۔ اور اگر ساری مجلس بھر کو چاہیں تو مجلس بھر کو بھی توجہ سے تاثیر ہو جاتی ہے۔

یہ تاثیر توجہ اولیاء کی ایک کرامت ہے۔

مردانِ حق اپنے مریدوں کو اس توجہ کے ذریعہ سے فیضیاب کیا کرتے ہیں۔ حضرت

صاحب رنگ پوری کا بیان ہے۔ کہ میں اپنے دادا مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چورہ شریف میں حاضر تھا۔ کہ شہر لاہور کا ایک رئیس آیا۔ اس نے چورہ شریف حضرت کی خدمت میں تین روز رہ کر رخصت چاہی۔ رخصت کے موقع پر اُس رئیس نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کی۔ کہ جناب میری طرف کچھ خیال کرنا چاہئے۔ اُس کی یہ بات سن کر آپ نے اُسکی طرف دیکھا۔ تو وہ شخص تڑپ کر گر گیا۔ اور واہن (ہل چلائے ہوئے کھیت) میں لیٹنے لگا۔ لیٹتا لیٹتا ادھر آتا اور لیٹتا لیٹتا اس طرف جاتا۔ خواجہ صاحب کی وہی نظر اس وقت چونے پر پڑ گئی (جہاں گائیں۔ بھینسیں بندھی ہوتی ہیں) تمام گائیں بھینسیں بھی رسّے توڑا کر کے کھیت میں لیٹنے لگیں۔ ایک وقت اسی طرح گذرا۔ اُس رئیس صاحب کے ناک منہ میں تمام مٹی گھس گئی اور اس کے تمام پارچات خراب ہو گئے، بے ہوشی میں بھی لیٹتا ہی جا رہا تھا۔ کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ سرکار کافی ہو چکی ہے۔ اب اسکو ہوش آ جائے۔ تو پھر اس کو میں نے حضرت کی اجازت سے ہوشیار کر کے اٹھایا حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ اس شخص کی بات پر مجھے خیال آیا ہے۔ کہ دیکھو یہ چورہ کوئی خوبصورت شہر نہیں۔ یہ ایک معمولی گاؤں ہے۔ یہاں کوئی باغ نہیں۔ جہاں کوئی عجائب خانہ نہیں۔ غرض کہ یہاں کی کوئی چیز بھی نفس کو خوشی پہنچانے والی نہیں ہے۔ یہ تو ایک خشک جنگل ہے۔ یہاں آنے جانے کا راستہ بڑی دشواری سے طے کیا جاتا ہے۔ جہاں اپنے آپ آنے کی کوئی بھی وجہ نہیں ہے۔ یہاں تو وہی آتا ہے۔ جس کی طرف کسی کا خیال ہوتا ہے۔ جسے بلایا جاتا ہے۔

پس جبکہ خیال ہے۔ تو پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ خیال کرنا چاہئے۔

غوث الثقلین محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارھویں شریف کے موقع پر یا اس سے پہلے بھی جو وقت میرے دوست مقرر کر لیویں۔ مجلس ذکر اللہ ہو جاتی ہے اُس ہماری مجلس میں کئی یاران طریقت وجد کی حالت میں بے خود ہو جاتے اور تڑپنے لگتے ہیں۔

اسباب کو حاسد لوگوں نے دیکھ سن کر کہا ہے۔ کہ یہ تڑپ جانا اور بے خود ہو جانا بناوٹی ہے۔ اگر ہم کو ایسی توجہ ہو تو ہم جانیں۔

میں کہتا ہوں کہ فقیر اسباب سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ اس کو کوئی جانے یا نہ جانے۔ توجہ ایک نعمت ہے جس میں سے تمرلیں لگانے والوں کو کچھ بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ان لوگوں کا وجود عظمت سے خالی ہے۔ اسم اعظم وجود بے عظمت میں اثر نہیں کرتا۔ خواہ کوئی اسے جان لے اور پڑھا بھی کرے۔ اسی طرح اسم ذات وجود پلید میں تاثیر نہیں کرتا۔ اگرچہ کسی کامل و مکمل نے اسپر نظر کی ہو۔ اور وہ اسکی اجازت سے اسم اللہ کا ذکر کرتا ہو (محبت الاسرار)

توجہ سے اُس شخص کو حصہ ملتا ہے۔ جو کسی پیر مرد کے ہاتھ پر بیعت ہو۔ اور پاکیزہ بدن رکھے اور کپڑے پاکیزہ رکھے جھوٹ اور جھوٹھ سے پرہیز کرے حلال اور طیب کھاوے۔ اور دل و جان سے اپنے پیر سے محبت رکھتا ہو۔ اور خود پسند نہ ہو تو پھر اُسکو خود بخود توجہ ہو گی۔ اور علاوہ ازیں کئی ایسی ایسی نعمتیں ملتی ہیں جس سے زمانہ بے خبر ہے۔ اگر کامل پیر اور صادق مرید ہو تو پھر یہ بات کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ توجہ ہو۔ خود بخود توجہ دیتے ہیں۔

خود پسند نہ ہو۔ اور نہ ہی چاہے کہ خلقت مجھ کو پسند کرے۔ یہ اس لئے کہا ہے کہ شیطان کو فرشتوں نے قبول کر لیا تھا۔ اور اس نے بھی اپنے آپ کو پسند کیا۔ لیکن جب وہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں پسند نہ ہوا۔ تو خلقت کی پسند سے اس کا نتیجہ لعنت ہوا۔ اور آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے پسند نہ کیا کہا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا یعنی اے اللہ تو اسکو ردّی زمین پر خلیفہ بناتا ہے اور یہ اسپر فساد کرے گا۔ اور آدم علیہ السلام نے بھی اپنے آپ کو پسند نہ کیا اور کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔ اے رب ہمارے ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔ لیکن وہ جناب الہٰی میں پسند تھا۔ پروردگار نے فرمایا فَنَسِیَ آدَمُ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا یعنی بھول گیا آدم ہم نے اسکو قصداً ارادۃً یہ کام کرتا نہ پایا۔

اب بھلا جس نے کسی مرد سے بیعت ہی نہیں کی۔ اور پھر شکل میں کفار کے مشابہ عیسائیوں کی جوٹھ کھائے۔ اور بدن و کپڑے۔ چارپائی پیشاب سے پلید۔ صرف مسلمانوں کی طرح کا نام ہی نام۔ اللہ کا نام پاک لینے والوں کو حجت بازیاں کرے۔ تو پھر یہ کیا! شوخی ہے۔ کہ ہم کو توجہ ہو تو ہم جانیں۔

بھلا ابوجہل کے چیلے کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی امانت سے کیسا حصہ ان دنیاداروں کے حق میں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا کے بندے ہوئے ہیں ان کو چھوڑ دے تاکہ کھاویں اور فائدہ مند ہوں اور آرزو ان کو مشغول رکھے پس قریب ہے کہ جانیں گے۔ اور ان کے حق میں بجائے عنایت اور توفیق کے خوار ہونا اور محروم رہنا حکم ہوا ہے۔

سو در حقیقت جو ایسے نابلد لوگ ہیں۔ ان کو نفس اور شیطان نے یہ دھوکا دے رکھا ہے۔ کہ تمہاری زمانے کو بڑی ضرورت ہے۔ تمہارا دماغ بڑے کام کا ہے۔ اسی لئے یہ اس شوخی میں ہیں کہ جس طرح دنیادار لوگوں میں ہماری ضرورت ہے۔ اسی طرح ہماری فقیروں کو بھی بڑی ضرورت ہو گی۔ ان کو کیا پتہ ہو سکے کہ اللہ نے اپنے فقیر کو کیسا بے پرواہ کر دیا ہوتا ہے۔ وہ تو ان دنیا کے پلید لوگوں کو اپنے پاس خود ہی نہیں چاہتے۔ جو شوخی خورے یہ بات کہتے ہیں کہ ہم تو ان فقیروں کے پاس جاتے نہیں۔ یہ ان کو بھول لگی ہوئی ہے۔ بلکہ وہ ان کو بلاتے ہی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلدُّنْيَا جِيْفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ یعنی دنیا مردار ہے اور دنیادار کتا ہے۔

پس فقیر ان دنیا کے کتوں سے اپنی مجلس کو پاک رکھنا چاہتا ہے۔

ایک مرد میں چار سلسلے جمع ہونے کا بیان

خزینۂ معرفت اور جواہر مجددیہ میں لکھا ہے کہ مولانا ہاشم کشمی اور ملا بدرالدین اپنی اپنی تواریخ میں رقم طراز ہیں کہ مورخہ ۱۱ شعبان سنہ ۱۰۱۱ ہجری المقدس

کی صبح کے وقت سرہند شریف میں روحانی طور پر تمام اولیاء امت جمع ہوئے۔ خصوصاً حضرت محبوب سبحانی شہباز لامکانی حضور پُر نور سرکار بغداد غوث الاعظم دستگیر مع تمام ارواح مبارک بزرگان قادریہ کے تشریف فرما ہوئے۔ اور حضرت مشکل کشا خواجہ بزرگ شیخ اعظم قطب انجم خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری مع تمام بزرگان سلسلہ نقشبندیہ۔ اور عالی جناب حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی مع تمام بزرگان سلسلۂ سہروردیہ۔ اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مع تمام بزرگان سلسلہ چشتیہ کے۔ یہ سب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حضرات جمع ہوئے۔ اور اس طرح ان حضرات کے درمیان۔ اس بات پر بحث شروع ہوئی کہ بغداد شریف والے سرکار فرماتے تھے کہ مجدد صاحب کو کامل بنانے میں ہماری ہمت خرچ آئی ہے۔ لہذا مجدد صاحب قادری اور سہروردی ہیں۔ پھر بخارے شریف والے حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ ہم نقشبندیوں کا زیادہ حق ہے۔ یہ نقشبندی سلسلہ میں شامل ہونگے۔ پھر اجمیر شریف والے خواجہ صاحب فرمانے لگے کہ ہمارا بھی کسی کو پتہ ہے! کہ خاندان چشتی نے مجدد صاحب پر کتنی توجہ خرچ کی ہے یہ چشتی نشان سے مشہور ہونے چاہئیں۔

یہ بحث نماز ظہر تک ہوتی رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا آخر شہنشاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیہ میں اسباب کو لے کر پیش ہوئے۔ تو سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاروں مدعی صاحبان اپنا اپنا دعویٰ ثابت کریں۔ تو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے۔ حضور کے سامنے اپنا دعویٰ اس طرح پیش کیا کہ مجدد صاحب نے شیر خواری کے وقت ہی میرے پوتے شاہ کمال کیتھلی کی زبان چوس کر فیوض و برکات قادریت کے حاصل کرلئے تھے یہ اسی برکت سے آج اس کمال کو پہنچے ہیں لہذا ان پر ہمارے سلسلہ کی خدمت اور اسکی اشاعت کا بڑا حق ہے۔ پھر اپنی سفارش کے لئے حضرت مولےٰ علی کرم اللہ وجہ کو لے آئے۔ تو مولیٰ مشکلکشا نے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے قادریوں کا حق فائق ثابت کر دیا

بعداس کے بخارے شریف والے حضرت صاحب نے اس طرح سے اپنا دعویٰ پیش کیا۔ کہ ہمارے خلیفہ خواجہ باقی باﷲ دہلوی نے۔ان کو گوشہ میں بٹھا کر دو مہینے تک اپنی کامل توجہ سے تمام مقامات عبور کرائے۔ اور بڑی ہمت خرچ کرکے عرش کے اوپر بہت بلندی تک پہنچایا۔ اس لئے ہم نقشبندیوں کا حق زیادہ ہے۔ پھر انھوں نے اپنی سفارش کے لئے حضرت ابا بکر صدیق رضی اﷲ تعالےٰ عنہ کو پیش کیا اُن جناب نے نقشبندیوں کی تائید اور سفارش فرمائی۔ بعداس کے حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رحمۃ اﷲ تعالےٰ علیہ نے۔ اپنا دعوےٰ اس طرح پیش کیا کہ یہ مجدد الف ثانی صاحب تو چھ پشت سے ہی سہروردی ہیں۔ جو انھوں نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے۔ وہ سہروردی۔ ان کے بدن میں تو خون بھی سہروردی ہے۔ ان کی بھی مولےٰ علی مشکل کشا نے تائید و سفارش فرمائی دعوےٰ با دلیل ثابت ہوا۔ بعد اس کے حضرت خواجہ صاحب اجمیر والے اپنا دعوےٰ لائے کہ ان کو سب سے پہلے ہمارے چشتی سلسلہ کی خلافت اپنے باپ سے حاصل ہوئی ہمارے ہی آغوش میں انھوں نے پرورش پائی ہے۔ تو آج یہاں تک پہنچے ہیں۔ لہٰذا ہمارا حق بہت زیادہ ہے۔ اولیاؤں کے سلطان حضرت مولےٰ علی مشکل کشا نے ان کی بھی تائید و سفارش فرمائی۔

پھر شہنشاہِ رسالت صلی اﷲ علیہ وسلم نے ہر ایک بزرگ کو دلاسا دے کر فرمایا کہ آپ سب اپنے اپنے کمالات نسبت مجدد صاحب کے حوالے کردیں۔ اور ان چاروں سلسلہ والوں سے خلافت کی دستاریں لے کر اکٹھی ہی مجدد صاحب کے سر پر باندھ کر فرمایا کہ تم سب کا حق برابر ہے۔ اور مجدد صاحب کو حکم دیا کہ سب سلسلوں میں بیعت لیا کرو۔

لہٰذا مجدد صاحب چار طریقہ پر بیعت کرتے رہے۔ پھر آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے اور خلیفہ اعظم خواجہ محمد معصوم رحمۃ اﷲ علیہ بھی۔ اور پھر بعد انکے حضرت حجت اﷲ رحمۃ اﷲ علیہ بھی چار طریقہ پر ہی بیعت فرماتے رہے۔ اس کے بعد صرف نقشبندی سلسلہ کو ہی رواج دیا گیا۔ اور دوسرے سلسلوں کی طرف توجہ

نہ کی گئی۔

میرے دادا مرشد حضرت حافظ فتح محمد صاحب نے ایک کتاب پر لکھا ہوا ہے۔ کہ ایک مرتبہ رات کے وقت غوث الثقلین سرکار بغداد رحمۃ اللہ علیہ اسی رنگ پورہ والی مسجد میں۔ میرے پاس تشریف لائے السلام علیکم کے بعد جو بات سب سے پہلی آپ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ حافظ جی آپ کے پاس جو بچہ بیعت ہونے کے لئے آتا ہے اسکو نقشبندی ہی کر لیتے ہو۔ کسی کو قادری طریقہ پر بھی بیعت کیا کرو۔ کیونکہ مجدد الف ثانی صاحب کے سر پر ہم نے بھی اپنی قادریت کی دستار خلافت باندھی ہوئی ہے۔

اسی طرح حافظ صاحب نے اس کتاب پر لکھا ہوا ہے کہ آٹھ مرتبہ میرے پاس یکے بعد دیگرے غوث الثقلین تشریف لائے ہیں۔ جس جس تاریخ اور جس جس وقت غوث پاک تشریف لاتے رہے ہیں حافظ صاحب نے سب قلمبند کیا ہوا ہے۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ غوث پاک جب آئے ہیں۔ السلام علیکم کے بعد سب سے پہلی بات آپ نے یہی فرمائی ہے کہ حافظ جی قادری بیعت بھی کیا کرو۔ میرے پیر صاحب قبلہ صرف نقشبندی ہی بیعت کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ سے درخواست کرے کہ مجھے قادری طریقہ پر بیعت کیا جائے۔ تو اسکو قادری اور نقشبندی دونو طریقے دے دیتے تھے۔

مگر مجھے آپ نے چاروں سلسلہ کی خلافت عطا فرما کر اجازت بیعت فرمائی اور چاروں سلسلہ کے شجرہ طریقت عطا فرما کر حکم دیا کہ جس سلسلہ میں کسی کو بیعت کرو اس سلسلہ کا شجرہ دے کر اسکو زبانی یاد کرنے کی تاکید کرو۔ اور اس چار سلسلہ کی خلافت کی قدر کرنا یہ تم کو رسول اللہ کے دربار سے ملی ہے۔ اور چاروں طریقہ کو خوب رواج دیا جائے۔ پھر بعد اس کے ایک دفعہ حضرت نے مکتوب شریف لکھ کر مجھے تاکید فرمائی۔ کہ شاہ جی۔ اَ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ والا کام جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اسکو بڑی ہمت سے کرتا ہوگا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ

اللہ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم۔

علی کر شکر حق تو نے یہ چاروں سلسلے اعظم
رسول اللہ کے دربار سے انعام پائے ہیں

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام + صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

باب سوم آداب شیخ کے بیان میں

فصل اوّل

بیعت کے عہد میں

قرآن مجید پ ۲۶ ع ۹ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللہَ ط یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللہَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ یعنی وہ جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے بیعت کا عہد توڑا۔ اس عہد توڑنے کا وبال اُس کی جان پہ پڑیگا۔ اور جس نے وفاداری کی اس عہد پر جو بیعت ہونے کے وقت کیا۔ تو عنقریب اللہ اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ مرشد کامل سے بیعت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے قائم مقام ہے۔ اور رسول اللہ سے بیعت کرنا اللہ جلّ جلالہٗ سے عہد کرنا ہے۔

جس نے مرشد سے بیوفائی کی۔ اس نے رسول اللہ سے بے وفائی کی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اس عہد توڑنے کے عذاب میں۔ اس کی جان پکڑی جائے گی۔ جو کوئی مُرشد کامل سے بیعت کرکے پھر جائے اسے مرتد کہتے ہیں۔

اس بیعت کے عہد پر وفاداری کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ عنقریب ہی بہت بڑا اجر عطا کیا جائے گا۔ جس کو اللہ تعالےٰ بڑا فرما رہا ہے۔ وہ کس قدر بڑا ہو گا۔ سبحان اللہ و الحمد للہ۔

وفادار مرید وہ ہے۔ جو جان نثاری میں صحابا کرام کی مثال کو نگاہ رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے اصحابا کرام کو دیکھو۔ کہ جو تیر کفار کی طرف سے حضور پر برسائے جاتے۔ صحابا کرام آگے ہو کر اُن تیروں کو اپنے بدن پر لیتے۔ جان دیدیتے۔ مگر تیر حضور تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ انہی وفاداروں کے حق میں یہ ارشاد ہوا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْعَنْہُ۔ بیعت کے وقت پیر صاحب مرید کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے گا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور اس کے معنی۔ پھر اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرَۃِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ اور اس کے معنے۔ پھر پیر صاحب مرید کو حکم دیویں گے کہ تو نے جو جو گناہ کئے ہیں۔ اُن کو اپنے دل ہی دل میں یاد کر کے سامنے لاؤ۔ اب مرید دو چار منٹ کا اندازہ خاموش رہ کر اپنے گناہوں کو یاد کرے۔ پھر پیر صاحب اقرار کرائیں گے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ یا اللہ میری توبہ ان گناہوں سے بڑے گناہ۔ یا چھوٹے گناہ۔ جو کہ جان بوجھ کر کئے یا بھول چوک کر ہو گئے۔ ان تمام قسم کے گناہوں سے آج میں سچی توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ بچنے کی کوشش رکھوں گا اور اے اللہ تو آپ بھی اپنے پاس سے توفیق دے کر مجھے سب گناہوں سے بچائے رکھنا نماز پڑھا کروں گا۔ رمضان مبارک کے روزے رکھا کروں گا۔ مال کی زکوٰۃ دیا کروں گا۔ حج کرنے کی طاقت ہوئی تو ایک حج ضرور کروں گا۔

چوری نہیں کروں گا۔ زنا کے قریب نہیں جاؤں گا۔ کسی پر بہتان نہیں باندھوں گا۔ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ کسی مسلمان کو قتل نہیں کروں گا۔

پھر پیر صاحب فرمائیں گے۔ جن چیزوں کو اللہ تعالےٰ نے حلال فرمایا ہے ان کو

کو حلال اور جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے ان کو حرام سمجھنا ہوگا۔ اور منہیات۔ مکروہات سے پرہیز کرنا ہوگا۔

پھر پیر صاحب فرمادیں گے۔ کہ تم کو نقشبندی سلسلہ عطا کیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا سلسلہ ہے۔ اس سلسلے کے امامِ طریقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری ہیں۔ اس سلسلے کے پیروں کی غلامی ارادت بیعت کو تو نے قبول کیا؟ مرید کہے گا قبول کیا۔

پھر پیر صاحب فرماویں گے۔ اس بیعت کے عہد پر ایفا کرنا آج سے تم پر واجب ہوگیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۵ اور اس کے معنے

پھر پیر صاحب اپنے سلسلہ کا ذکر تعلیم فرمائیں گے۔ اور ساتھ ہی تمام یارانِ طریقت جو کہ حاضر مجلس ہونگے سب ذکر میں مشغول ہوجاویں گے۔

ذکر سے فارغ ہونے کے بعد پیر صاحب حکم دیویں گے۔ کہ تمام یارانِ طریقت کے ساتھ مصافحہ کیجئے آج سے تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔

سلسلے کے حقوق اپنے سلسلے کا شجرہ شریف تہجد کی نماز کے بعد ہر روز پڑھ کر اس کے بعد تین مرتبہ سورۃ فاتحہ اور گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اپنے سلسلہ کے تمام بزرگوں کو ثواب پہنچاوے۔ اور دعا کرے کہ اے اللہ۔ اس سلسلہ کے تمام بزرگوں کی طفیل میری دعائیں جو کہ میں نے شجرہ شریف میں پڑھی ہیں منظور فرمالے

سلسلے کے دوست ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھا کریں۔ غم اور خوشی میں ایک دوسرے کے کام آویں۔ یہ سلسلہ کا حق ہے۔

آپس میں امیر اور غریب کا سوال دور کردیا جاوے۔

تنگدستی میں ایک دوسرے کی حتی الوسع مدد کی جاوے۔ بے روزگاری میں روزگار پر لگانے میں ایک دوسرے کی مدد کی جاوے۔

اپنے سلسلہ کے دوستوں کو محبت اور خوشی سے ملنا۔ عید وغیرہ مبارک تہواروں پر ایک دوسرے سے گلے ملنا۔

ایک دوسرے سے نیک نیت رہنا۔ اور دوسرے کو اپنے سے بہتر گمان کرنا سچے سلسلہ کی ترقی کے لئے کوشش کرنا۔ سلسلہ کو مضبوط بنانا۔ اپنے سلسلے کے لئے بہتر سوچنا یہ ہر ایک پر سلسلے کا حق ہے۔

سلسلہ کے حقوق کی حفاظت کرنے والے کی ظاہر اور باطن میں بہتری چاہنے اور کرنے کا۔ پیر پر حق ہے۔ سلسلہ کے سب بزرگوں پر حق ہے۔

مندرجہ ذیل آدمی کسی دوسری جگہ بیعت ہو سکتے ہیں

جو آدمی توبہ پر قائم نہ رہا ہو۔ اور اس کا پیر وفات پا گیا ہوا ہو۔ اب یہ شخص اگر فیض باطنی کا خواہاں ہے تو دوسری جگہ بیعت ہو سکتا ہے۔

جس نے کسی کو پیر سمجھ کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ پیر ہی نہیں تھا۔ وہ کوئی فریبی نکلا۔ تو یہ شخص بھی کسی دوسری جگہ بیعت ہو سکتا ہے۔

جس طرح کاٹھ کی ہانڈی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح داڑھی منڈانے والا یا بے نماز پیر نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی نے ایسے کو اپنا پیر بنا لیا ہوا ہے تو اسکو چھوڑ دے۔ کسی اور پیر کی تلاش کرے۔ بعض لوگ خود تو کچھ بھی نہیں ہوتے لیکن باپ دادا کے نام پر پیر بنے پھرتے ہیں۔ اور لوگ بزرگوں کی اولاد سمجھ کر ان کے پاس بیعت ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ بزرگ زادہ باشریعت ہو۔ اور اسے بیعت لینے کی اجازت ہے۔ تو بہت بہتر۔ ورنہ بزرگ کی اولاد سے جو کوئی باشریعت نہیں ہوگا۔ وہ پیر ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس بارے میں لَا یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِیْنَ کا حکم ہو چکا ہے۔

جو شخص بیعت ہونے کے بعد اپنے پیر سے دور چلا جائے اور بہت مدت تک ملاقات بھی نہ کی ہو۔ اور اسکو پیر صاحب کا بتایا ہوا اسم بھی اچھی طرح یاد نہ رہا ہو اور تصور بھی نہ رکھ سکا ہو۔ اور پھر یہ شخص غیر شرع ہو گیا یعنی داڑھی منڈوالی اور نماز چھوڑ دی۔ تو درحقیقت اس نے بیعت کا عہد توڑ دیا۔

اگر پھر کسی دن ضمیر نے ملامت کی۔ کہ او بد قسمت تو کس اندھیرے میں پڑا ہوا ہے۔ اب اُس نے اپنے خیالات درست کر لئے۔ اور چاہتا ہے کہ پیر سے کچھ فیض حاصل کرے۔ اور پیر صاحب بہت دور ہیں ان کے پاس پہنچنا مشکل ہے۔ اگر یہ بڑی کوشش کرے گا تو سال میں ایک آدھ مرتبہ ملاقات کر سکیگا اور اب اس وقت اس کے قریب ہی کوئی دوسرے پیر صاحب موجود ہیں جو کہ صحیح پیر ہیں۔ اور ان کو یہ دوسرے تیسرے روز مل سکتا ہے۔ تو یہ اُس قریب والے پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ملنے سے ہی کچھ ملتا ہے۔ جو اپنے پیر کو ملتا نہیں وہ نام کا ہی مرید ہے حاصل کچھ بھی نہیں۔

اس شخص کو دوسری جگہ بیعت ہونے کا اس وجہ سے حکم دیا گیا ہے کہ شریعت کی نافرمانی کی وجہ سے دراصل پہلی بیعت کو توڑ چکا ہوا ہے۔

جو کوئی اچھے پیر کا مرید ہے اور پیر صاحب سے صرف ایک دو ملاقاتیں ہوئی تھیں کہ پیر صاحب انتقال کر گئے۔ اب اس مرید میں بڑی تڑپ ہے کہ فیض باطنی کے لئے زیادہ کوشش کرے۔ اور خود بخود ترقی کو پہنچنے کی اس میں اہلیت نہیں ہے تو یہ شخص اب دوسرے پیر کے پاس بیعت تو ہو نہیں سکتا۔ البتہ طالب ہو کر فیض حاصل کر سکتا ہے۔

ان مذکورہ بالا وجوہات کے علاوہ دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتا بلا عذر دوسری جگہ بیعت ہونا مشابہ ہے کھیل کے۔ اور ہر جگہ بیعت ہونا برکت کو کھو دیتا ہے اور مرشدوں کے دلوں کو اسکی تعلیم سے پھیر دیتا ہے۔ وہ اسکو ہرجائی اور ہردم خیالی سمجھ کر اسپر التفات نہیں فرماتے۔ ایسا آدمی نامراد رہتا ہے۔

دعا مانگو حقوقِ سلسلہ کی قدر ہو مجھ سے
علی اس کے فیوض و برکتوں سے نصیب ہو میرا

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ۔۔ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل دوم

پیر کے احترام و تعظیم کے بیان میں

آدابِ شیخ میں کوتاہی کرنا حرام ہے۔ بحکم اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَانَ النَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ یعنی پیر اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی اُمت میں۔

تو پیر کے وہی آداب ہیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ملحوظ رکھنے فرض ہیں۔ قرآن مجید سورۃ حجرات ع یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o ترجمہ اے ایمان والو اللہ اور رسول سے آگے مت بڑھو یعنی تم پر لازم ہے۔ کہ رسول اللہ کے آگے مت چلو نہ قدم سے نہ بات سے کہ یہ ادب اور احترام کے خلاف ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔ قرآن مجید پ۲۶ ع۱۳ حکم فرمایا گیا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی (اس غیب بتانے والے) کی آواز سے (حضور کے سامنے جب کچھ عرض کرنا ہو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو) اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرنا جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو۔ کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (اس آیت میں حضور کا اجلال و اکرام آداب و احترام تعلیم فرمایا گیا ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو۔ اسی طرح نہ پکارنا بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم و القاب عظمت کے ساتھ عرض کرو۔ ترکِ ادب سے تمام نیکیاں برباد ہو جائیں گی) اسی ادب و تعظیم کو پیر کے حضور ملحوظ رکھنا فرض ہے۔

اور ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۔ بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس (از راہ ادب و تعظیم) وہی ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ یہی احکام آداب مرشد کے ہیں۔ پیر سے بیعت کرنا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے قائم مقام ہے۔ پیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے نائب ہے پیر کی محبت فرض ہے کیونکہ وہ پیغمبر علیہ السلام کی نیابت سے اللہ تعالےٰ کے قرب خاص تک پہنچانے والا ہے۔ پیروں کے ہاتھ پاؤں اور کپڑے چومنا جائز ہے۔ پیر کو جب دیکھے فوراً اٹھ کر کھڑے ہو جانا چاہئے۔ اپنے پیر کو جب ملنا ہو وضو کر کے ملو۔ انکی طرف پیٹھ مت کرو۔ اُن کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھو۔ ان کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو۔ ان کے سامنے آپس میں باتیں مت شروع رکھو۔ انکے سامنے دوستوں سے دل لگی کی باتیں نہ کیا کرو۔ بغیر اجازت کے ان کے پاس سے مت جاؤ۔ آؤ۔ اگر کہیں سفر کو جانا ہو تو ان سے اجازت لے کر جایا کرو۔ ان کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو۔ ان کا گھر اپنے گھر جیسا نہ سمجھو۔ ان کے گھر کا بچہ اپنے بچے جیسا مت سمجھو۔ بچہ تو بڑی شان والا ہوتا ہے۔ بلکہ اس گھر کا کتا دوسرے کتوں جیسا نہیں۔

جہاں پیر رہتا ہے۔ اس زمین کی عزت کرو۔ ٹٹی پیشاب کے واسطے دور نکل جایا کرو۔ ان کے گھر کی طرف عاشق صادق تو کبھی پاؤں کر کے نہیں لیٹتے۔ پیر کی بات میں اپنی عقل کو دخل نہ دو چاہے تم کو سمجھ آئے یا نہ آئے یہاں پر عقل کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کی باتوں میں کئی حکمتیں ہوتی ہیں جہاں زمانے بھر کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ خواہ تمام جہان کی بات کو موڑ دے مگر پیر کی بات کو کبھی نہ موڑے۔

پیر کی طرف بے باکانہ نظر سے نہ دیکھے۔ دنیا کی ہر چیز سے پیر کی محبت اس کے دل میں زیادہ ہو کیونکہ جس شخص کی زبان یا کسی اعضا سے پیر کے ادب کے خلاف کوئی فعل یا کلام سرزد ہو یا مرید کے دل میں پیر کے آداب کے خلاف خیال بھی پیدا ہو تو وہ مرید منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ تصوّف کل کا کُل ادب ہی ہے۔

اسی لئے بے ادب مرید دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔

مرید کو چاہئے۔ کہ شیخ کی مجلس میں اگر کوئی تذکرہ یا کلام شروع ہو تو شیخ کا کلام سننے کے لئے دل و جان سے کان لگاکر متوجہ و حاضر رہے اور جو کچھ شیخ ارشاد فرماوے۔ اس سے استفادہ حاصل کرے شیخ کی مجلس میں کبھی بغیر امر کے سبقت کلام کی دلیری نہ کرے۔ کیونکہ بقول اَلشَّیخُ فِیْ قَومِہٖ کَانَ النَّبِیُّ فِیْ اُمَّتِہٖ یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ اور نبی کی نسبت باری تعالےٰ عزاسمہٗ نے فرمایا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ پس جیسا کہ صحابا کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے اطاعت اور ادب استماع سخن نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا فرض تھا ایسا ہی مریدوں کے لئے اپنے شیخ کی مجلس میں ہر آداب کو نگاہ رکھنا چاہئے کیونکہ پیر کے ارشادات کو سننا ہزارہا کتابوں کے پڑھنے اور علم و ہنر سے بہتر ہے۔

جب بھی کبھی پیر کی خدمت میں کوئی عرض کرنے یا کسی دنیاوی یا دینی حاجت کے لئے بیان کرنے کی ضرورت ہو تو وقت کا خیال رکھے۔ جس وقت شیخ کو فارغ معلوم کرے اور اپنی طرف متوجہ پائے تو اس وقت عرض کرے۔ کیونکہ ایسے وقت میں عرض کرنے سے شیخ کی طبیعت زیادہ راغب ہوگی۔ اور حصول مطلب میں جلد کامیابی نصیب ہوگی۔ اور عرض کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ کی جناب میں ادب اور قبولیت کے لئے دعا کرے۔ جو کچھ شیخ حکم دے۔ اسکو دلیل سمجھے یعنی بطور سند خیال کرے۔

اور کبھی کسی وجہ سے بھی شیخ کا گلہ نہ کرے۔ شیخ کے حضور میں اس طرح ہو گویا کہ نیا طالب آیا ہے۔ اور یہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور شیخ کے حضور کسی اور کی طرف رخ نہ کرے خواہ کوئی کتنا ہی بڑا ہو۔

مرید کو چاہئے کہ کوئی کام دینی یا دنیاوی کا کرنا چاہے تو شروع کرنے سے پہلے شیخ سے اجازت حاصل کرے۔

• کھانا۔ پینا۔ بیٹھنا۔ اٹھنا۔ سونا وغیرہ پیر کے عمل کے مطابق ہو۔ نیز عبادات میں سے نفل نماز۔ روزہ تلاوت قرآن مجید پیر کے حکم کے مطابق عمل میں لاوے۔ شیخ جس چیز کو مکروہ جانتا ہے۔ اور ہر اُس چیز سے کہ پیر کو جس سے نفرت ہو اس سے پرہیز کرے۔ اگرچہ وہ اپنے کو محبوب ہی ہو۔ چاہے اس میں اپنا فائدہ دیکھے نیز جن کاموں کو پیر کرتا ہے۔ بغیر اجازت پیر کے مرید کو نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ مبتدی ہے اور شیخ منتہی ہے۔ مبتدی بمنزلہ بیمار کے ہے۔ اور منتہی بمنزلہ تندرست کے ہوتا ہے۔ تندرست جو چیز چاہے کھا سکتا ہے۔ لیکن بیمار کو اکثر چیزوں سے پرہیز کرایا جاتا ہے۔

پیر کی مجلس میں درود وظائف و نوافل کے ساتھ کبھی مشغول نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ ہمہ تن پیر کے آداب اور نسبت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

علی فرمانِ مرشد کا جو ہے یہ سند محکم ہے
کہیں اوروں کے کہنے کی طرح مت سمجھنا اسکو

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود وسلام ۔ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل سوم

دست بوسی کے بیان میں

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس اور پاء مبارک ۔ اصحاب کرام چوما کرتے تھے ۔حضرت زارع رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ کَمَا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَہٗ (رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ) ترجمہ جب ہم مدینہ شریف آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے کے لئے اپنی سواریوں سے جلدی سے اترتے اور ہم حضور کے دست اقدس اور پاءِ مبارک چومتے ۔ اسی بنا پر علامہ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر عالم کامل کے دست و پاء چومے جائیں تو مستحب ہے ۔ اور اگر خوشامد دنیاوی کے لئے کسی دنیادار کے پاؤں چومے تو شدید مکروہ ہے ۔حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مبارک زبان سے فرمایا ہے ۔کہ ہاتھ چومنا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیا کی سنت ہے ۔

اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی راستہ چلتے اور کسی نیک مسلمان بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوتی تو حضور اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتے کیونکہ حضور سفید بالوں کی بڑی عزت وحرمت فرمایا کرتے تھے ۔ اور جب وہ نیک بوڑھا حضور کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگتا تو حضور پہلے اس کے ہاتھ کو بوسہ دے لیتے اور اسے بعد کو موقعہ ملتا ۔

اور فرمایا کہ خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح ایک بڑھیا کے پاس جاکر فرمایا کرتے کہ اے اماں محمد کے حق میں دعائے خیر کرنا ۔ حالانکہ تمام موجودات میں حضور سے بڑھ کر کوئی بزرگی اور عزت والا نہیں ۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے پیدا کیا ہے ۔ جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

دعائے خیر طلب کرتے رہے ہیں۔ تو ہم لوگوں کو ضرور ہی بزرگوں کی دست بوسی کرنا اور اُن سے خیریت کی دعا طلب کرنی چاہیئے۔

اور فرمایا۔ کہ درویش اور مشائخ ایک دوسرے کا ہاتھ اس واسطے چومتے ہیں کہ شائد کسی مغفور کا ہاتھ ہاتھ میں آ جائے۔ جس سے بخشے جائیں۔

اور فرمایا۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی آپکو سلام کرنا چاہتا۔ تو آپ اس سے پہلے ہی سلام کہہ دیتے۔

اور فرمایا۔ کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت مرتبہ کوشش کی کہ میں پہلے سلام کروں یا مصافحہ کروں لیکن حضور نے کبھی وقت نہ دیا۔

پھر فرمایا۔ کہ بزرگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے۔

پھر فرمایا ایک مرتبہ ایک شخص کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تم سے کیا سلوک فرمایا۔ اس نے کہا جو کچھ میں نے دنیا میں کیا تھا۔ سب کچھ میرے روبرو لایا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اتنے میں حکم ہوا کہ اس نے فلاں روز دمشق کی مسجد میں خواجہ حاجی شریف کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ جس کی برکت سے معاف کیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کئی گنہگار صرف کاملوں کے ہاتھ چومنے کی وجہ سے بخشے جائیں گے۔ اور دوزخ سے نجات پائیں گے۔

پھر فرمایا۔ کہ میرا پیر خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہٗ جامع مسجد سے نکلتے تو آپ کے اصحاب حلقہ بنا لیتے اور آپ کا دستِ مبارک لٹکا رہتا جو آتا دستِ مبارک کو بوسہ دے کر چلا جاتا۔

پھر فرمایا کہ آثار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک بزرگ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی شیخ یا بزرگ کے ہاتھ کو بوسہ دے گا اسکی ضرور بہتری ہو گی۔ اس واسطے کہ مشائخ کا ہاتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک تک سند کے

ساتھ پہنچتا ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا چومتا ہے۔ گویا وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑتا چومتا ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش! حضرت داؤد علیہ السلام جب مسندِ حکومت پر بیٹھتے اور عدل و انصاف کے لئے لوگ آتے تو آپ مظلوموں کی داد رسی کرتے۔ اور بنی اسرائیلیوں میں سے جو بزرگ آتا خود مسند سے اٹھ کر اس کا ہاتھ چومتے۔ پھر بیٹھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے۔ کہ اے پروردگار۔ ان کے ہاتھ کی برکت تو عنایت کی ہے اپنی پناہ بھی رحمت کر۔ پس اے درویش اگرچہ تمام انبیاء معصوم تھے پھر بھی اپنے بارے میں خیر و برکت طلب کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ان کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی برکت سے ہمیں بخش دے۔

پھر فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک جوان نشے میں بدمست گلی میں سے جا رہا تھا۔ جب اس نے خواجہ ابراہیم ادھم کو آتے ہوئے دیکھا۔ تو فوراً سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ اُسی رات اس جوان نے خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ تعجب کرنے لگا۔ کہ میں ایسا گنہگار اور مجھے یہ نعمت۔ آواز آئی۔ کہ فی الواقعہ ایسا ہی ہے۔ لیکن تو نے آج میرے دوست کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے۔ اس لئے تجھے بخش دیا گیا ہے۔ جب وہ جاگا تو خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔

پھر فرمایا۔ کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ العزیز جب سجادے پر بیٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو چھوڑ کر اس سے باتیں کرنے لگتے اور باتوں باتوں ہی میں جس حاجت کو آتا پوری کر دیتے۔ جب وہ واپس چلا جاتا۔ تو پھر آپ تلاوت میں مشغول ہوتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صاحبِ سجادہ بزرگوں کو واجب ہے کہ تلاوت میں مشغول ہوں جب کوئی آئے تو تلاوت چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائیں۔ اس واسطے کہ مذہب سلوک کے بموجب حاجت مندوں کی حاجت روائی ورود و وظائف سے مقدم ہے

پھر فرمایا کہ ایک روز حضرت ابو سعید مکہ کے کسی بزرگ کے ہاں کسی ضرورت کے لئے گئے اسی وقت وہ درویش مشغول تھا۔ آپ ناکام واپس آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے تو غمگین اور اداس تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ رسالت سے معلوم کر کے فرمایا۔ کہ کیوں غمگین ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ فلاں بزرگ کے متعلق میرا کچھ کام تھا۔ سو جب میں گیا۔ تو وہ درویش مشغول تھا اس لئے مجھے ناکام واپس آنا پڑا۔ حضور نے فرمایا کہ اُسپر واجب تھا کہ حاجت مندوں کے کام میں مشغول ہوتا۔ انصاف کا اقتضاء تو یہ تھا کہ ورد چھوڑ کر تیرا کام سرانجام کرتا۔ اور سرانجام کر کے پھر ورد میں مشغول ہوتا۔

پھر فرمایا۔ کہ اے درویش جس وقت خواجہ شبلی تلاوت میں مشغول ہوتے۔ اور کوئی بزرگ آ جاتا۔ تو آپ فوراً اٹھ کر اُسکی دست بوسی کرتے اور اُس سے مشغول ہو جاتے۔ جب تک بیٹھا رہتا اس سے ضروری باتیں کرتے۔ جب چلا جاتا تو پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شمعون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص کیسا ہوگا۔ کہ اللہ تعالےٰ کا عرش ضروری کام کے لئے اس کے دروازے پر آئے۔ اور وہ اُس کی حاجت روائی میں مشغول نہ ہو۔ عرش سے آپ کی مراد دل تھا۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ قلب المومن عرش اللہ تعالےٰ۔ یعنی مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جب میں لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا۔ تو تنہائی اختیار کرنی چاہی پھر دل میں خیال آیا۔ کہ خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اُن کا طریقہ یہ تھا۔ کہ سب سے مصافحہ کرتے تھے۔ سو میں چھت پر بیٹھتا اور دونوں ہاتھ نیچے لٹکا دیتا۔ لوگ آ کر ہاتھ کو بوسہ دے جاتے تھے۔ اور مصافحہ کر جاتے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے ہر روز کُرتے پھٹ جاتے۔ جو لوگ بطور تبرک لے جاتے۔ مجھے اُن کے حسن عقیدے پر تعجب آتا کہ دیکھو۔ کیسے راسخ الاعتقاد ہیں۔ جمعہ کے دن

نماز پڑھ کر واپس آتا لوگوں کی بھیڑ سے تنگ آجاتا۔ چنانچہ ایک جمعہ کو فراش نے میرا پاؤں کھینچا تاکہ بوسہ دے یہ بات مجھے ناگوار گزرہی۔ اس نے کہا۔ شیخ فرید اس بات کا شکریہ ادا کرو کہ آپ جیسے لاکھوں آپ کی پائے بوسی کے خواہشمند ہیں۔ اسکی بات مجھے بہت پسند آئی۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے سنا کہ میں ایک بزرگ کے ہمراہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اتنے میں ایک اور شخص نے آکر سلام کہا تو وہ بزرگ اُس سے باتیں کرنے لگا مجھے تعجب ہوا کہ ایسا کرنا واجب نہ تھا فوراً مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا تھا سو میں نے بھی ویسا ہی کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں ہفتے یا دو ہفتے بعد پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا برخلاف اس کے شیخ بدرالدین غزنوی اور دوسرے عزیز ہمیشہ حاضر خدمت رہتے۔ جب میرے پیر کی وفات کا وقت نزدیک آگیا تو اس وقت ایک بزرگ کو آپ کی جانشینی کی بڑی آرزو تھی۔ مگر آپ نے مرتے دم فرمایا کہ یہ عصاء نعلین چوبی اور جامہ شیخ فرید کو (یعنی مجھ کو) دینا الغرض آپ کا جس وقت انتقال ہونے والا تھا میں نے ہانسی میں خواب دیکھا کہ آپ کو بارگاہ الہی میں لئے جا رہے ہیں۔ صبح میں ہانسی سے روانہ ہوا اور چوتھے روز شہر دہلی میں پہنچ گیا قاضی حمید الدین ناگوری نے وہ جامہ عصا اور چوبی نعلین مجھے دئے میں نے دوگانہ ادا کرکے پہن لئے اور خواجہ صاحب کے مکان پر تین روز ٹھہرا پھر وہاں سے ہانسی کی طرف روانہ ہوا وہاں سے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ سرہنگا نام ایک آدمی ہانسی سے میری زیارت کے لئے اجودھن آیا تین روز خانقاہ میں آتا رہا لیکن دربان نے اندر نہ آنے دیا۔ جب میں باہر نکلا تو اس نے قدموں پر سر رکھ دیا اور رو دیا۔ میں نے پوچھا۔ کیوں سرہنگا روتے کیوں ہو کہا۔ کہ ہانسی میں آپ کی زیارت آسانی سے ہو جاتی تھی اب دشوار ہو گئی ہے۔ اُسی

وقت میں نے یاروں کو کہا کہ میں ہانسی جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ خواجہ قطب الدین نے آپ کو یہاں ٹھہرنے کا حکم کیا تھا۔ آپ کیوں جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ خواجہ صاحب نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے وہ جنگل و شہر میں یکساں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس بیان سے میرا مقصود یہ ہے۔ کہ ہر حال میں بزرگوں کی دست بوسی کرنی چاہیئے۔ شائد کسی کی دست بوسی کی برکت سے نجات حاصل ہو جائے۔ ؎

بزرگوں کی دست بوسی علی جائز ہے سُنت ہے
یہ بخشش کا ذریعہ ہے گناہ دُھل جاتے ہیں اس سے

پنج تن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام ۔ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل چہارم

تعمیل حُکم کے بیان میں

مُرشد جس بات کا حکم فرمائے۔ اُسپر فوراً عمل کرنا چاہیئے۔

حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں شیخ جمال الدین ہانسوی۔ مولانا نظام الدین بدایونی۔ شمس دبیر۔ مولانا شمس الدین بخاری۔ شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ نجم الدین سنامی اور بھی کئی بزرگ حاضر خدمت تھے۔ اُن کے درمیان تعمیل حکم کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ حضرت خواجہ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نفلی نماز ادا کر رہے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کی خاطر ان کو آواز دی۔ یہ چونکہ نماز میں مشغول تھے اس وجہ سے جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حاضر خدمت ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے آواز دی تھی کیا! سنی نہیں تھی۔ عرض کی کہ سُنی تو تھی لیکن میں نماز میں مشغول

تھا۔ فرمایا کہ جس وقت رسول اللہ آواز دیں۔ تو نماز چھوڑ کر اسی وقت آواز دو کیونکہ یہ نفلی عبادت سے بدرجہا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک درویش جس کا نام شیخ علی سنجری تھا۔ وہ نفلی نماز ادا کر رہا تھا۔ خواجہ صاحب نے اُسے آواز دی تو اُس نے فوراً نماز چھوڑ کر لبیک کہا۔ حضرت خواجہ صاحب نے پوچھا۔ کہ نماز کیوں چھوڑ دی۔ نماز ادا کر کے بعد میں کیوں نہ جواب دیا۔ اُس نے عرض کی کہ جناب کی آواز کا جواب دینا نفلی نماز سے افضل ہے۔ اس واسطے کہ طریق سلوک میں یوں ہے۔ کہ جب پیر مرید کو آواز دے اور مرید فوراً جواب دے تو اسی وقت ایک سال کی عبادت کا ثواب مرید کے نامۂ اعمال میں لکھا جاسکتا ہے۔ تو اے مخدوم انسان کیوں ایسی دولت کو ہاتھ سے مفت کھوئے۔

اور یہ بھی فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید کو چاہیئے پیر کا فرمان دل وجان سے بجا لائے۔ اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پیر خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہٗ سے پوچھا گیا۔ کہ پیر کا حق مرید پر کس قدر ہے؟ فرمایا اگر ساری عمر پیر کے ہمراہ حج کی راہ میں پیر کو سر پہ اٹھائے رکھے تو بھی پیر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ پیر کا فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوتا ہے۔ پس جو کوئی پیر کا فرمان بجالایا ہے۔ گویا وہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بجالایا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میرے پیر سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر ناراض ہو گئے اور آپ نے مجھے حجرہ سے باہر نکال دیا۔ رات کا وقت تھا اور برف پڑ رہی تھی۔ میں نے رو رو کر اللہ تعالےٰ سے عرض کیا۔ کہ الٰہی اس دنیا میں میرے لئے حضرت کا یہ دروازہ۔ تیری درگاہ کا دروازہ ہے۔ وہ مجھ پر ناراض ہو گئے ہیں۔ اب میں کہاں جاؤں۔ اسی

وقت دل میں القا ہوا۔ کہ بہاؤالدین یہ دروازہ چھوڑ کر تیرا ٹھکانہ کہاں ہے
پس میں نے بچے ارادے سے حضرت کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا۔ اور فیصلہ کر لیا
کہ یہاں سے اٹھ کر نہیں جانا۔ جب تہجد کی نماز کے واسطے آپ اٹھے اور
دروازہ کھول کر دیکھا۔ کہ دروازے کے آگے میں پڑا ہوا۔ اور میرے اوپر اتنی
برف جمی ہوئی تھی۔ کہ دروازہ رُک گیا تھا۔ آپ نے برف ہٹا کر دیکھا۔ تو
نیچے میں بیہوش پڑا تھا۔ آپ مجھے اٹھا کر اندر لے گئے۔ اور آگ جلا کر سینکائی
جب میں گرم ہو کر ہوش میں آیا۔ تو آپ نے فرمایا بہاؤالدین تو صادق نکلا۔ بعد
اس کے پھر کبھی ناراضگی کا موقعہ نہ ہوا۔

اب ایک مرتبہ مجھے خیال آیا کہ بہاؤالدین۔ حضرت صاحب تجھ پر ناراض
ہو گئے تھے۔ اور تو تمام رات انکی چوکھٹ پر سر رکھ کر پڑا رہا تھا۔ آج تو دیکھ
کہ تیرے دروازہ پر بھی کسی کا سر ہے یا نہیں۔ جب میں نے غور کیا تو میرے دروازہ
پر ہزاروں سر رکھے پڑے تھے۔ اور ہمیشہ اسی طرح دیکھتا ہوں۔

حضرت سید علی ہجویری یعنی داتا گنج بخش صاحب جن کا شہر لاہور پنجاب
میں اعظم دربار ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے پیر صاحب کے ساتھ
تھا۔ ہم بہت بڑا سفر کر کے اور پھر ایک اونچی پہاڑی تھی اس پر چڑھ گئے
اس جگہ پر ابھی کچھ بھی آرام نہ کیا تھا۔ کہ مجھے میرے پیر نے فرمایا۔ علی وضو کے
واسطے پانی لاؤ۔ میں پانی کے لئے پہاڑی سے اترا پانی لے کر پھر چڑھتے وقت
میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں تھکاوٹ سے چور ہوا پڑا تھا۔ اگر حضرت صاحب
تیمم سے نماز پڑھ لیتے تو کیا حرج تھا۔ مجھے پہاڑی سے اترنا اور چڑھنا
پڑا ہے جس سے بے دم ہو گیا ہوں۔

جب میں پانی لے کر پہنچا تو حضرت نے فرمایا۔ علی آج تو میرے بوڑھے
کی خدمت کے لئے تکلیف کرے گا۔ تو کل تو دیکھے گا۔ کہ دنیا بھر کے لوگ
تیرے آگے خدمت گار رہوں گے۔

پھر بعد اس کے داتا صاحب پہ ہر گھڑی ترقیٔ مراتب کی آئی ہے۔ آج دیکھو اللہ تعالٰے نے حضرت داتا صاحب کو کیسا مخدوم بنایا ہے کہ زمانہ آپ کا خدمت گار ہے۔ اس رفعت شان کا باعث دراصل اُن کے مُرشد کا فرمان ہے۔

جو کوئی صدق دل سے کسی مرد الٰہی کی خدمت کرے گا۔ وہ ایک دن دیکھے گا کہ اُس کے آگے بھی خدمت گار ہوں گے۔ اور جس نے اپنے آپ کو دیکھا وہ نامراد رہا۔ ؎

کسی کامل کی خدمت کر اگر مخدوم بننا ہے
کہ خود کو دیکھنے والے علی محروم رہتے ہیں

پنجتن پاک پہ بھیج لے اللہ درود سلام ٭ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل پنجم

حُسنِ عقیدت کے بیان میں

فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کو اپنے پیر کے حق میں نیک عقیدہ نہیں وہ مرید ہی نہیں۔

مشائخ کرام کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے۔ ہمیشہ اپنے پیر کے متعلق حُسن خیال سے رہنا لازمی ہے۔

جب پیر کامل سے بیعت کرے تو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دے۔ اور اپنا تصرف چھوڑ دے اور جان لے کہ مرید کی منفعت اپنے ثواب کی نسبت پیر کی خطا میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور اگر پیر سے کوئی بات یا کام ایسا صادر ہووے کہ جس کی سمجھ نہ آوے۔ تو پیر پہ اعتراض نہ کرے بلکہ قرآن مجید پ۱۵ ع ۲ سے حضرت خِضر علیہ السلام اور حضرت موسٰی علیہ السلام کا واقعہ پڑھے کہ یہ واقعہ بالکل پیر

اور مرید کے مقصد میں ہی وارد ہے۔

شیخ ایسی باتوں سے آشنا ہوتا ہے کہ عقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

حکیم جالینوس کے زمانے میں ایک شخص کی انگشت راست درد کرتی تھی۔ ناقص طبیب انگلی پر دوائی لگاتے تھے۔ اور وہ کوئی فائدہ نہ دیتی تھی۔ حکیم جالینوس نے اس کے بائیں مونڈھے پر دوائی لگائی۔ تو لوگوں نے کہا۔ یہ کیا جہالت ہے کہ درد تو دائیں ہاتھ کی انگلی میں ہے۔ اور دوائی بائیں مونڈھے پر۔ یہ تو بالکل بے فائدہ ہے۔ لیکن اس کی انگلی اچھی ہو گئی۔ وجہ یہ تھی جالینوس کو علم تھا۔ کہ خلل اعصاب کی جڑھ میں واقع ہے۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ اعصاب دماغ اور پشت سے آتے ہیں۔ اور جو بائیں طرف سے اُٹھتی ہے۔ وہ دائیں طرف سے آتی ہے۔ اور جو دائیں طرف سے اُٹھتی ہے وہ بائیں طرف کو جاتی ہے۔ اس مثال کا مقصد یہ ہے کہ جان لے کہ مرید اور مریض کو اپنے گمان کو ہی کافی نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ بلکہ پیر اور حکیم کا علم بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ بوعلی فارمدی کا قول ہے کہ میں نے شیخ ابو القاسم گرگانی کے سامنے ایک اپنی خواب بیان کی۔ تو وہ مجھ سے غصہ ہو گئے۔ اور انہوں نے مجھ سے ایک مہینہ تک بات نہ کی۔ لیکن اُس غصے کی مجھے کوئی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ تو پھر ایک دن میں نے غصے کی وجہ دریافت کی۔ تو فرمایا کہ تو نے مجھ سے خواب بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ خواب میں میرے پیر نے مجھ سے یہ بات کی۔ تو میں نے کہا۔ کیوں۔ فرمایا اگر تیرے باطن میں "کیوں" کی جگہ نہ ہوتی۔ تو یہ کیوں کا لفظ خواب میں بھی تیری زبان پر نہ آتا۔

مسئلہ۔ بعض صوفی کہتے ہیں کہ مرید کو ضروری ہے کہ اپنے پیر کو دوسرے مشائخ سے افضل سمجھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ درست نہیں ہے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ یعنی ہر ذی علم پر کوئی دوسرا عالم موجود ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہاں پر افضلیت دو قسم پر ہے۔ ایک اختیاری ہے۔ اس

صورت میں افضل سمجھنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اپنے پیر کو اپنے حق میں دوسروں کی نسبت زیادہ نفع رساں سمجھے۔ یہ صحیح ہے اور قسم دوسری۔ بے اختیاری ہے۔ یہ سکر اور کثرت محبت کے ثمرات سے ہے۔ پس جب محبت کامل ہو گئی تو محب کی نظر میں۔ غیر محبوب کے فضائل۔ اپنے محبوب کے فضائل کی نسبت ہیچ نظر آیا کرتے ہیں۔ تو اس میں وہ عشق کی مستی کے باعث معذور ہے۔ ان دو تاویلوں کے سوا اس بات کے کوئی بھی معنی نہیں ہیں۔

پیر مرید کو کئی باتوں کا حکم دیتا ہے۔ مگر خود وہ کام نہیں کرتا۔ تو اس وجہ سے بدگمان نہیں ہونا چاہئے۔

اس بات کی وجہ یہ ہے کہ پیر منتہی ہوتا ہے۔ اور مرید مبتدی۔ مبتدی بمنزلہ بیمار کے ہوتا ہے اور منتہی بمنزلہ تندرست کے ہوتا ہے۔ تندرست جو چیز چاہے کھا سکتا ہے۔ مگر بیمار کے لئے پرہیز ضروری ہے۔

آج کل کے بعض مرید اس وجہ سے بدگمانی کر کے اپنے پیر کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ ہم تو پیر سے دنیا اور دین دونوں چاہتے ہیں۔ دین تو ملا ہے۔ مگر مال دنیا نہیں ملا۔ مطلب یہ کہ کیوں نہیں پیر صاحب نے بہت سارا سونا بنا کر دے دیا۔ اگر یہ نہیں تھا تو جوئے اور سٹے کے ہی دو چار داؤ لگوا دیتا تاکہ ہم عیش کی زندگی بسر کرتے اور پھر اللہ کی یاد بھی کرتے۔ اس وجہ سے ہم نے تو پیر صاحب کے پاس جانا ہی چھوڑ دیا ہے۔ کہ جب وہ بلائیں گے۔ تب جاؤں گا۔

حالانکہ پیر نے خود سامان عیش کو دل سے چھوڑا ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتا ہے۔ کہ اس کی حرص سے اپنے دل کو خالی رکھنے میں ہی سعادت کا راز مضمر ہے۔

مال دنیا چاہنے والے صاحبان کو چاہئے کہ چاندی سونا حاصل کرنے کے واسطے کسی جڑی بوٹی مارنے والے سنیاسی کیمیاگر کی تلاش کر کے اس کا چیلا بنتے۔ یا کسی بڑے ڈاکو کے شاگرد بن کر استاد کے ساتھ کہیں سے سونا لوٹتے۔ پیر تو اس مقصد کے لئے نہیں ہوتا۔ اور ایسے مریدوں کو بلانے کی پیر کو کبھی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

بعض بیماری کی حالت میں پیر کے پاس جاتے ہیں۔ اور کئی دفعہ شفایاب ہوتے ہیں اگر کسی بیماری سے صحت نہ ہو۔ یا موت آ جائے۔ تو سمجھ لیتے ہیں۔ کہ اب پیر میں کچھ نہیں رہا۔ ان لوگوں کے گمان میں یہ ہے کہ اگر خدا بیماری یا موت دے۔ تو پیر خدا سے کہے کہ میں تو ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ پیر جیت جائے اور خدا کی رضا کو باطل کر دے تو پیر ہے ورنہ نہیں۔

حالانکہ کئی بیمار دو دو سال تک رو رو کر اللہ تعالےٰ سے صحت کیلئے آرزوئیں کرتے ہیں مگر پھر بھی صحت نہیں ہوتی۔ تو کیا! ان بے خردوں کے قول سے اب اللہ تعالےٰ میں بھی کچھ نہیں رہا۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ جو سچا پیر ہے۔ وہ تو رضا حق میں فنا ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی رضاء الٰہی رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔

بعض مرید۔ پیر کے ساتھ شریکا برادری کے جھگڑوں کی کشمکش میں پڑ جاتا ہے اور اس کے دشمنوں کی باتوں کو ے کر ان سے کوئی نتیجہ نکالنا چاہتا ہے۔ اور شک میں پڑ جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ نامرادی ہے۔

اللہ والوں کے تمام معاملات کی حقیقت بالکل درست ہوتی ہے۔

کوئی دوسرا تیسرا ظاہر بین اُن کی باتوں میں واقفیت کا کیا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جب کہ فقیر کے اپنے بیوی بچوں کو تمام عمر اس سے ہم معاملات رہ کر بھی فقیر کے بھید سے باخبری حاصل نہیں ہو سکتی۔ صادق مرید وہ ہے جو کہ ہر وقت حسن خیال سے رہے بیعت کے بعد پیر کے متعلق جو شک پیدا ہو اس کو فوراً لاحول پڑھ کر دور کر دے۔

خواجہ عبید اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اسکو ہم درویشوں کا دشمن بنا دیتا ہے۔ تو وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور جس کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے اسکو ہماری محبت دیتا ہے۔

حق تعالےٰ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہم کو فقرا کے انکار اور درویشوں کے طعن سے بچائے رکھے۔ آمین۔

علی واعظ کو کہہ ان میکشوں پہ ہنس نہیں ڈر ہے • کہ میخانے کے در پہ بیچ جائے تو نہ ایمان کو

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود وسلام • صحابہ کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ششم

بزرگوں کی خدمت کے بیان میں

حضرت فرید الدین شکر گنج قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے بھی سعادت حاصل کی ہے خدمت سے کی ہے۔ کیونکہ دین اور دنیا کی نعمت مشائخ کو اپنے پیروں کی خدمت کرنے سے حاصل ہوئی ہے۔

پھر فرمایا۔ کہ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کی وفات کے بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خدمت کی۔ کہ کوئی خادم ایسی خدمت بجا نہیں لاتا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو بغداد میں میں نے دیکھا۔ کہ سر پر چولھا اٹھائے ہوئے تھے۔ اور اس میں دیگچی کے نیچے آگ جل رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ فرمایا حج کو۔ مجھے یہ خدمت دیکھ کر تعجب آیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا۔ کہ یہ کتنے سال سے یہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا پچیس سال سے اس درویش کو اسی طرح خدمت بجا لاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ یہ دولت کہاں سے پائی۔ فرمایا۔ ایک درویش کی خدمت کرنے سے۔ وہ جو کچھ مجھے حکم دیتا میں سر آنکھوں سے بجا لاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز مجھے فرمایا۔ کہ فلاں درویش کو میرا سلام پہنچانا۔ اور عرض کرنا۔ کہ کل میرے پیر کا عرس ہے۔ آپ قدم رنجہ فرمائیے۔ اور اس مقام کو بابرکت کیجئے گا۔ اور خواہش ہے کہ کھانا آپ کے روبرو تقسیم ہو۔ اس درویش کے راستے میں شیر کا ڈر تھا۔ اور مجھے اس کامل نے یہ کام آزمائش کے لئے فرمایا تھا۔ الغرض حکم کے بموجب روانہ ہوا۔ تو ایک مقام پر شیر بالمقابل ہوا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو کہا اے شیر میں اپنے پیر کے حکم کے بموجب فلاں درویش کے پاس جا رہا ہوں مجھے راستہ دے دے۔ یہ سنتے ہی شیر نے راستہ دے دیا۔ اور آداب بجا لا کر چلا گیا۔ میں گذر کر

اس درویش کے پاس گیا۔ اور پیغام پہنچایا۔ اس نے قبول کیا کہ آؤں گا۔ میں آداب بجا لاکر واپس حاضر خدمت ہوا۔ تو میرے پیر نے مجھے گلے لگایا۔ اور فرمایا کہ واقعی محبت اور خدمت کا حق یہی تھا۔ جو تو بجا لایا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ تیرے دین اور دنیا دونوں بہتر ہو گئے۔ پس جو نعمت مجھ میں دیکھتے ہو وہ سب اس مرد الٰہی کی عطا کردہ ہے (اسرار الاولیا)

پھر فرمایا کہ سلطان الہند خواجہ معین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے خواب کے کپڑے بیس سال تک سر پہ اٹھائے رہے اور حج کو ہمراہ لے گئے۔ بیس سالہ خدمت کے بعد یہ نعمت پائی جو آج تمام اہل جہاں میں جا بجا تقسیم فرمارہے ہیں۔

پھر فرمایا میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے۔ کہ ایک روز صدق دل سے پیر کامل کی خدمت کرنا۔ ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے (اسرار الاولیا)

ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے وجہ پوچھی آپ نے فرمایا چونکہ تم بیٹھ گئے اب مجھے واجب ہے کہ اٹھ کھڑا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ ہاتھ دھلانے والے کو نہ بیٹھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ خلاف ادب ہے۔

حضرت فریدالدین فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ بطور مسافر بغداد میں وارد ہوا تو دجلہ کے کنارے غار میں ایک بزرگ کو دیکھا جو نہایت باعظمت اور صاحب نعمت تھا۔ لیکن از حد کمزور اس وقت کٹیا کے اندر نماز میں مشغول تھا۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے سلام عرض کیا۔ فرمایا علیک السلام اے فریدا۔ میں حیران رہ گیا۔ کہ اسے میرا نام کون بتا گیا۔ فوراً فرمایا کہ جو تجھے یہاں لایا ہے۔ وہی نام بتا گیا۔ پھر مجھے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ اور کچھ عرصہ اُن کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت دو آدمی دستر خوان لائے۔ اور اس کے پاس کھانا رکھ کر چلے گئے۔ ایک مرتبہ اور بھی چند صوفی آ گئے۔ ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ مگر اس درویش نے خود ہاتھ دھلوائے۔ میں نے عرض کی کہ اتنے آدمیوں کے ہوتے ہوئے آپ نے کیوں

ہاتھ دھلوائے۔ فرمایا یہ قاعدے کی بات ہے۔ کہ مہمانوں کے ہاتھ میز بانوں کو خود دھلوانے چاہئیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود اس قدر سلطنت کے جب کبھی دعوت کرتے یا مجلس جمع کرتے تو کھانا کھلانے کے وقت خود اپنے ہاتھ میں لوٹا لیتے اور طشتری غلام کو پکڑاتے اور خود مہمانوں کے ہاتھ دھلواتے۔ اور خود پانی اس وقت پیتے جب سارے مہمان پی چکتے۔

پھر فرمایا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص آپ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوتا۔ تو خود اس کے ہاتھ دھلواتے۔ اور فرماتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں کی سنت ہے۔

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسرے اصحاب کرام کو کھانے کے لئے بلایا اور خود لوٹا لے کر کھڑے ہو گئے اور سب کے ہاتھ دھلائے۔

پس جہاں تک ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اماموں کی پیروی کرو تاکہ تم کو ان سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

تواضع اور خدمت ہاتھ سے جانے نہیں دینا
خواہ ہو کتنا ہی اونچا مرتبہ حاصل علی تجھکو

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود وسلام ⁂ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ہفتم

مرید کے آداب ملاقات کا بیان

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اللہ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کی رفاقت میں رہا کرو۔ حضرت

جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کو خیال ہوا کہ میں کامل درجہ تک پہنچ گیا ہوں۔ اب مجھے صحبت کی نسبت اکیلا رہنا اچھا ہے۔ پس وہ گوشہ نشین ہوا اور ترک صحبت کی پھر ایک رات کوئی لوگ اونٹ لے کر آئے۔ اور اسکو کہا کہ تجھے بہشت میں لے چلیں۔ وہ اونٹ پر سوار ہوا اور ان کے ساتھ چلا۔ ایک بہت خوشنما جگہ پہنچے۔ وہاں پر ایک خوبصورت گروہ اور عمدہ کھانے اور جاری پانی موجود پایا۔ اسے بہت فرحت حاصل ہوئی پھر ہر روز اسکو وہاں لے جاتے اور صبح تک اسکو وہاں رکھتے۔ پھر خواب میں جاتا جب بیدار ہوتا تو اپنے آپ کو اپنے حجرے پر دیکھتا۔ یہاں تک کہ رعونت بشریت نے اس میں سرایت کر لی اور جوانی کے غرور نے اسکے دل میں اپنی تاثیر ظاہر کی جب اس نے دعویٰ شروع کیا اور کہا کہ مجھ پر ایسی حالت ہوتی ہے۔ لوگوں نے یہ خبر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا دی۔ حضرت جنید اس کے حجرہ کے دروازے پر آئے۔ اسکو دیکھا کہ ہوا نے اسپر زور ڈالا ہوا ہے۔ اور تکبر نے اٹھایا ہوا۔ انہوں نے اُس سے حال پوچھا۔ اس نے حال بیان کیا۔ حضرت جنید نے کہا کہ آج رات کو جب تو اس مقام پر پہنچے تو یاد رکھ تین مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتا ہوگا پھر جب رات ہوئی تو وہ اسکو لے گئے۔ اور یہ دل میں جنید سے منکر ہوا۔ اور ان میں مشغول ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد اُسکو خیال پیدا ہوا کہ تجربے کے لئے اس نے تین مرتبہ لاحول پڑھا۔ تو ان سب نے شور کیا۔ اور بھاگ گئے تو اس نے اپنے آپ کو ایک گندگی کی اروڑی پر بیٹھا ہوا پایا اور کچھ مردار کی ہڈیاں اس کے گرد رکھی ہوئی تھیں۔ تو وہ اپنی خطا پر واقف ہوا اور تنہا رہنے سے توبہ کی اور پھر حضرت کی صحبت میں جا بیٹھا۔ جاننا چاہیئے کہ مرید کے تنہا رہنے کے برابر اور کوئی آفت نہیں۔

دیکھو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے واقع کو کہ انہیں باوجو یکہ قرب قلبی حاصل تھا مگر چونکہ قرب بدنی حاصل نہ کر سکا۔ اس لئے ان لوگوں میں سے ادنےٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچا جن کو قرب بدنی حاصل تھا۔

حضرت اویس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر نہ

ہونا دو وجہ سے تھا۔ ایک وجہ یہ تھی کہ اُن کی والدہ صاحبہ ضعیفہ تھیں جسکی خدمت کرنے والا دوسرا اور کوئی بھی نہ تھا اس وجہ سے اُسکو چھوڑ کر نہ آسکا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ خواجہ اویس میں جذبۂ عشق اس قدر تھا۔ کہ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو اسی وقت تڑپ کر جان دیدیتا۔ ان دو وجہ کی بنا پر حاضر خدمت نہ ہوسکا پس صحبت میں نہ پہنچنے کی وجہ سے جناب اویس کرنی صحابیت کے درجے سے محروم رہا۔ حالانکہ مجاہدۂ نفس و جذبہ عشق و قرب قلبی میں خواجہ اویس اکثر صحابا کرام سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ حضور کی خدمت میں رہنے والوں میں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لے لو حالانکہ یہ ایک خطا کار صحابی ہے۔ مگر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو سفر کیا ہے۔ اس سفر میں گھوڑوں کے پاؤں سے جو گرد و غبار اڑ کر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا ہے وہ گرد و غبار حضرت اویس کرنی سے بہتر ہے۔ کیونکہ ہر وقت صحبت میں رہنے کی وجہ سے اور نزول وحی کے موقع پہ پاس موجود ہونے کی وجہ سے اور دلائل کی روشنی اور تاثیر صحبت سے صحابا کرام کا ایمان شہودی ہوچکا تھا۔ اگر اس وقت خواجہ اویس کرنی کو یہ پتہ چل جاتا کہ صحبت کا یہ مرتبہ ہے۔ تو وہ نہ ماں کی ضعیفی کو دیکھتا۔ اور نہ ہی موت کی پرواہ کرتا۔ کوئی بھی چیز اُس کو روک نہ سکتی۔ وہ حاضر خدمت ضرور ہوتا (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی)

حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے پاس بہت سے درویش آکر مرید ہوئے لیکن جب چلے گئے تو ان کی محبت ویسی نہ رہی مگر مولانا نظام الدین بدایونی جب سے میرے مرید ہوئے ہیں اُن کے مزاج و نیت میں کبھی تغیر نہیں آیا۔ اُن کی محبت انشا اللہ تعالے ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگی۔ اُسی وقت نظام الدین بدایونی یہ بات سنکر اٹھے اور آداب بجا لائے۔ اسی روز حضرت نے ان کو اپنا خرقہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ میرے مریدوں میں سے مولنا نظام الدین عالمگیر ہیں اور ان کے مرید آخر تک رہیں گے اور تمام جہان میں پھیل جائیں گے۔

حضرت ابوالبرکات سیّدامام علی شاہ مکان شریف والے فرماتے ہیں کہ پیر کامل کی صحبت میں جب مرید متوجہ ہو تو جو فیض اور انوار خدا تعالےٰ کی طرف سے پیر پر نازل ہوتے ہیں مرید پر بھی وہی انوار چمکتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ مرید کے لئے پیر کی صحبت اور حضوری تریاق اکسیر ہے۔ ایک ساعت شیخ کامل کی صحبت میں حاضر رہنا ہزار سال کی خلوت اور عزلت سے بہتر ہے۔ کیونکہ مرید کو باری تعالےٰ جل جلالہٗ کی درگاہ سے براہِ راست اس لئے فیض حاصل نہیں ہوتا کہ مرید میں اربعہ عناصر اور شہوات نفسانی مانع ہوتے ہیں۔ اور پیران منازل سے گزر کر واصل حق ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے وسیلے سے فیضیاب ہونا یقینی ہوتا ہے۔ اس لئے پیر کی ہر دو طرف نسبت ہوتی ہے۔ پس مرید کو چاہیئے کہ اپنے پیر کے ارشاد کی تعمیل کو دین و دنیا کی بہتری کا سبق جانے۔

اگر حضوری میں ہو تو نسبت سے فیض یاب ہونا غنیمت جانے۔ اور اگر صحبت سے دور ہو تو ارشاد کی تعمیل میں کوشش کرے۔ یعنی ذکر و مراقبہ کی حالت میں تصوّر کے طریقے سے صحبت حاصل کرے۔

اگر کسی کو پیر کامل مِل جائے کہ مرید اُس کی تاثیر اپنے میں دیکھے تو اسپر واجب ہے کہ اپنے پیر کی صحبت کو غنیمت سمجھے اور اس کے عشق اور محبت کو اپنے دل میں خوب جمائے اور جناب الٰہی میں ان کی محبت اپنے دل میں محکم ہونے کی دعا کرتا رہے اور اُس کا دامن نہ چھوڑے جیسا کہ میدان کربلا میں صادق مریدوں نے اپنے امام کے پیچھے جانیں دے دیں مگر اپنے پیر کا دامن چھوڑ کر نہ بھاگے۔

پیر کے حکم پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ اور ہمیشہ اُن کی خوشنودی چاہتا رہے اور احتیاط رکھے کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جائے کہ جس سے وہ ناراض ہوں کیونکہ ان کی رضا رضائے حق تعالےٰ کا موجب ہے۔ اور ترقیات کا باعث ہے۔ اور ناخوشی فیض و فتوحات کا دروازہ بند ہو جانے کا موجب ہے۔

پیر کو دوسرے تیسرے روز ملنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص دور کے رہنے والا ہو تو اُسکو چاہیئے کہ مہینے کے بعد ضرور ملے۔

ملنے والا کبھی مراد سے خالی نہیں رہ سکتا۔ اور جو ملے ہی نہیں اُس کو فیوضُ برکات کیسے حاصل ہوں۔

نہ ملنے والا تو صرف نام کا ہی مرید ہے۔ اس کے لینا کیا ہے۔ اور پیر نے اُسکو دینا کیا ہے جس نے جان بوجھ کر بلا عذر ملنا چھوڑ دیا ہو وہ شخص خود ہی سوچ لے کہ اب ہر قدم محرومی اور دوری کی طرف ہی جاتا ہے۔

پیر کی صحبت سے نکلنے والے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ریوڑ سے جدا ہونے والی بکری ہے کہ وہ بھیڑیئے کا شکار رہے۔ اسی طرح پیر سے جدا ہونے والا شیطان کا شکار رہے جس وقت کسی کا دل بیمار ہو جاتا ہے۔ اور وہ پیر کے پاس پہنچنے میں سستی کرتا ہے تو یہ بیماری زیادہ ہو کر بہت نقصان دیتی ہے۔

جب کبھی دل میلا ہو تو فوراً اپنے پیر کی خدمت میں پہنچ جانا چاہئے اُن کے پاس پہنچنا شفا بخشتا ہے۔

حضرت داتا صاحب نے لوگوں کے ارادوں اور نیتوں پر جو صوفیاء کے پاس آمدورفت رکھتے ہیں اور انکی صحبت اختیار کرتے ہیں اس طرح روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں کہ چار قسم کے لوگ صوفیوں کے پاس آتے ہیں۔

(۱) وہ جو باطن کی صفائی دل کی روشنی۔ طبیعت کی پاکیزگی اور مزاج کے اعتدال پر آنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

(۲) وہ جو بدن کی بہتری دل کے سکون شریعت کی پابندی اور آداب اسلام کے خواہاں ہوتے ہیں۔

(۳) وہ جو بڑوں کے ساتھ عزت سے چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے قریبیوں کے ساتھ خوشی سے پیش آنے کے آرزومند ہیں اور کوشش اور محنت سے رزق حلال حاصل کرنا اور اپنے آپ کو نیکوں کے گروہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) وہ لوگ ہیں جو نفس کی خود رائی اور طبیعت کی سستی کو دور کرنے کے بغیر بزرگوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اور علم کی خصوصیات اور دیگر اوعلاف کے ناپید

ہونے کے باوجود صدر نشینی کا ارادہ رکھتے ہیں اور نفس کی خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے صوفیاء اور فقیروں کے ارد گرد منڈلاتے رہتے ہیں ..

ایک ضروری ہدایت

جب کسی بزرگ کے دربار جائے تو چاہئے کہ کوئی چیز نذرانہ پیش کرنے کے لئے لے کر جایا کرے اگر اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تو ہتوانیوں کے واسطے مٹی کے ڈھیلے ہی لے جائے کہ دربار کے خادموں کے کام آ جائیں - اور یہ ثواب میں داخل ہو جائے کیونکہ خالی ہاتھ جانا بے قدروں کا کام ہے - اس قول سے کوئی بے راہ یہ خیال نہ کرے کہ پیروں کو اسباب کی حاجت ہوتی ہے کہ کوئی کچھ لائے - یہ بات بالکل نہیں - بلکہ جس پیر کو یہ خیال ہو کہ کوئی کچھ لائے وہ پیر نہیں وہ کوئی محتاج ہے - جس کا دل دنیا کی کسی چیز کا محتاج ہوتا ہے وہ پیر نہیں ہے -

بلکہ یہ تو ایک سنّت طریقہ چلا آتا ہے - کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیہ میں اصحاب کرام نئی بہار کا پھل قرضہ اٹھا اٹھا کر بھی لاتے رہے ہیں حالانکہ قرضہ سے بچنا بڑی لازمی چیز ہے -

نیز اس گروہ کے حاسدوں کے انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان بزرگواروں کے ہاں کمال متابعت کی وجہ سے بہت سے خرچ ہوا کرتے ہیں - اور ان اخراجات کے واسطے کئی دفعہ مال جمع ہوتا ہے - اور اس جمع کرنے میں خلوص والے دوست تو اپنی خوشی سے حصہ لیتے ہیں - کسی پر کوئی جبر و کراہت تو ہوتا ہی نہیں - مگر حاسدوں کے نصیب میں صرف جلنے کی بیماری ہے ان بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اللہ تعالےٰ نے جس مرد کو منصب ارشاد کے لئے مقرر کر دیا ہے اس کے پاس غریب و امیر ہر طرح کا لشکر آئے گا بھوکے پیاسے - ننگے تھکے ماندے آتے ہیں - گرمی سردی موسم کے لحاظ سے چائے پانی بستر کھانے وغیرہ کا بندوبست ضروری ہے اور بعض ایسی خصوصی حالت کے طالبانِ حقیقت آتے ہیں کہ ان کی ضرورتوں کو خود بخود خیال کر کے پورا کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ فارغ البال ہو کر اپنے کام میں مصروف رہیں ان ضرورتوں کے واسطے جو مال اکٹھا کرتے اور خرچ

کرتے ہیں۔ دراصل یہ بھی دنیا کے لوگوں ہی کی بہتری کے واسطے ہوتا ہے۔

جیسا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد اور درس گاہ بنانا شروع کی تو تو عمارت بنانے کے لئے لوگوں سے چندہ اکٹھا کرتے تھے جب کبھی کچھ روپیہ جمع ہو جاتا تو عمارت شروع کر دیتے اور جب روپیہ ختم ہو جاتا تو عمارت روک دیتے ایک روز ایک کیمیاگر آیا اس نے جو یہ حال دیکھا تو وہ بہت سارا سونا بنا کر لایا اور کہا یہ لو سونا یہ اس عمارت کے لئے کافی ہوگا۔ اگر کچھ کام رہ گیا تو میں پھر آؤں گا اور رکھ اور دے جاؤں گا۔ اب آپ کسی سے چندہ نہ لینا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ اس سونے کو کسی طاق میں رکھ جاؤ۔ کیمیاگر وہ سونا طاق میں رکھ کر چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد کیمیاگر آیا تو یہاں پھر چندہ اکٹھا ہو رہا تھا اس وقت کیمیاگر کے دل میں خیال آیا کہ اتنا سونا یہ آپ ہضم کر گئے ہوں گے اور اب پھر چندہ جمع کر رہے ہیں۔ کہنے لگا حضرت کیا بات ہے کہ پھر چندہ اکٹھا ہو رہا ہے۔ جو میں اتنا سونا دے گیا تھا وہ کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا جہاں رکھا تھا اُسی جگہ دیکھو۔ اُس نے دیکھا تو سونا اُسی جگہ پڑا تھا۔ جہاں کہ رکھ کر گیا تھا۔ اب وہ کہنے لگا آپ نے میرے سونے کی پرواہ کیوں نہیں کی۔ تو میاں صاحب اُسکو ایک کھیت میں لے گئے اور فرمایا کہ اسکی طرف دیکھ۔ جب اس نے دیکھا تو وہ تمام کھیت اور اُس میں بڑے بڑے ڈھیلے یہ سب سونا ہی سونا پڑا ہوا تھا۔ کیمیاگر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں سے جتنا چاہے اٹھا کرلے جا۔ اب وہ کیمیاگر شرمندہ سا ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ سرکار مجھے یہ راز سمجھا دیجئے۔

آپ نے فرمایا یہ عمارت شروع کر کے لوگوں سے چندہ اکٹھا کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ ان تھوڑے سے پیسوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا عاقبت کے واسطے کچھ سامان بن جائے۔ ورنہ ہم اپنے پاس سے صرف اکیلے بنوا سکتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے دیکھ لیا کہ یہ خداداد خزانے ہم اپنے پاس رکھتے ہیں ؎

صد سالہ عبادت سے علی وہ ساعت بہتر ہے ٭ کسی اللہ والے کی جو صحبت میں گذر جاوے

پنجتن پاک بھیج اے اللہ درود و سلام ٭ صحابہ کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل ہشتم

مُرشدوں کے آداب کے بیان میں

کاملوں کو بھی طلب مزید لازم ہے۔ کیونکہ جس درجہ پر بھی کوئی پہنچا ہے اُسی جگہ بس نہیں بلکہ اس سے آگے بھی درجے ہیں۔ یہ معاملہ تو پرے سے پرے ہے۔ ؎

ہوئی مدت سفر کرتے مقام یار پھر بھی دُور
وہ منظوری کرے یا نہ علیؔ ہمت نہ ہارنا

خداوند تعالےٰ کا قرب طلب کرنے میں قناعت کسی صورت میں نہیں چاہئے بلکہ جناب الٰہی سے التجا کرے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التجا کیا کرتے تھے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی اے میرے پروردگار میرا علم بڑھادے۔ چاہئے کہ مجاہدے میں سُستی اور کوتاہی نہ کرے جبتک جان باقی ہے مجاہدہ بھی باقی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ یعنی اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ یقین کو پہنچ جاؤ۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر قیام کرتے۔ کہ آپ کے پاؤں میں ورم آجاتا لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ خدا نے آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے آپ کیوں اس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ کیا میں پورا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

مسئلہ۔ اگر کوئی کامل کسی دوسرے کو اپنے سے زیادہ کامل دیکھے۔ تو اس کو اس سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔ بلکہ اگر اپنے سے کم درجہ والے میں بھی کوئی خصوصیت یا خوبی دیکھے۔ تو چاہئے کہ وہ بھی طلب کرے۔ جیسے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے طلب کی۔ اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو ہر نماز میں پڑھنے کے لئے یہ درود شریف سکھایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ ۔ الخ

یعنی اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر رحمتیں و برکتیں بھیج جس طرح کہ ابراھیم اور ان کی آل پر بھیجی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعین کا مبدءِ خاص محبوبیت ہے۔ اور حضرت ابراہیم کی تعین کا مبدءُ خلّت ہے جو کہ تعین محمدی کے پائے کا ایک زینہ ہے۔ ولایت محمدی والے کو ولایت ابراہیمی ضروری ہے۔ گو کہ خلّت محبوبیت کے پائے کا ایک زینہ ہے۔ مگر رب العالمین نے چاہا کہ مقامِ خلّت کی بزرگی بھی پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو جائے تاکہ وہ منصبِ عالی بھی اس سرورِ محبوباں کے زیرنگیں ہو جائے۔ فان العبد وما فی یدہٖ ملک المولاہ یعنی غلام خود اور اس کے ہاتھ کا سارا مال اس کے مالک کی ملک ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن فحیث وجدھا فھو احق بھا یعنی کلمہ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں وہ اسکو ملے یہ اسکو حاصل کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔

مسئلہ۔ جو شخص ولایت اور ارشاد کا جھوٹا دعوےٰ۔ طلب جاہ اور مال کے لئے کرتا ہے وہ مسیلمہ کذاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے۔

مسئلہ۔ اولیاء کاملین جو ارشاد اور تکمیل کی قدرت رکھتے ہوں ان کو چاہئے کہ لوگوں کو اپنی طرف توجہ دلائیں تاکہ لوگ ان سے فیض حاصل کریں۔ اور خود لوگوں کی طعن اور انکار کی پرواہ نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ لایزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم یعنی میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت خدا کے کام یعنی لوگوں کی ہدایت اور ترویج دین پر کمربستہ رہیگی۔ اور ان کی مدد نہ کرنے والا انکو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ وہ شخص جو ان کی مخالفت کرے گا نقصان پہنچا سکے گا۔ لوگوں کو حق کی طرف بلانا انبیاء کی سنت ہے۔ اولیاء کرام انبیاء کی نیابت سے

یہ کام کرتے ہیں۔ لہذا اس منصب اعلیٰ کو بیوقوف لوگوں کے انکار پر ترک نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝ یعنی اگر تجھ کو جھٹلاتے ہیں تو کچھ غم نہ کر۔ لوگوں نے تجھ سے پہلے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا ہے۔ حالانکہ انہوں نے معجزات اور صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتاب وغیرہ نبوت کی شہادت میں پیش کئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔ کہ بیشک اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان اور اہل زمین یہانتک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی پانی میں لوگوں کو نیکی کا سبق دینے والے پر درود بھیجتے ہیں۔

مسئلہ۔ اولیاء کرام اللہ تعالےٰ کے اس انعام کو جوان پر ہوا ہو۔ اور اس درجہ مرتبہ قرب الٰہی کو جو اللہ تعالےٰ نے اُن کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہو اگر ظاہر کریں تو جائز ہے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین کے قصائد اور حضرت مجدد الف ثانی صاحب کے مکتوبات اور شیخ اکبر کی تصنیفات ایسے بیانات سے پُر ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرو۔ اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ان الحدیث بالنعمۃ شکر۔ یعنی خدا کی دی ہوئی نعمت کا ذکر کرنا بھی شکر میں شامل ہے۔

دیلمی نے فردوس میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے ممبر پر چڑھ کر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَيَّرَنِيْ لَيْسَ فَوْقِيْ اَحَدٌ یعنی تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو یہ رتبہ بخشا ہے کہ کوئی اس وقت مجھ سے اوپر نہیں ہے۔ جب پھر لوگوں نے آپ سے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے یہ کلام شکر نعمت کے طور پر کی ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نفس کی پاکیزگی پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے جیساکہ ارشاد فرمایا ہے لَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ یعنی اپنے نفسوں کی پاکیزگی

کو بیان نہ کیا کرو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پاکیزگی نفس اور اظہار نعمت بظاہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ مگر فی الحقیقت ان میں بڑا فرق ہے۔ اگر کمالات کو اپنے نفس سے منسوب کرے تو تکبر ہے۔ اور یہ مذموم ہے۔ اور اگر ان خوبیوں سے متصف ہونا خدا تعالےٰ کی عنایت اور قدرت پر موقوف سمجھ کر بیان کیا جائے تو اس کو اظہار نعمت کہتے ہیں۔ یہ معنی ہر چند کہ عوام کی نظروں میں ملتا جلتا ہو۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی دانست میں ملتا جلتا نہیں۔ واللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ یعنی اللہ تعالےٰ فسادی اور مصلح کو علٰحدہ علٰحدہ جانتا ہے۔ اولیاء اللہ جو نفس کے بُرے خصائل سے پاک ہوتے ہیں۔ ان سے اظہار نعمت ہی ہوتا ہے۔ اگر یہ امر متقی مرد سے ظاہر ہو تو اس پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حسن ظن کا حکم آیا ہے۔

لیکن مرید کو چاہیئے کہ نفس کے مکر سے مطمئن نہ رہے۔ اور اپنے کمالات کو خیال میں نہ لائے۔ بلکہ اپنے نفس کو ہمیشہ تہمت لگاتا رہے۔ جب درجہ تکمیل کو پہنچ جائے تو پھر رخصت ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ پیر کو چاہیئے کہ مرید کو پہلے پہل ہی بہت کچھ نہ بتائے کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

جیسا کہ اگر بچے کو کہے کہ مدرسہ جاؤ تاکہ تجھے ریاست کا درجہ حاصل ہو۔ حالانکہ اسے پتہ نہیں کہ ریاست چیز کیا ہے۔ البتہ یہ کہنا چاہیئے کہ تو پڑھ کر آئے گا تو تجھے گیند اور بلا دیا جائے گا۔ یا تجھے چڑیا دی جائے گی۔ تاکہ تو اس سے کھیلے۔ تو بچہ اس لالچ میں مدرسہ میں چلا جائے گا۔ جب بڑا ہو تو اس کو عمدہ لباس اور زینت کی ترغیب دے تاکہ وہ کھیل سے دست کش ہو۔ جب اور بڑا ہو تو اسے ریاست کا وعدہ دے۔ جب اور بڑا ہو تو ریاست کی مذمت کی جائے کہ یہ موت کے بعد تباہ ہو جاتی ہے۔ پھر اسکو دائمی بادشاہی کی طرف دعوت کرے۔

کیونکہ مرید ابتدائے کار میں اخلاص پر قادر نہیں ہوتا۔ تو سابقین رحمہم اللہ نے اس طریقے سے کام کیا ہے کہ پہلے مرید کو حکم دیتے تھے کہ مجاہدہ کرے۔ تاکہ لوگ اسے

اچھی نظر سے دیکھیں اور یہ ریا کی آرزو ہیں شکم و مال کی حرص کو توڑ دے۔ جب اس سے فارغ ہوتا ہے تو اس میں رعونت پیدا ہو جاتی۔ پھر اس کی رعونت کو توڑنے کے لئے حکم دیتے۔ کہ بازار میں گدائی کرے۔ جب اسکو اس میں قبولیت پیدا ہوتی۔ تو اس سے منع کرکے پاخانہ وغیرہ کی جنس کے کاموں میں لگاتے۔ ایسا ہی اس میں جو صفت پیدا ہوتی۔ تو اس کا علاج بتدریج بتاتے۔ ایک بار ہی مائل نہ کرتے تھے۔ کہ اسکی طاقت نہ لا سکے گا۔ (کیمیائے سعادت)

میری طرف سے خلفاء کو یہ چند ہدایات ہیں

سَلَّمَکُمُ اللہُ وَ اَبْقَاکُمْ۔ حق تعالےٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ مندرجہ ذیل بیان کو اپنا معمول بنانا چاہیئے:۔

شیخ کو چاہیئے کہ طریقہ کے بیان کرنے میں پوری دلچسپی لے۔ مریدوں پر مہربان رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے۔ دشوار ہے اسپر تمہارا رنج میں پڑنا۔ وہ دلدادہ ہے تمہاری ہدایت کا۔ ایمان والوں پر کمال مہربان ہے۔

شیخ کو چاہیئے کہ ترش رو نہ ہو۔ مریدوں سے شفقت کرے۔ درشتی اور سخت گوئی نہ کرے۔ اگر اُن کو اپنے بارہ میں قصور وار پائے تو معاف کر دے۔ کیونکہ رسول اللہ کا یہی دستور تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا۔ یعنی چاہیئے کہ معاف کرے اور ان کے قصوروں سے درگذر کرے اور فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ یعنی خدا کی رحمت کے سبب سے تو اُن پر نرم دل ہے۔ اور اگر تو ان کے لئے ترش رو اور

سخت دل ہوتا۔ تو وہ تیرے گرد سے ضرور تتر بتر ہو جاتے۔ پس معاف کرو ان کی تقصیرات اور خدا سے مغفرت طلب کرو اور کام میں ان سے مشورہ لیا کرو۔

شیخ کو مریدوں سے مالی یا بدنی منفعت کی توقع نہ رکھنی چاہیئے ارشاد ہے قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ یعنی کہہ دو اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے اپنی محنت اور احسانات کا کوئی صِلہ یا اجرت نہیں مانگتا تحقیق میری اُجرت یا صلہ تو محض اللہ تعالےٰ پر ہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت کی ایذا پر صبر کرتے اور فرماتے تھے رحم اللہ تعالےٰ اخی موسیٰ لَقَدْ اُوْذِیَ اَکْثَرَ مِنْ ھٰذَا فَصَبَرَ یعنی اللہ تعالےٰ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر۔ کہ ان کو اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی تھی جس پر انہوں نے صبر کیا۔

مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص اپنے آپ کو میرے مرشد کے مریدوں میں سے بیان کرتا تھا۔ ایک دن اس شخص نے بدبختی میں آکر میرے پیر کے سامنے سخت بے ادبی کے ساتھ برا بھلا کہا۔ جس کے جواب میں حضرت نے کچھ نہ فرمایا۔ پھر ایک روز وہ شخص حاضر ہوا تاکہ آنجناب سے توجہ اور استفادہ حاصل کرے۔ تو میں نے چاہا کہ اس کو سزا دوں۔ مگر حضرت نے مجھ کو منع فرما دیا۔ اور اس شخص پر اس طرح متوجہ ہوئے جس طرح کہ دوسرے مخلصوں پر توجہ فرمائی تو میں اس بات سے بہت دل تنگ ہوا۔ اور اسکو تمام مخلصوں کے برابر سمجھنے کی بابت حضرت کی خدمت میں ملتمس ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مرزا صاحب اگر میں اُسکو سرزنش اور ملامت کرتا۔ اور توجہ نہ دیتا۔ تو مجھ سے اللہ تعالےٰ پوچھتا کہ میں نے تیرے سینے میں ایک نور امانت رکھا تھا۔ اور میرے بندوں میں سے ایک اس نور کو طلب کرنے آیا۔ تو نے اس کو کیوں محروم رکھا۔ تو کیا میں اس وقت یہ جواب دوں گا۔ کہ الہی اس بندے نے مجھ کو گالی دی تھی اسلئے

میں نے اسکو محروم رکھا تھا۔ تو کیا! میرا یہ جواب مقبول ہوگا۔

پھر کچھ مدت تک میں تنگدلی کے ساتھ خاموش رہا۔ تو ایک روز آنجناب نے فرمایا کہ اے بچے اگرچہ میں نے اسکو مخلصوں کی طرح توجہ دی ہے۔ مگر حق تعالےٰ کب منافق کو مخلصوں کے برابر جانتا ہے۔ واللہ یعلم المفسدین من المصلح۔ کام کی حقیقت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ فیض صرف مخلص اور مؤدب دوستوں کو پہنچتا ہے۔ اس قصہ کی مثال ابن اُبی منافق کی سی ہے۔ یعنی عبداللہ ابن اُبیّ بن سلول منافق جو کہ حضور کا بے ادب تھا۔ اس کے جنازہ کے لئے اس کے بیٹے نے جو کہ مومن مخلص تھا۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں التجا کی کہ آپ میرے باپ کی نماز جنازہ پڑھیں۔ اور اس کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ کہ یہ وہ شخص ہے جس نے فلاں روز یہ کیا فلاں روز ایسا کیا۔ حضور اسکی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ کیونکہ حق تعالےٰ کا فرمان ہے اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ یعنی اگر تو اے محبوب منافقوں کے لئے ستّر بار بھی مغفرت طلب کرے تو پھر بھی اللہ تعالےٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔

تو حضور نے فرمایا کہ میں ستّر بار سے زیادہ مرتبہ بخشش طلب کروں گا۔ آخر الامر حضور نے اُسکی نماز جنازہ پڑھی مگر اس منافق کے حق میں اللہ تعالےٰ نے استغفار قبول نہ کی۔ اور جبریل علیہ السلام حکم لائے۔ کہ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ یعنی منافقوں میں سے کسی کے لئے کبھی نماز جنازہ نہ پڑھو اور اُس کی قبر پر مت کھڑا ہونا۔ اور پھر ایک آیت اور نازل فرمائی اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ یعنی منافقین کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو حق تعالےٰ انکو نہیں بخشے گا۔

مسئلہ۔ مسند نشین پیر کو چاہئے کہ باوقار رہے۔ اور زیادہ میل جول کی راہ نہ نکالے۔ کہ اگر اُس کی شوکت وعظمت مرید کی نظر میں کم ہوگئی۔ تو مرید پر فیض کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

مسئلہ۔ بعض مریدوں کو بعض پر ترجیح نہ دی جائے مگر جسے حق تعالیٰ کی طلب زیادہ ہو اُسکو دل میں بہتر جانے۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوا۔ یَا دَاوٗدُ اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا۔ یعنی اے داؤد جب تجھے میرا طالب ملے۔ تو اس کا خادم ہو جا۔

مسئلہ۔ صاحب ارشاد کو چاہیے کہ کوئی حرکت ایسی نہ کرے جو خلق اللہ کی بے اعتقادی کا باعث ہو۔ جیسا کہ فرقہ ملامتیہ نے اسکو جائز سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ منصب ارشاد میں سراسر خلل انداز ہے۔ اسی لئے صوفیائے کاملین نے فرمایا ہے۔ کہ رِیَاءُ الْکَامِلِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِیْنَ یعنی کاملوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔

ارشاد کا منصب ایک بہت بڑا منصب ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ یعنی ہم نے تجھ کو بھیجا ہے اے محبوب کہ تو امت کے اعمال پر شاہد ہو۔ اور نیکو کاروں کو خوشخبری دے اور بدکاروں کو عذاب دوزخ سے ڈرائے۔ اور خدا کے اذن سے اس کی طرف راہ دکھائے۔ اور تو روشن کرنے والا چراغ ہے۔

ارشاد کا ثواب تمام عبادتوں سے زیادہ ہے۔ دارمی نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو آدمیوں کے حال کی بابت دریافت کیا۔ جو کہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ ایک علم والا تھا وہ عبادت بھی کرتا تھا اور ساتھ ساتھ اوروں کو بھی یاد حق میں لگاتا تھا اور دوسرا عبادت میں اس سے بڑھ چڑھ کر تھا لیکن اس سے کسی دوسرے کو فائدہ نہیں ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس دوسروں کو فائدہ پہنچانے والے عابد کی فوقیت اس دوسرے عابد پر ایسی ہے۔ جیسا کہ میری فوقیت ایک ادنیٰ مسلمان پر۔

مسئلہ: شیخ کو چاہئے کہ مریدوں کو سنت کی پیروی کی بہت تاکید فرمائے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّ الْقَوْلَ لَا یُقْبَلُ مَالَمْ یُعْمَلْ بِہٖ وَکِلَاهُمَا لَا یُقْبَلُوْنَ بِدُوْنِ النِّیَّۃِ وَالْقَوْلُ وَالْعَمَلُ وَالنِّیَّۃُ لَا یُقْبَلُ مَالَمْ تُوَافِقِ السُّنَّۃِ یعنی زبانی بات مقبول نہیں ہوتی بغیر عمل کے اور یہ دونوں مقبول نہیں بغیر نیت کے اور یہ تینوں مقبول نہیں ہوتے جب تک کہ میری سنت کے موافق نہ ہوں ؎

علیؔ اعمال اور نیت کی صحت بہت لازم ہے
لیکن پیروی سنت پیغمبر سب سے اعظم ہے
پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود و سلام + صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل نہم

بزرگوں کی صحبت اور کلام کے بیان میں

عند الذکر الصالحین تتنزل الرحمۃ۔ یعنی اچھے لوگوں کا ذکر کرتے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ کا ارشاد ہے کہ مشائخ کے دیدار کو غنیمت جانو اگر مرشدوں کا دیدار جاتا ہے تو سمجھ لو کہ پھر اسے پا نہیں سکتے۔ پس جو شخص درویشوں کو ڈھونڈے اور پائے تو سمجھ لو کہ اس نے نور پا لیا۔ اگر نہیں پایا تو قبولیت کو پالیا۔ اور اگر طلب میں مرگیا تو شفاعت پائی۔

شیخ عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ قرآن اور حدیث سے اتر کر کوئی بات مشائخ کی باتوں سے بڑھ کر نہیں کیونکہ ان کی باتیں کام اور حال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ نہ کہ حفظ اور قال کا۔ عیاں سے ہے نہ کہ بیان سے۔ اسرار سے ہے نہ کہ تکرار سے۔ علم لدنی سے

ہے۔ نہ کہ علم کسبی سے۔ یہ ادبنی یہی کے علم سے اور یہ انبیاء علیہم السلام کا ورثہ ہے۔

بوعلی دقاق سے لوگوں نے پوچھا کہ مشائخ کرام کے احوال کو ہم پڑھتے تو ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس سے کچھ فائدہ ہوگا یا نہ۔ جواب دیا کہ فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اوّل یہ کہ ان کی باتیں طالبوں کو قوی بناتی ہیں اور انکی طلب کو زیادہ کرتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر ان میں تکبر اور خودپسندی ہو۔ تو وہ بھی زائل ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس راہ سے اُن کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ جس سے وہ صاحب مقامات گزر کر عارف ہوا ہے۔ پھر وہ اِن سب کا اپنے اور ان کے احوال اور علوم سے موازنہ کرے اگر موافق پائے تو شکر کرے۔ نہیں تو استغفار نصیب میں ہو جائے گا۔ علےٰ ہذا لقیاس بہت سے فوائد ہیں۔

مکتوبات منیری میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ جب وہ زمانہ آجائے کہ ہم اپنے مرشدوں کو نہ دیکھ سکیں ۔ تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اُس بزرگ نے جواب دیا کہ ہر روز ان کا کلام پڑھا کرو کیونکہ جب آفتاب نہ ہے تو چراغ سے روشنی لینی پڑتی ہے۔ کہتے ہیں کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے۔ جو اُن کی قلم سے دیکھتے ہیں گویا وہ ان کی زبان سے سنتے ہیں گویا ان کے دل سے بحرہ یاب ہوتے ہیں۔ پس قلم کا فرمان بالکل زبان کا فرمان ہے۔ اور زبان کا فرمان دل کا فرمان ہے۔ اُن کا دل چونکہ حق تعالےٰ سے سنتا ہے۔ پس ان کے دل کا فرمان فرمانِ حق ہے۔

اے طالبانِ صادق رغبت کرو۔ عاقل وہ ہے۔ جو اگر سب حاصل نہ کر سکے تو بالکل بھی نہ چھوڑ دے تاکہ بعض کو تو حاصل کر سکے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جہاں کہیں مشائخ کی صورت دیکھو حتی الوسع انکی خدمت بجالاؤ اُن کو خوش نگاہ سے دیکھو کیونکہ تمہاری خوش اعتقادی ہی تمہیں مشائخ کی سیرت کو پہنچا دیگی۔

شیخ علی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تو مدعی دیکھے تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑے ۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس خیال کو دل سے نکال دے کہ اب اُن کاملوں میں سے کوئی بھی نہیں ۔ اگر اور نہ بھیجے جائیں تو میدان خالی رہ جائے گا ۔ یعنی محققوں کے چلے جانے سے یہ بات سمجھ کر غم نہ کھا کہ اب جہان خالی رہے گا ۔ کیونکہ طالبان صادق کی تربیت کے واسطے ارشاد کے میدان میں اب کوئی اور مرد آ جلوہ گر ہوگا ۔

پس مناسب ہے کہ زمانے کے مشائخ کی صورتوں سے غافل نہ ہو کیونکہ اس غفلت کے زیادہ ہونے سے طلب کی پیاس جاتی رہتی ہے اور محقق کی دریافت سے محروم رہ جاتا ہے شیخ عبداللہ انصاری نے انتقال فرماتے وقت یہ وصیت کی کہ اوّل تو پیروں کی باتیں سنو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم ان کے نام ضرور یاد رکھو ۔ تاکہ اسی سے بہرا یاب ہو اور یہی باعثِ بخشش ہو جائے ۔ اور فرمایا کہ مرید کی سب سے اچھی نسبت تو یہ ہے کہ اس نے پیروں کو دیکھا ہو ۔ اور کمال محبت سے ان کی صحبت میں رہ چکا ہو ۔ اس سبب سے ایسی باتیں حاصل ہونگی جو اور کسی طرح بھی نصیب نہ ہو سکیں گی ۔ جس نے زیادہ مشائخ کو دیکھا ہوگا اس میں برکتیں بھی زیادہ ہونگی ۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ علی پندار اور عبداللہ حقیقی اکٹھے روانہ ہوئے تو عبداللہ نے کہا کہ علی تو آگے آگے چل پوچھا کیوں ! جواب دیا کہ تو نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوا ہے ۔ اور میں نے نہیں دیکھا ۔

جب اللہ تعالےٰ اپنے کسی دوست کو تجھے دکھائے اور تو اُسے قبول نہ کرے تو سمجھ لے کہ تو ہر بد سے بدتر ہے ۔ کہ اس کو حقیر جاننا محرومی اور حجاب ہے ۔

روایت ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی نے فرمایا ہے ۔ کہ جس نے مجھے دیکھا وہ جلایا نہیں جائے گا ۔

بایزید کے اِس سخن کو جب سلطان محمود غزنوی نے سُنا تو کہا یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی ۔ کیا ! ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا ۔ پھر اُسے کیوں جلایا جا رہا ہے ۔

تو ایک درویش نے کہا کہ اے امیر! ابو جہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کا بھتیجہ خیال کر کے دیکھتا تھا۔ نا کہ رسول اللہ۔ اگر رسول خدا سمجھ کر دیکھتا تو وہ کبھی نہ جلایا جاتا۔ بے شک جس کسی نے بایزید بسطامی کو اللہ کا ولی سمجھ کر دیکھا وہ کبھی نہ جلایا جائے گا۔

شیخ عبداللہ انصاری نے عرض کی کہ اے پروردگار یہ کیا معاملہ ہے کہ جو شخص تیرے دوستوں کو ڈھونڈتا ہے۔ وہ تجھ کو پا لیتا ہے۔ اور جب تک تجھ کو نہیں پا لیتا۔ تیرے دوستوں کی شناخت نہیں کر سکتا۔

عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے۔ کہ اے اللہ یہ کیا حکمت ہے کہ جس کو اپنا قرب عطا فرمانا چاہتا ہے اسکو ہماری محبت عطا فرما دیتا ہے۔ تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جس کو تو مردود کرنا چاہتا ہے اُسکو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

نفحات الانس میں لکھا ہے کہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ مرید ہونے سے پہلے میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں اور بہت سے صوفی حلقہ باندھے ہوئے مودب بیٹھے ہیں۔ جب حضور نے اوپر کی طرف دیکھا تو آسمان کا دروازہ کھلا اور فرشتوں نے تھال اور لوٹا لے کر ہر ایک کے ہاتھ دھلوائے۔ جب میری باری آئی تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ان میں سے نہیں ہے کیونکہ اسکی کہیں بیعت نہیں تو میں نے حضور سے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں لیکن ان سے محبت رکھنے والا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔ پھر فرشتے نے لوٹا واپس لا کر میرے ہاتھ دھلوائے اور حضور نے میری طرف دیکھ کر تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ تو ہم سے اور ہمارے دوستوں سے محبت رکھتا ہے جو جن سے محبت رکھتا ہے وہ انہی میں کا ہو جاتا ہے۔ حضرت مجدد

الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کے حالات نبیوں کے معجزات کے قائم مقام ہیں۔ جس طرح پیغمبری معجزے دین کو رواج اور تقویت دینے کے لئے تھے اسی طرح اولیاء اللہ کے واقعات اسی مقصد کے لئے ہیں۔ اولیاء کا احوال اور خوارق کے اظہار سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنے مرتبہ مل جانے کو ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو باوجود اس قدرت کے احوال کو چھپانا چاہتے ہیں۔ مگر بعض امور کے اظہار کے لئے انہیں حکم ہوتا ہے۔ جو کہ طالبوں کی ترغیب کے لئے ہوتے ہیں۔ بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُن سے بے اختیار کچھ کہلوایا جاتا ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کی حکائتیں ایک لشکر الٰہی ہے۔ جس سے دلوں کو فتوح الٰھی حاصل ہوتی ہے۔ سے چونکہ یار ہمیشہ پیش نظر نہیں رہتا اس لئے بہتر ہے کہ کوئی اُسکی یادگار رہو۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰھی تیرا شکر ہے کہ پیروں کی حکایتیں مریدوں کے شکستہ دلوں کا علاج بنا دیا ہے۔

حاتم اصم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب تک کچھ حصہ قرآن شریف کا کچھ حِصّہ اپنے پیروں کی حکایتوں کا نہ پڑھ لیا جائے۔ تب تک ایمان سلامت رہ نہیں سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وکُلاًّ نقصُّ علیک من انباء الرسل ما نثبت بہٖ فوادک۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبروں کے قصے ہم اس واسطے تمہیں بتاتے ہیں۔ تاکہ تمہارے دل کو اثبات حاصل ہو۔ اور ارادے میں طاقت آجائے۔ اگر رنج اور مصیبت پہنچے تو اخبار اور احوال کو سنے اور سوچے کہ جس طرح مصیبتیں اور رنج گذشتہ پیغمبروں کو لاحق ہوئے ہیں اور انہوں نے صبر کیا ہے تو بھی توکّل اختیار کرے اور تیری حوصلہ افزائی ہو۔ اسی طرح مرشدوں کی حکائتیں اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہیں۔ اس سے طالب رنج اور مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردانِ خدا کی سی خصلتیں حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے احوال اور اُن کے احوال کا مقابلہ کریں اگر موافق ہوں تو شکر بجا لائیں اگر مخالف ہوں تو استغفار کریں۔ اور مجاہدے میں کوشش کریں۔

نیز مشائخ کرام کی باتیں سننے سے ان کی دوستی پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کی دوستی کے سبب اُن سے نسبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی نسبت دونوجہان کی نیک بختی کا باعث ہے۔ جیساکہ حدیث صحیح میں ہے۔ کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ہر کوئی اس کے ہمراہ ہوتا ہے۔ جس سے اُسکو محبت ہوتی ہے۔

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ تم پر لازم ہے کہ ایسے شخص سے محبت رکھو جو حق تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کے علوم و معارف۔ کلمات۔ نقاییات سے محبت رکھو تاکہ ان کی محبت کی برکت سے رفتہ رفتہ حق تعالےٰ تک پہنچ سکو۔

ابو یوسف ہمدانی سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ جب بزرگ وفات پا جائیں تو پھر ہم کیا کریں جسکی وجہ سے سلامت رہ سکیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کے کلام کو پڑھو۔ کسی سے ان کی باتیں سنو۔ اور ان کے علوم کو سنو اور سوچو گے تو پھر سلامت رہو گے۔

شیخ عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ طالبوں کی سلامتی اور درویشوں کی ترغیب کے لئے قرآن کے بعد دوسرے درجہ پر صوفیوں کے اقوال و احوال ہیں۔ اور سب افسانوں میں سے عمدہ صوفیوں کے افسانے ہیں۔ اس لئے کہ ان کی باتوں کے سبب تجھے ان سے نسبت حاصل ہوگی اور یہی نسبت نجات کا موجب ہے۔ جیساکہ ارشاد ہے۔ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ جو شخص جس قوم سے نسبت و مشابہت رکھے گا انہیں میں سے ہے۔

روایت ہے کہ قیامت کے دن بندہ جب اپنے افعال کی وجہ سے ناامید ہو جائے گا تو اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ کیا تو نے فلاں فلاں بزرگ کو فلاں عارف کو فلاں مقام پر پہچانا وہ کہے گا ہاں۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ اچھا ہم نے اس کی خاطر تجھے بخشا۔ سو جب اس گروہ کی پہچان کے سبب اللہ تعالےٰ بخشش فرمائے گا۔ تو اس کے دوستوں سے تعلق پیدا کرنے سے ان کی خصلتیں حاصل کرنے سے کیا کیا عنائتیں ہونگی۔

حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ بندے کو فرمائے گا۔ کہ اے ابن آدم تو نے دنیا میں دھوکا کھایا۔ یعنی تو نے اپنے نفس کے لئے آرام طلب کیا اگر تو

اس سے قطع تعلق کرتا۔ تو میں تیری جان کی عزت کرتا۔ مگر تو نے میرے لئے دشمن تیار کیا۔ وہی تیری رسوائی کا سبب ہوا۔

اولیاء کرام سے نسبت پیدا کرنے سے ہی نفس سے قطع تعلق کی توفیق ملتی ہے۔

شیخ الاسلام قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ تو مشائخ کرام کی باتیں سنے اور ان پر اعتقاد کرے اور ان سے محبت رکھے۔ کیونکہ دوستانِ حق کی دوستی کے سبب اللہ تعالےٰ سے ایک نسبت پیدا ہوتی ہے۔ جس کے سبب سے انسان ولی اللہ ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا۔ کہ جب ہم اپنے مرشدوں کو نہ پائیں۔ تو کون سی ایسی بات کریں۔ جس سے ہم سلامت رہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہر روز ان کی باتوں کا ایک ورق پڑھو اور ان کے احوال اور مقامات سنو۔ اور دیکھو۔ پھر سلامت رہو گے۔

اس گروہ کی حکایتیں سننے کا یہ فائدہ ہے کہ جب ان کے سے اقوال افعال احوال آپ میں نہ پائے گا۔ تو اس کے دل سے تکبر اور غرور وغیرہ سب دور ہو جائیں گے اور اُن کامل لوگوں کی پیروی کر کے راہ یاب ہو جائے گا۔

تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہے۔ کہ قرآن اور حدیث سے اُتر کر کوئی بات مشائخ کرام کی باتوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔

کیونکہ ان کی باتیں کام اور حال کا نتیجہ ہیں نہ کہ قیل وقال کا پھل۔ وہ اعیان میں سے ہیں نہ کہ بیان سے۔ اسرار میں سے ہوتی ہیں نہ کہ تکرار سے۔ جوش کے سبب سے ہیں نہ کہ کوشش سے۔ یہ علم لدنی سے ہیں نہ کہ علم کسبی سے۔

شیخ ابوالخیر کے پاس کسی نے بیان کیا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مکھی بھی تو ہوا میں اڑتی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ فلاں پانی پر چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مرغابی بھی تو پانی پر تیرتی ہے۔

ایک نے کہا کہ فلاں شخص ایک شہر سے دوسرے شہر ایک لحہ میں چلا جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ شیطان بھی ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک چلا جاتا ہے۔ یہ باتیں کوئی

خاص اولیاء کا نشان نہیں ہیں۔ یہ کام تو جوگیوں سے بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔
مرد وہ ہے کہ بیٹھا تو خلق میں ہو۔ اور کچھ کام کاج بھی کرتا رہے خواہ کچھ مال اولاد بھی ہو اور احکام شرعی اور نصائح کی تعلیم لوگوں کو کرتا رہے۔ اور باوجود ان تمام کے ایک لحظہ بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہووے۔

جنید قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مکر اس بات کا نام ہے۔ کہ جو شخص پانی پر چلے یا ہوا میں اُڑے اس غرض سے کہ لوگ اس پر اعتقاد کریں۔ اور اس کے ارشادات کو صحیح جانے ایسی باتوں سے ہم اللہ تعالےٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اہلِ انصاف کو ان نقلیات وغیرہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ صوفیا کا معاملہ عوام کی گفت وشنید سے دور ہے۔ یہ لوگ اگر خلوت یا صحبت اختیار کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے۔ اور اگر مال واسباب جمع کرتے ہیں۔ تو طالبوں کی جمعیت کے لئے۔ اور ترک کرتے ہیں۔ تو کسی مصلحت کے لئے۔ غرضیکہ جو کچھ کرتے ہیں امر الٰہی سے کرتے ہیں نہ کہ خواہش نفسانی کی رو سے ؎

ہرچہ خوباں کنند خوب آمد

ریا العارفین خیر من اخلاص المریدین۔ عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔

اللہ تعالےٰ جس شخص کو اپنے دوستوں میں سے اپنی قدرت کاملہ کا مظہر بناتا ہے۔ تو اس کو اختیار دے دیتا ہے۔ کہ جس قسم کے عالم میں چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو ان کے حال کے موافق اسرار سے مطلع کرتے ہیں۔ لیکن ہاں بغیر اجازت ظاہر نہیں کرتے۔

نیز فرماتے ہیں کہ جو خوارق اور نسبت ہم سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یعنی جو کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں۔

جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ یعنی جب تو نے مٹی پھینکی تھی وہ تم نے نہیں پھینکی تھی۔ بلکہ اللہ نے

نے پھینکی تھی - اسی سے دوسروں کے حال کا اندازہ کر سکتے ہو - پس جو کچھ ان لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے - اُس میں ان کے نفس کا کوئی دخل نہیں ہوتا یہ سب امر الٰہی سے کرتے ہیں - اگر اتفاقیہ اِن سے کوئی کرامت ظاہر ہو جائے - تو اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے -

کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی برہان کو باقی رکھا ہے - اور اولیاء کو اس کے اظہار کا سبب بنایا ہے - تاکہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی نشانیاں اور صدق نبی کی دلیل ظاہر کریں اور کمال متابعت سے طالبوں کی رہنمائی کریں - اور نفس و شیطان کی خواہش کو مٹا کر تنہا کارِ حق میں مشغول ہوں - مینہ انہیں کی برکت سے برستا ہے - اور بلائیں انہیں کے سبب سے دور ہوتی ہیں - سبزہ انہیں کے احوال کی صفائی کے سبب سے اُگتا ہے وغیرہ وغیرہ - ان کا منکر برہانِ نبوی کا منکر ہے - ان پر طعن کرنے والا گویا آیات الٰہی پر طعن کرتا ہے اللہ تعالےٰ اپنے مقبولوں کے سوا کسی کو قبول نہیں کرتا - اور ان کا حاسد کے سوا کوئی اِنکار نہیں کرتا -

کرمانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ - صدیق کی تین علامتیں ہیں :-

اوّل یہ کہ دنیا کی قدر و منزلت اس کے دل میں نہ ہو -

دوسرے - ریا اور نمائش اس میں بالکل نہ ہو - نہ تعریف سے پھولے اور نہ مذمت سے پژمردہ خاطر ہو -

تیسرے - شہوات کی لذت اس کے دل سے دور رہے - جس میں یہ باتیں نہ ہوں وہ کب عارفوں کے علم سے بہرہ یاب ہو سکتا ہے - اس کو تو طریقت کی ہوا بھی نصیب نہیں ہو سکتی -

مُلّاں جامی قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ تصوّف اور معارف کی بابت بہت کم کہتے ہو - آپ نے جواب دیا کہ یہی سمجھ لو کہ ایک گھڑی ہم نے نہ کھیلا - یہ جستجو کی راہ ہے نہ کہ گفتگو کی -

جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے یہ تصوف قیل وقال سے نہیں پایا بلکہ مجاہدہ وریاضت سے پایا ہے۔ جب ہم نے سب سے قطع تعلق کیا تو ہم خدارسیدہ ہو گئے۔

نفحات الانس میں ہے کہ خواجگان کے خانوادے کے احوال اور اقوال اور ان کے طریقہ اور روش سے ثابت ہے کہ یہ اعتقاد میں سب اہل سنت والجماعت ہوئے ہیں۔ اور شرعی احکام کی متابعت اور سنت کی پیروی ان کا معمول ہے۔ ؎

کسی مرد الٰہی سے جو کوئی دور جاتا ہے علیؔ
دراصل میں دور وہ ذات الٰہی سے ہوا

پنجتن پاک پر بھیج اے اللہ درود وسلام ۔۔ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل دہم

دوستانِ حق کے انکار کے بیان میں

ممشاد قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص دوستانِ حق سے انکار کرتا ہے۔ اس کمینے کا عذاب یہی ہے کہ وہ ہرگز ان کو دوست نہ رکھ سکے۔

فتوحات میں لکھا ہے کہ جو شخص صوفیوں کے ساتھ بیٹھے اور ان کے خلاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمانی نور کو واپس لے لیتا ہے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص درویشوں سے بے جا جھگڑتا ہے۔ وہ بھی بے جا دیکھتا ہے۔ بعض اہل زمانہ ایسا گمان کرتے ہیں۔ کہ آج کل کا ولی پہلے اولیاء کا سا نہیں۔ اسی سبب سے صوفیوں کی صحبت دریافت کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بدگمانی محض نادانی ہے۔ اس واسطے کہ جو کچھ اس گروہ کو حاصل ہے۔ متابعت نبوی سے حاصل ہوا ہے۔ متابعت اور ولایت کی راہ ایسی نہیں کہ صرف گذشتہ اولیاء ہی

کے نئے تھی۔ بلکہ وہ ہمیشہ باقی ہے۔ اور قابلیت انسانی بھی موجود ہے۔ جو سمجھ دار ہے وہ پالیتا ہے۔ اور ان اسباب کے باوجود اسماء وصفاتِ الٰھی کی خاصیتیں جو کہ مربی انسان ہیں۔ ہرگز بے کار نہیں رہ سکتیں۔ پس تمام طالبوں کے لئے لازم ہے۔ کہ اپنے زمانے میں ایسے مرد کی جستجو کریں کیونکہ اولیاء شبِ قدر کی طرح اوروں کے ساتھ ملے جُلے ہوتے ہیں۔

مشائخ کرام کا ارشاد ہے۔ کہ جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جہل کی موت مرا۔ ؎

ہر کرا بینا نشد اینجا دو چشم جان او ✤ باشد آنجا کور و حیراں در جوار عاصیاں

جب ایسا مرد مل جائے تو اس کا مرید بن کر شریعت اور طریقت کے فوائد سے مستفید ہونا چاہئے۔ تاکہ حسرت اور ندامت کی آگ میں نہ جلیں۔ نہیں تو عمر کا درخت غفلت کا پھل دے گا۔ اس وقت افسوس کرنا کسی کام نہ آئے گا۔

مگر آخری زمانے میں ان اچھے مرشدوں کی سرخ گندھک کی سی تلاش کرنی چاہئے۔ تاکہ بعد میں نہ افسوس کرنا پڑے۔ کیونکہ پھر پچھتانے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر کوئی گمراہ مل گیا تو ایمان بھی لے جائے گا۔ ؎

گر بصورت آدمی انساں بدے ✤ احمد و بوجہل خود یکساں بدے

بعض جاہل جو بڑی غفلت کے سبب مشائخ وقت کے منکر ہوتے ہیں۔ وہ بے دولت ہیں۔ کیونکہ جسے عقل رساں اور نور ایماں حاصل ہے۔ اس کا تو اسبات پر یقین ہوتا ہے کہ کوئی گھڑی ایسے بزرگوں سے خالی نہیں رہ سکتی۔

نیز گذشتہ اولیاء کے زمانے میں بھی منکر تھے۔ جس وقت یہ بزرگ اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر اور رحلت کے لباس کو پہن کر عالم صوری سے آخری سفر کرتے ہیں۔ اس وقت ہزاروں طالبوں کی جان راہِ طلب میں جدائی کی آگ میں جلتی ہے۔ اور ہزاروں کے سینے اُسکی جستجو کے جنگل میں ہجر کے مارے کباب ہو جاتے ہیں۔

علماء اور اولیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ جو ولی کی کرامت ہے۔ وہ نبی کا معجزہ ہے۔

بشرطیکہ استقامت کے مقارن اور شریعت کے متابع ہو۔ ظہور کرامت میں محض اعتقاد اور فضیلت نہیں۔ بلکہ اصلی کام تو استقامت اور اتباع شریعت میں ہے۔ ولی کی کرامت نبی کے وقت میں اسکی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس کے بعد میں نبوت کا نشان اور تصدیق ہے۔

پس جو شخص اولیا کے مکاشفات اور کرامات کا منکر ہے۔ وہ دراصل انبیاء کے معجزوں کا منکر ہے۔ اس زمانے کے بعض علماء پر تعجب آتا ہے۔ کہ وہ دلائل سے کرامات کو ثابت تو کرتے ہیں۔ مگر کرامتیں دیکھ کر بھی اپنے وقت کے اولیاء کے حق میں بیجا باتیں کہتے ہیں جن سے انکار پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس انکار سے بچائے۔

اس زمانے کے اکثر حاسد لوگ اپنے زمانے کے اولیا کے احوال سے منکر ہیں۔ جب تک ان کے خلوتی حال معلوم نہ کرلیں ان کے ظاہری حال سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ جس کا تجھے علم نہیں۔ اسکی نسبت واقفیت نہ جتا یعنی جس بات کو تو یقینی طور پر نہیں جانتا۔ اس کو زبان سے نہ کہہ۔ اگر وقوف کے بعد انکار کرے تو وہ حسد کی رو سے حق کو چھپاتا ہے۔ ولا تلبسو الحق بالباطل و تکتمو الحق و انتم تعلمون۔ حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

اور فرمایا حسداً من عند انفسھم من بعد ما تبین لھم الحق یعنی جب تم پر حق ظاہر ہو جائے تو اسے حسد کی وجہ سے نہ چھپاؤ۔

ایک جوان صوفیوں کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنون مصری نے اُسے ایک انگوٹھی دے کر فرمایا کہ اسے فلاں نان بائی کے ہاں ایک دینار کے بدلے رہن رکھ آ۔ جب وہ اُس کے پاس گیا تو انگوٹھی واپس لے کر چلا آیا۔ اور کہا۔ کہ وہ تو ایک درہم کے بدلے بھی رہن نہیں رکھتا۔ شیخ نے کہا اب جوہری کے پاس لے جا اور اُسکی قیمت کا اندازہ کروا۔ جب یہ جوہری کے پاس گیا۔ تو اس نے اسکی قیمت کا اندازہ ہزار دینار رکھا۔ شیخ نے کہا کہ تیرا علم جو صوفیوں کی نسبت ہے وہ بعینہٖ نانبائی

کا سا ہے۔ لہذا تو اس سے توبہ کر۔

قوت القلوب میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص عارفوں کے کسی حال یا مقام یا مناقب کا منکر ہو اُس کی حالت اگر اچھی سے اچھی بھی ہو تو بھی اس کا یقین ضرور کمزور ہو جائے گا۔ اور اگر بری حالت ہوئی تو نفاق اور کفر کو پہنچے گا۔

مولانا جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ان کوتاہ اندیشوں کا بزرگوں کی کرامات اور ان کے احوال سے انکار کرنا اس وجہ سے ہے۔ کہ وہ خود ان اسرار سے واقف نہیں ہوتے اور احوال کا نشان تک ان کے نصیب میں نہیں۔ یہ لوگ نفی تو اسلئے کرتے ہیں کہ عوام کے روبرو رسوا نہ ہوں۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ خواص کے نزدیک ان کی سخت رسوائی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو ہدایت دے کہ پاک لوگوں کے کام کا اندازہ اپنی حالت سے نہ لگایا کریں۔

نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ ان عزیزوں کا انکار کرتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ان منکرین لوگوں پر حرص کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اور ظاہر و باطن میں حقیقت کے چور ہیں۔ اور چونکہ نافرمانی کے درد نے ان کی بصیرت کی آنکھ کو اندھا بنا دیا ہے۔ اس لئے یہ ہدایت کے انوار اور ولایت کے آثار کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس اپنی نابینائی کو ان انوار و آثار کے انکار سے جو عام مشہور ہوگئی ہے۔ ظاہر کرتے ہیں کاش کہ انہیں معلوم ہوتا کہ ؎

فاجرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور
حاش للہ کہ بر زباں آرم ایں کلمہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چہ ساں بگسلد ایں سلسلہ را

شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ افسوس ہے کہ کسی شخص نے اولیاء اللہ کی قدر نہ کی اور نہ کرے گا۔ مطلب یہ کہ ہر ایک نادان اس ماحان زمانے میں صوفیوں کے احوال کا مشاہدہ اور ان کے افعال و اقوال کا مطالعہ نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ

ان کے حق میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں اور ان کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ان کے اقوال و افعال کا انکار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا انکار ہے۔ ولی کی کرامت۔ زمانہ نبوت کے بعد اس کے نبی کی نبوت اور اس کی ولایت کی تصدیق کرتی ہے۔

آج اس زمانے کے بڑے بڑے علمائے اہلسنت والجماعت کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں تو بڑے زور سے اولیاء اللہ کی حمایت میں کلام کرتے ہیں اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ہمارا اہلسنت کا ہی ایک گروہ ہے جس کو یہ فخر حاصل ہے کہ ہم میں اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ مگر ان کو گذشتہ ولیوں سے ہی عقیدت ہوگی۔ کیونکہ اپنے زمانے کے اولیاء کو تو یہ لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ انکی نظر میں جچتے ہی نہیں۔ یا پھر ان مولویوں کا یہ خیال ہوگا۔ کہ ولی گذشتہ زمانے میں ہو چکے ہیں۔ اب کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور یا پھر ان کو عقیدت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ صرف اس وجہ سے اولیاء کی بات کرتے ہیں۔ کہ اولیاء کا نام لینے سے لوگ ہماری عزت کریں کہ مولوی صاحب بڑا اولیاء اللہ کا محب ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ ولی اللہ ان کے سامنے آتا ہے۔ تو یہ اسکی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو حسد و دشمنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

یاد رکھو جس نے بھی اپنے زمانے کے اولیاء کی قدر نہ کی وہ ہلاکت کی موت مرا۔ پس جو شخص اولیاء کا منکر ہے۔ یا اولیاء اللہ کی کرامت کا منکر ہے وہ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کے معجزوں کا منکر ہے۔ سو اُسے اسکی گمراہی ہی کافی ہے۔

قوۃ القلوب میں مذکور ہے کہ جو شخص ولی کے کسی مقام یا عارف کے کسی حال کا منکر ہوگا۔ اُس کی اچھی سے اچھی حالت یقین کی کمزوری اور بری حالت کفر و نفاق ہے۔ جس کا عذاب بدنصیبی و بدحالی ہے۔

درویشوں کی محبت اے علی جنت کی کنجی ہے
ہے لعنت کی سزا حصہ ہمیشہ ان کے دشمن کا

پنجتن پاک پہ بھیج اے اللہ درود و سلام ۔۔ صحابا کرام اور آل ازواج پر بھی مدام

فصل یازدہم

مُرشد کامل و مُرشد ناقص اور مرید صادق و کاذب کی شرح میں

جو شخص کہ شرح محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف راہ چلے۔ آپ اور آپکے اصحابا کرام کی پیروی نہ کرے وہ ملعون و مردود ہے۔ اسکو مرشد کہنا سخت گناہ و غلطی ہے۔ مرشد کامل کا کوئی کام خلاف شرع نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ سنت نبوی کو ترک کر سکتا ہے۔ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ وَيَأْكُلُ النَّارَ وَيَمْشِي عَلَى الْمَاءِ وَتَرَكَ سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَاضْرِبُهُ بِالنَّعْلَيْنِ ۔ یعنی جب تم دیکھو کسی ایسے شخص کو کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے۔ اور آگ کھاجاتا ہو۔ اور دریا میں پانی کے اوپر چلتا ہو۔ باوجود اس کمال کے۔ اگر اس نے میری سنت کو ترک کر دیا ہو تو اسے تم جوتیوں سے مارو۔ مرشد کامل وہ ہے۔ کہ اس کی توجہ سے طالب کے وجود میں محبت الٰہی پیدا ہو۔ اور انوارِ الٰہی طالب کے دل پہ جلوہ گر ہوں۔

اور جو مرشد کہ طالب دنیائے مردار ہوگا۔ اس کے مرید اہل دنیا واہل بدعت ہونگے۔ مریدوں سے صرف نذر و نیاز لینا اس کا کام ہے۔ مرید خواہ مردار اور حرام کھاتے پھریں اسے کیا۔ یہ مرشد نہیں بلکہ یہ دراصل حجام ہے۔

جاہل صوفیوں کی صحبت سے بچو۔ کہ جنہوں نے کچھ عرصہ کسی پیر کامل کی صحبت میں رہ کر نہ گذارا ہو۔ کسی بزرگ سے ادب نہ سیکھا ہو۔ زمانہ کی گوشمالی اور تکالیف و مصائب کا مزا نہ چکھا ہو۔ ایسوں سے بچو وہ اپنے دعوؤں میں جھوٹے ہوتے ہیں گو ان پر معرفت الٰہی کی جھلک نہ پڑی ہو۔ مگر وہ اپنے آپ کو عارف اور صاحب حضور جانتے ہیں۔ اور اپنی کشف و کرامت و بدعت و استدراج میں مغرور رہتے ہیں اور درحقیقت بے معرفت اور مقام حضور سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔

آج ایسے لوگوں نے تکبر اور جاہ و ریاست کا نام عزت اور کمال علم رکھا ہے۔ اور ریائے خلق کا نام خوفِ الٰہی۔ اور دل میں کینہ پوشیدہ رکھنے کا نام حلم۔ لڑائی جھگڑے کا نام بحث مباحثہ۔ طمع کے ہذیان یعنی بکو اس کا نام معرفت۔ خواہش نفسانی اور دلی حرکتوں کا نام محبت۔ اللہ تعالےٰ کے راستے سے پھرنے اور بیدین ہونے کا نام فقر۔ حق تعالےٰ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نام فناہ فی اللہ۔ اور ترک شریعت کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مرشد کامل مرید کے حق میں رحمت۔ اور مرشد ناقص مرید کے حق میں زحمت ہوتا ہے۔ جو پیر و مرشد قوت باطنی نہ رکھے۔ اسکی پیری مریدی مکر و فریب کا جال ہے۔

پیری مرشدی کوئی معمولی کام نہیں۔ وہ ایک راز و نیاز ہے اور سر و اسرار ہے اس زمانے کے مرشد عموماً استخوان فروش۔ پدرم سلطان بود کے مقولے پر پیری مریدی کرتے ہیں۔ جو کہ طرح طرح کے مکروہات میں مبتلا ہیں۔ اور انہیں یہ خیال نہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ؕ یعنی جو کوئی ذرہ برابر بھلائی کرے گا وہ قیامت کے دن اس کے سامنے لائی جائیگی۔ اور جو کوئی ذرہ برابر برا عمل کرے گا وہ بھی اس کے سامنے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسکی سزا دی جائے گی۔

مجھے ان مرشدان خام و ناتمام پر بڑا تعجب اور افسوس آتا ہے جو کہ روز ازل سے معرفتِ الٰہی فقر و فاقہ۔ وصال و احوال۔ راز و نیاز۔ نماز و روزہ سے محروم ہو کر راہِ خدا سے دور رہتے ہیں اور راہِ معرفت سے بے بصر ہوتے ہیں۔

ان کا دل مردہ و نفس زندہ ہوتا ہے۔ اور یہ ہوا و ہوس کے بندے ہوئے ہیں جس کا انجام آخرت کو ذلت و خواری ہے۔

غرضیکہ جو مرشد نہ سلک و سلوک سے واقف ہو۔ اور نہ حضور مجلس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فائض اور آگاہ ہو۔ اور نہ اہل قبور سے فیضیاب ہو اور نہ غرق و استغراق میں رہتا ہو۔ وہ مرشد بے باطن اور بے معرفت ہوتا ہے۔ اگرچہ

اپنے کشف وکرامات میں مغرور رہتا ہے۔

مرشد کامل وہ ہے۔ کہ چاہے تو کسی کو ایک نظر میں تمام مراتب طے کرادیوے۔ اس کی توجہ خضر علیہ السلام کے مل جانے سے کہیں بہتر ہے۔ ایسے مرشد جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے منظوری کے ساتھ بنتے ہیں۔ یہ لوگ امیں خدا ہوتے ہیں۔ ان کو اختیار دے دیا جاتا ہے یہ اگر چاہیں تو عالم کو فناہ کردیں۔ اسے قحط یا مرگ مفاجات میں گرفتار کردیں مگر ایسا کبھی نہیں کرتے۔ کیونکہ اس پر شفقت اور مہربانی کرتے ہیں۔ باوجود اس طاقت کے۔ وہ خلق اللہ سے اپنی غیبت اور برائی سنتے ہیں۔ اس کا غیظ و غضب سہتے ہیں۔ اس کا جور وستم اٹھاتے ہیں۔ اس سے تکلیف و آزار پاتے ہیں۔ مگر وہ اسے نہیں ستاتے آزار نہیں پہنچاتے۔ ایسے مرشدوں کا حوصلہ غرق واستغراق کی برکت سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونے کی وجہ سے بڑا وسیع ہوتا ہے۔ مرشد کامل سالہا سال طالبوں کو ریاضت و محنت کراتا ہے۔ لیکن اگر چاہے تو ایک ساعت میں ابتدا سے انتہا تک کل مراتب طے کرا سکتا ہے۔

مرشد کامل کا جو صادق مرید ہوگا وہ دھوکا نہیں کھا سکتا۔ اگر دھوکا کھائے بھی تو اسکی اصلاح ہو جاتی ہے۔ مرشد کامل میں یہ چار چیزیں ضروری ہونگی۔

اول۔ صدق مقال۔ دوم اکلِ حلال۔ سوم طاعت وعبادت۔ چہارم ہمت و توفیق وہ کبھی خدا تعالٰے کی نافرمانی نہ کرے گا۔ اور شریعت نے جس بات کو منع کر دیا ہے اس کے پاس نہ جائے گا۔ جو کوئی شریعت مصطفٰے کا دشمن ہے اور مرشد بنتا ہے۔ وہ لاف زن دروغ گو۔ اور زندیق (بے دین) ہے۔

جو شخص ولایت اور ارشاد کا جھوٹا دعوٰے طلب جاہ اور مال کے لئے کرتا ہے وہ مسیلمہ کذاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے۔

اولیاء رحمٰن اور اولیاء شیطان کا یہی فرق ہوتا ہے۔

ان لوگوں پر بڑا افسوس اور تعجب ہے۔ کہ جن کی زبان پر اسم اللہ تعالٰے کا ورد ہوتا ہے۔ تلاوت قرآن و حفظ مسائل ان کا کام ہے۔ مگر ان کی زبان کذب و دروغ سے۔

اور ان کا دل حرص وحسد اور کبر و غرور سے پاک و صاف نہیں ہوتا۔

وہ لوگ خلوص و اخلاص سے اللہ کا نام نہیں لیتے اور محض توجہ اللہ کلام پاک نہیں پڑھتے گو ان کی زبان مقراض کی طرح چلتی ہے۔ مگر ان کا یہ سب پڑھنا پڑھانا ایک رسمی کام ہوتا ہے۔

یاد رکھو جو خلوص و اخلاص سے اللہ کا نام لیتا ہے وہ اس کی کنہ کو پہنچ جائیگا اور اس کا نفس تاثیر اسم اللہ سے فنا ہو اور اس کا دل غیر اللہ سے صاف ہو جاتا ہے۔ پھر معرفت کا میدان اس کے ہاتھ ہوتا ہے۔ اسم اللہ سے ابتدا سے انتہا تک کا مشاہدہ اسے حاصل ہو سکیگا۔ جس سے وہ تماشہ کونین کو دیکھے گا۔ اور مجلس محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوگا۔

معرفت میں وسیع رکھنا اور معرفت الٰہی کو اپنے وجود میں محفوظ رکھنا بہت مشکل ہے انوار تجلیات سے مشرف ہونا بھی آسان ہے۔ مگر ولایت محمدی کا حاصل کرنا۔ اور خُو بُو و خلق و توکل و تسلیم رضا وغیرہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کرنا۔ بہت مشکل ہے۔

اسی طرح بادشاہ ہونا۔ مشرق سے مغرب تک فتوحات و ملک سلیمانی حاصل کرنا آسان ہے۔ مگر عدل و انصاف کرنا خلق اللہ کا حق ادا کرنا بہت مشکل کام ہے۔

اسی طرح پیر و مرشد بننا آسان کام ہے۔ لیکن طالب کو منزل مقصود تک پہنچانا تاثیر توجہ سے غرق استغراق کرنا مشکل ہے۔

اسی طرح مرید و طالب ہونا آسان ہے۔ لیکن با ادب و باحیا ہونا اور اپنا آپ مرشد کو سونپنا بہت مشکل ہے۔ مرید ہونا وہ ہے کہ اپنی مرادوں اور خواہشوں کو بھی چھوڑ دے۔ مرشد کے حقوق کا خیال کرنے والا کوئی کوئی اور صرف نام کے مرید ہزاروں ہوتے ہیں۔ قول المشائخ ؎ اَلطَّالِبُ عِنْدَ الْمُرْشِدِ کَالْمَیِّتِ بَیْنَ یَدِ الْغَاسِلِ یعنی طالب کا اپنے مرشد کے سامنے ایسا ہونا چاہئے جس طرح کہ مُردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

جو جو بھی بڑے بڑے پیر پیروں کے پیر ہوئے ہیں یہ سب کے سب پہلے مرید ہوئے ہیں۔ اور اپنے پیروں کے ہاتھ میں مثل مردہ وغسّال کے رہے۔ ان کے ساتھ عہد وفاداری کو نبھایا ہے۔ تو پھر ان سے خلافت حاصل کر کے جہان بھر کو اپنے سینے کے انواروں سے روشن اور منور کیا ہے۔

اور بعض ایسے نامراد مرید بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ کوفے والے خبیث لوگ۔ کہ پہلے بیعت ہوئے۔ اور پھر اپنے پیر حضرت امام رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے میدان کربلا میں مقابل آئے۔

اب بھی ایسے مردود لوگ موجود ہیں۔

مگر جو مرید صادق ہیں وہ روحی بیٹے ہوتے ہیں۔ میں روحی بیٹوں کو نسلی بیٹوں سے صدہا درجہ بہتر سمجھتا ہوں۔ اگرچہ ورثہ کے مالک نسلی بیٹے ہوتے ہیں۔ مگر نسبت کے مالک تو روحی بیٹے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ چیز اس سے افضل واعلےٰ ہے۔

اب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچنے سے طالب پر خلفائے اربعہ کی توجہ ہونے کا ذکر لاتا ہوں۔

جب طالب مجلس اعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہوتا ہے تو اوّل خلفائے اربعہ کی توجہ کا اس پر اثر پڑتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نظر سے طالب کے وجود میں صدق وراستی پیدا ہوتی ہے۔ اور کذب ونفاق اس کے وجود سے دور ہوتا ہے۔ اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نظر سے اس کے وجود میں عدل وانصاف ومحاسبہ نفس پیدا ہوتا ہے اور خطرات بد وہواس نفسانی اس کے وجود سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظر پڑنے سے اس کے وجود میں حیاء وادب پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بے حیائی وبے ادبی دور ہو جاتی ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی نظر پڑنے سے اس کے وجود میں علم وہدایت وفقر پیدا ہوتا ہے۔ اور جہل وحُبِّ دنیا اس کے وجود سے دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تلقین وبیعت حاصل کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ پھر آپ سے بیعت وتلقین حاصل کر کے مراتب مرشدی حاصل کرتا ہے۔ مراتب مرشدی لازوال

ہیں اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اولیاء اللہ پر بیشک کوئی خوف اور غم نہیں۔ اور نہ اب ان سے یہ مرتبہ چھینا جائے گا۔

اب میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب شریف لکھ کر ناقص پیر سے بیعت کرنے میں جو نقصان ہے۔ اسکو واضح کرتا ہوں۔

مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب عنـ۲۳ـــ۔ پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے منع کرنے اور اس کے نقصان کے بیان میں اور ان القاب سے جو اہل کفر سے مشابہ ہیں۔ زجر و تنبیہ کرنے کے بیان میں۔ عبدالرحیم خانخاناں کی طرف اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل جو تمام سیاہ و سرخ یعنی نیک و بد کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ہم کو اور تم کو حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات بخشے اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

نیک بخت صادق بھائی نے تمہارا خط پہنچایا اور زبان ترجمان سے آنجناب کا حال جیسا تھا بیان کیا۔ پس میں نے یہ شعر پڑھا ؎

اَھْلاً لِسُعْدیٰ وَالرَّسُوْلِ وَحَبَّذَا
وَجْہُ الرَّسُوْلِ لِحُبِّ وَجْہِ الْمُرْسِلِ

اردو۔ مرحبا صد مرحبا۔ اے قاصدا ۔ دیکھنا تیرا ہے گویا دیکھنا دلدار کا

اے کمالات کے ظہور کو قبول کرنے والے بھائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے فعل کو قوت سے ظہور میں لائے۔ جان لے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے پس افسوس اس شخص پر جس نے اس میں نہ بویا اور اپنی استعداد کی زمین کو بیکار رہنے دیا اور اپنے اعمال کے بیج کو ضائع کر دیا۔

اور جاننا چاہیئے کہ زمین کا ضائع اور بیکار کرنا دو طرق پر ہے ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے اور دوسرا یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے۔ اور پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضاعت میں۔ بہت ضرر رساں ہے اور اس کا زیادہ فساد ہے جیسے

کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور بیج کا ناپاک اور خراب ہونا اس طرح پر ہے کہ ناقص سالک سے طریقہ اخذ کریں اور اسکی راہ پر چلیں کیونکہ وہ حرص و ہوا کے تابع ہوتا ہے۔ اور حرص و ہوا والے کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی اور اگر بالفرض تاثیر ہو بھی۔ تو اسکی حرص کو ہی زیادہ کرے گی پس اس سے سیاہی حاصل ہو گی۔ اور نیز ناقص کو چونکہ خود واصل نہیں ہے۔ اس لئے خدا کی طرف پہنچانے والے اور نہ پہنچانیوالے راستوں کے درمیان تمیز حاصل نہیں ہے۔ اور ایسے ہی طالبوں کی مختلف استعدادوں کے درمیان فرق نہیں جانتا۔ اور جب اس نے طریق جذبہ اور سلوک کے درمیان تمیز نہ کی۔ تو بسا اوقات طالب کی استعداد ابتدا میں طریق جذبہ کے مناسب ہوتی ہے۔ اور طریق سلوک سے نامناسب ہوتی ہے۔ اور ناقص شیخ نے راستوں اور مختلف استعدادوں کے درمیان تمیز کے نہ ہونے کے باعث ابتدا میں اسکو طریق سلوک پر چلایا تو اس نے راہ حق سے اسکو گمراہ کر دیا جیسے کہ وہ خود گمراہ ہے۔

پس جب شیخ کامل مکمل ایسے طالب کی تربیت کرنی چاہے اور اس کو اس طریق پر چلانا چاہئے۔ تو اس کو چاہئے کہ اول اس سے اس چیز کو دور کرے جو ناقص شیخ سے اسکو پہنچی ہے۔ اور جو کچھ اس کے سبب سے اس کا بگاڑ ہوا ہے اس کی اصلاح و درستی کرے۔ پھر اس کی استعداد کے مناسب اچھا بیج اس کی استعداد کی زمین میں ڈالے تو اس طرح اچھا سبزہ اُگے گا۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑھ زمین کے اوپر ہے اور اس کو کوئی قرار نہیں ہے۔ اور پاک کلمہ کی مثال پاک درخت کی طرح ہے اس کی اصل یعنی جڑ ثابت ہے۔ اور اسکی شاخیں آسمانوں میں۔

پس شیخ کامل مکمل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے۔ اسکی نظر دوا اور اس کی بات شفا ہے۔ وَبِدُونِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ۔ اور اس کے سوا بے فائدہ رنج و تکلیف

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے کیونکہ یہی مقصود ہے۔ اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

محمد عربی کا برُوئے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ۔ محمد جو ہیں آبرو دو جہاں کی ✢ جو منکر ہے اُن کا وہی ہے شقی

اور ہم اس مضمون کو سید المرسلین کی صلوٰت وتسلیمات وتحیات وبرکات پر ختم کرتے ہیں۔

تتمہ۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بھائی صادق نے بیان کیا ہے کہ آپ کے ہمنشیں فاضل شاعروں میں سے ایک شخص شعر میں اپنے آپ کو کفر کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ حالانکہ وہ سادات کے بزرگ خاندان میں سے ہے۔ ہائے افسوس۔ اسکو اس بُرے نام پر جس کی برائی ظاہر ہے کس چیز نے برانگیختہ کیا۔ حالانکہ مسلمان کو لازم ہے کہ ایسے نام سے ایسا بھاگے جیسے ہلاک کرنے والے شیر سے۔ اور اسکو برا سمجھے کیونکہ یہ اسم اور اس کا معنے دونو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ناپسند و مکروہ ہیں۔ اور مسلمان کافروں کے ساتھ عداوت رکھنے اور ان پر سختی کرنے کے لئے مامور ہیں۔ پس ایسے برے نام سے کنارہ کرنا واجب ہے۔

اور یہ جو بعض مشائخ قدس سرہم کی عبارتوں میں سکر کے غلبہ کے وقت کفر کی تعریف اور زنّار کی بات پائی جاتی ہے۔ تو اس کا مفہوم ظاہر سے پھیر کر تاویل اور توجیہ پر محمول ہے۔ کیونکہ اہل سکر کی کلام اچھے مفہوم پر حمل کی جاتی اور اپنے ظاہر سے پھری ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ سکر کے غلبہ کے باعث اس قسم کے ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ باوجودیکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقی اسلام حقیقی کی نسبت نقص وعیب ہے۔ کیونکہ ہر چیز کے لئے خاص موسم اور وقت ہوتا ہے۔ کہ وہ چیز اس موسم میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور

دوسرے موسم میں بری۔ اور دانا آدمی ایک کو دوسری پر قیاس نہیں کرتے۔
پس میری طرف سے اسکو التماس کریں۔ کہ اس نام کو دور کردے اور کسی اچھے اسم سے بدل دیوے۔ اور اپنے آپ کو اسلامی لقب سے ملقب کرے کیونکہ یہ بات مسلمان کے حال وقال کے موافق اور اس اسلامی نظریہ سے مناسب نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔ اور اس میں اس تہمت سے بچنا ہے جس سے بچنے کے لئے ہم مامور ہیں۔ اِتَّقُوْا مِنْ مَوَاضِعِ التُّهَمِ ایسی سچی کلام ہے کہ اسپر کسی قسم کا غبار نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور بیشک غلام مومن مشرک آزاد سے بہتر ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلتا ہے۔

دفتر اول مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۲۹۲

مریدوں کے آداب ضروری اور ایک شبہ کے دفع کرنے کے بیان میں شیخ حمید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِيَّةِ وَهَدٰنَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا
اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ جس نے ہم کو آداب نبوی کے ساتھ مؤدب بنایا اور اخلاق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم کو ہدایت دی۔
جاننا چاہیئے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں۔ یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو ان کے لئے مبارک بادی ہے۔ محبت وانجذاب کی راہ سے ان کو کھینچ کھینچ کرلے آئیں گے۔ اور مطلب اعلیٰ تک پہنچادیں گے اور جو ادب ان کے لئے درکار ہوگا۔ بوسیلہ یا بے وسیلہ ان کو سکھادیں گے اور اگر ان سے کوئی لغزش ہوجائیگی۔ تو ان کو جلدی اس سے آگاہ کردیں گے۔ اور اسپر ان کا مواخذہ نہ

کریں گے۔ اور اگر پیر ظاہر کی ان کو حاجت ہوگی۔ تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔ غرض حق تعالےٰ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے شامل حال ہوتی ہے۔ بہ سبب یا بے سبب ان کا کام بنا دیتے ہیں۔ وَاللّٰہُ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے)

اور اگر مرید ہیں تو کامل مکمل پیر کے وسیلہ کے بغیر ان کا کام دشوار ہے۔ پیر ایسا ہونا چاہیئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ کو انجام تک پہنچایا ہو اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے۔ اور مرادوں کی تربیت سے تربیت یافتہ ہے۔ تو اس کا وجود سرخ گندھک (کیمیا) کی طرح ہے۔ اسکی کلام دوا۔ اور اسکی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اسکی توجہ شریف سے زندہ ہوتے ہیں۔ اور مرجھائی ہوئی جانیں اسکی لطیف التفات سے تازہ ہوتی ہیں۔ اور اگر اس قسم کا صاحب دولت نہ ملے۔ تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ وہ بھی ناقصوں کی تربیت کر سکتا ہے۔ اور فنا و بقا کی دولت تک پہنچا سکتا ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ؛ ورنہ بس عالی است پیش خاک بود

ترجمہ۔ عرش کے نیچے ہے گرچہ آسماں ؛ لیک اونچا ہے زمیں سے اے جواں

اگر اللہ تعالےٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل و مکمل پیر ملجائے تو چاہیئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے۔ اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالہ کردے۔ اور اپنی سعادت اسکی رضامندی میں اور اپنی بدبختی اسکی نارضامندی میں جانے۔ غرض اپنی خواہش کو اسکی رضا کے تابع بنائے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا۔ جب تک اس کی خواہش اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں)

جاننا چاہیئے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات

یں سے ہے۔ تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے۔ ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہو گا۔ اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ بعض ضروری آداب وشرائط لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننا چاہیئے۔

طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے۔ اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل واذکار میں مشغول نہ ہو۔ اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے۔ حتےٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اسکی حضور میں نماز فرض وسنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

کسی بادشاہ کی نقل کرتے ہیں۔ کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر جا پڑی۔ اور اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔ اس حال میں جب بادشاہ نے اسکو دیکھا۔ کہ میرے سوا غیر کی طرف متوجہ ہے۔ تو جھڑک کر فرمایا۔ کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

تو سوچنا چاہیے کہ جب دنیا کمینی کے وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں۔ تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت نہایت ہی کامل طور پر ضروری ہو گی۔ اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سایہ پر پڑتا ہو۔ اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے۔ اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔ اور اس کے حضور میں پانی نہ پئے۔ کھانا نہ کھائے۔ اور کسی سے گفتگو نہ کرے۔ بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور پیر کی غیبت یعنی عدم موجودگی میں جہاں کہ وہ رہتا ہے۔ اس طرف پاؤں دراز نہ کرے۔ اور تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے۔ اور جو کچھ پیر سے صادر ہو۔ اس کو صواب وبہتر جانے۔ اگرچہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو۔ کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے۔ الہام سے کرتا ہے۔ اور اللہ

تعالےٰ کے اذن سے کام کرتا ہے۔ اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے۔ لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے۔ اور ملامت و اعتراض اسپر جائز نہیں۔ اور نیز جب اسکو اپنے پیر سے محبت ہے تو جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے۔ محب کی نظروں میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے پھر اعتراض کی کیا مجال ہے۔ اور کھانے پینے اور پہننے اور طاعت چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی اقتدا کرنی چاہئے۔ اور نماز کو بھی اسی طرح پر ادا کرنا چاہیئے۔ اور فقہ بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھنی چاہئے۔ ؎

آں راکہ در سرائے نگاریست فارغ است ✣ از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ترجمہ۔ وہ شخص جسکے گھر میں گلزار خود لگا ہو ✣ غیروں کے باغ دیکھے حاجت نہیں ہے اسکو

اور اس کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔ اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ جتنا ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تمام مخلوقات میں بدبخت وہ شخص ہے۔ جو اس بزرگ گروہ کا عیب بیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے۔ اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے ؎

معجزات از بہر قہر دشمن است ✣ بوئے جنسیت پے دل بردن است

موجب ایماں نباشد معجزات ✣ بوئے جنسیت کند جذب صفات

ترجمہ۔ قہر دشمن کے لئے ہیں معجزے ✣ بوئے جنسیت دلوں کو کھینچ لے

موجب ایماں نہیں ہیں معجزے ✣ بوئے جنسیت صفت کو کھینچ لے

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو۔ بے توقف عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو۔ اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب منسوب نہ کرے۔ اور جو واقعہ ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور واقعات کی تعبیر اسی سے دریافت کرے۔ اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کردے۔ اور صواب و خطا کو اس سے طلب کرے۔ اور اپنے کشف پر ہرگز

بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جلا ہے۔ اور بے ضرورت اور بے اذن اس سے جدا نہ ہو۔ کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے۔ اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے۔ اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے۔ اور جو فیض و فتوح اسکو پہنچے۔ اسکو اپنے پیر ہی کے ذریعے سمجھے۔ اور اگر واقعہ میں دیکھے کہ فیض اور مشائخ سے پہنچا ہے۔ اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے اور جان لے کہ جب پیر تمام کمالات و فیوض کا جامع ہے۔ پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوئی ہے۔ مرید کو پہنچا ہے۔ اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کے مناسب وہ فیض رکھتا ہے۔ اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ محبت کے غلبہ کے باعث مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے۔ اور فیض اس سے جانا ہے یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے۔ اللہ تعالےٰ لغزش سے نگاہ رکھے! اور سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل پیر کے اعتقاد اور محبت پر ثابت قدم رکھے۔ غرض اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ۔ مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا۔ اور اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور اس کو کما حقہٗ ادا نہ کر سکے۔ اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ تو معاف ہے۔ لیکن اسکو اپنے قصور کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے۔ اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگواروں کے برکات سے محروم رہتا ہے ؎

ہر کہ را روئے بہ بہبود نداشت ✤ دیدن روئے نبی سود نداشت

ترجمہ۔ ہدایت نہ تھی جسکی قسمت میں یارو ✤ لقائے پیمبر تھا بے سود اسکو

ہاں وہ مرید جو پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ تک پہنچ جائے اور الہام و فراست کا راستہ اسپر کھل جائے اور پیر اسکو مسلم رکھے۔ اور اس کے کمال کی گواہی

دیدے۔ اس مرید کو لائق ہے۔ کہ بعض الہامی امور میں پیر کے برخلاف اپنے الہام کے موافق عمل کرے۔ اگرچہ اس کا خلاف پیر کے نزدیک ثابت ہو۔ کیونکہ وہ مرید اس وقت تقلید سے نکل چکا ہے۔ اب تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے بعض امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خلاف کیا ہے۔ اور بعض اوقات حق بجانب اصحاب ظاہر ہوا ہے كَمَا لَا يَخْفٰى أَرْبَابِ الْعِلْمِ (جیسے کہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے)

پس معلوم ہوا کہ مرتبۂ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کو پیر کے برخلاف کرنا جائز ہے۔ اور بے ادبی سے دور ہے۔ بلکہ یہی ادب ہے۔ ورنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین جو کمال ادب کے ساتھ مودب تھے۔ تقلید کے سوا اور کوئی امر نہ کرتے۔ ابو یوسف رح کے لئے مرتبہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے لئے بہتری اپنی رائے کی متابعت میں ہے۔ نہ کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے۔ کہ نَازَعْتُ أَبِي حَنِيفَةَ فِي مَسْئَلَةِ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ (میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ قرآن کے مخلوق ہونے کے مسئلہ میں چھ مہینے تک جھگڑا کیا) تو نے سنا ہوگا کہ ہر ایک صنعت بہت سے فکروں کے ملنے سے کامل ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی فکر پر رہتی تو کچھ زیادتی حاصل نہ کرتی۔ وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھی۔ آج وہ مختلف راؤں اور بہت سی نظروں اور فکروں کے ملنے سے کئی گنا زیادہ کامل ہو گئی ہے۔ چونکہ بنیاد اسی نے رکھی ہے۔ اسلئے فضیلت اسی کیلئے ہے۔ کیونکہ فضیلت متقدمین کیلئے ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ مَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى أَوَّلُهُمْ خَيْرٌ أَمْ اٰخِرُهُمْ میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ نہیں معلوم اسکا اوّل اچھا ہے یا آخیر۔

تذییل

بعض مریدوں کے شبہ رفع کرنیکے بیان میں

جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) احیا و اماتت مقام شیخی کے لوازم سے ہے۔ اس احیا و اماتت سے مراد روحانی احیا و اماتت ہے۔ نہ جسمانی۔ اور اس حیات و موت سے مراد فنا و بقا ہے۔ جو مقام ولایت و کمال تک پہنچاتے ہیں۔ اور شیخ مقتدا اللہ تعالےٰ کے اذن سے ان دو امر کا متکفل ہے۔ پس شیخ کے لئے یہ احیا و امانت ضروری ہے۔ اور یحیی و یمیت کے معنی یُبْقِیْ وَیُفْنِیْ ہیں۔ یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا۔ جسمانی احیا و اماتت کو مرتبہ شیخی سے کچھ واسطہ نہیں شیخ مقتدا کہربا کا حکم رکھتا ہے۔ اور جس کسی کو اس سے مناسبت ہوتی ہے۔ خس و خاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور اپنا حصہ اس سے لے لیتا ہے۔ خوارق و کرامات مریدوں کے جذب کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ مرید روحانی اور باطنی مناسبت سے کھچے چلے آتے ہیں۔ اور جو شخص ان بزرگوارں کے ساتھ نسبت نہیں رکھتا۔ وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے اگرچہ ہزار ہا معجزے اور خوارق و کرامات دیکھے۔ ابو جہل و ابولہب کا حال اس بات کا شاہد ہے۔

اللہ تعالےٰ کفار کے حق میں فرماتا ہے وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِہَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْکَ یُجَادِلُوْنَکَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ ھٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ خواہ یہ لوگ کتنے ہی آیات و معجزات دیکھیں ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو جھگڑتے ہیں اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ والسلام

مرشد ہو اگر کامل علی صادق مرید ہو
تو یہ دونو مبارک ہیں وگرنہ رنج بے فائدہ

قَدْ تَمَّ هٰذِهِ النسخة بِحَمْدِ اللّٰهِ تعالےٰ وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی اَفْضَلِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اِبْنِهٖ وَ حِزْبِهٖ وَ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

تمت بالخیر